بسم الله الرحمن الرحيم

مثل نوره كمشكوة فيها مصباح

سلسلہ مطبوعات ''معارف اسلامیہ ٹرسٹ'' نمبر۲

مشکوٰۃُ النُّبوّت

٤

تصنیف منیف

حضرت سید شاہ غلام علی قادری خلف اکبر قدوۃ المحققین حضرت سید شاہ موسیٰ قادری قدس سرہٗ

مترجم

ابوالفضل سید محمود قادری (موظف سشن جج)

سن اشاعت ۱۹۸۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم
مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح

مشکوٰۃ النبوت

جلد چہارم

مشکوٰۃ سیزدہم تا مشکوٰۃ ہفدہم

تصنیف منیف
قدوۃ المحققین حضرت سید شاہ غلام علی قادری نور اللہ ضریحہ

مترجم
مولانا ابو الفضل سید محمود قادری
(سابق سشن جج)

تفصیلاتِ اشاعت

تعداد اشاعت ۵۰۰
سنِ اشاعت ۱۹۸۳ء
کتابت حبیب ہادی رفاعی
طباعت اعجاز پرنٹنگ پریس
قیمت ۲۳ روپیے

ملنے کا پتہ

ڈیوڑھی حضرت مولوی سید محمودؒ (20-7-175)
اندرون کمان محمد شکور حیدرآباد 500265
و
مشہور تاجرین کتب

فہرست

نشان	ذکر شریف	صفحات	نشان	ذکر شریف	صفحات
	مشکوٰۃ سیزدہم		۱۹	حضرت سیدنا شیخ احمد بن مبارکؒ	۹۲
			۲۰	،، ،، شیخ ابو مرزوق قرشیؒ	۹۲-۹۳
۱	حضرت سیدنا سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ	۱-۶۶	۲۱	،، ،، شیخ موفق الدین بن محمدؒ	۹۳
۲	،، ،، سلطان سید احمد کبیر رفاعیؒ	۶۷-۷۶	۲۲	،، ،، شیخ ابوالعباس بن عریفؒ	۹۳-۹۴
۳	،، ،، خواجہ عثمان ہارونیؒ	۷۶-۷۸	۲۳	،، ،، شیخ ماجد کردیؒ	۹۴-۹۵
۴	،، ،، شیخ ابو مدین مغربیؒ	۷۸-۷۹	۲۴	،، ،، شیخ نظامی گنجویؒ	۹۵-۹۶
۵	،، ،، شیخ صدقہ بغدادیؒ	۷۹-۸۰	۲۵	،، ،، شیخ روزبہان بقلیؒ	۹۶-۹۷
۶	،، ،، شیخ عبدالرحمٰن طفسونجیؒ	۸۰-۸۱	۲۶	،، ،، ابوالحسن علی ابن صباغؒ	۹۷
۷	،، ،، شیخ محمد الاوانیؒ	۸۱-۸۲			
۸	،، ،، شیخ ابوالمسعود شبلیؒ	۸۲-۸۳		**مشکوٰۃ چہاردہم**	
۹	،، ،، شیخ عدی بن مسافرؒ	۸۳-۸۴			
۱۰	،، ،، شیخ ابواسحٰق ابن ظریفؒ	۸۴	۱	حضرت سیدنا سید تاج الدین عبدالرزاق قادریؒ	۹۸
۱۱	،، ،، شیخ جاگیرؒ	۸۴-۸۵	۲	،، ،، سید سیف الدین عبدالوہابؒ	۹۹
۱۲	،، ،، شیخ عمر بن الفارضؒ	۸۵-۸۶	۳	،، ،، خواجہ معین الدین چشتیؒ	۹۹-۱۰۵
۱۳	،، ،، شیخ موسیٰ سدرانیؒ	۸۶-۸۸	۴	،، ،، سید شرف الدین عیسیٰؒ	۱۰۵
۱۴	،، ،، شیخ علی ابن ہیتیؒ	۸۸-۸۹	۵	،، ،، شمس الدین عبدالعزیزؒ	۱۰۶
۱۵	،، ،، شیخ بقا بن بطیرؒ	۸۹	۶	،، ،، سراج الدین عبدالجبارؒ	۱۰۶-۱۰۷
۱۶	،، ،، شیخ قضیب البان موصلیؒ	۹۰	۷	،، ،، ابوالاسحٰق ابراہیمؒ	۱۰۷
۱۷	،، ،، خواجہ ابو عمر صدیقیؒ	۹۰-۹۱	۸	،، ،، ابوالفضل محمدؒ	۱۰۷
۱۸	،، ،، شیخ ابو سعید قیلویؒ	۹۲	۹	،، ،، عبدالرزاق یحییٰؒ	۱۰۷-۱۰۸

۱۰ حضرت سیدنا ابونصر موسیٰ رح ۱۰۸
۱۱ ،، ،، شیخ نجم الدین کبریٰ رح ۱۰۸-۱۱۴
۱۲ ،، ،، شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رح ۱۱۴-۱۱۵
۱۳ ،، ،، محی الدین بن علی العربی رح ۱۱۵-۱۱۷
۱۴ ،، ،، شیخ روز بہاں بقلی رح ۱۱۷-۱۱۹
۱۵ ،، ،، شیخ بہاء الدین ولد رح ۱۱۹-۱۲۰
۱۶ ،، ،، شیخ برہان الدین وقت رح ۱۲۰-۱۲۱
۱۷ ،، ،، شیخ مجد الدین بغدادی رح ۱۲۱-۱۲۲
۱۸ ،، ،، شیخ سعد الدین حموی رح ۱۲۲-۱۲۳
۱۹ ،، ،، شیخ سیف الدین باخرزی رح ۱۲۳-۱۲۵
۲۰ ،، ،، شیخ رضی الدین علی لالا رح ۱۲۵-۱۲۷
۲۱ ،، ،، بابا کمال خجندی رح ۱۲۷-۱۲۸
۲۲ ،، ،، خواجہ شمس الدین تبریزی رح ۱۲۹-۱۳۲
۲۳ ،، ،، شیخ شہاب الدین مقتول رح ۱۳۲-۱۳۳
۲۴ ،، ،، شیخ عزیز الدین عطار رح ۱۳۳-۱۳۵
۲۵ ،، ،، شیخ محمد ترک نارنولی رح ۱۳۵
۲۶ ،، ،، میر سید حسین خنگ سوار رح ۱۳۵-۱۳۶
۲۷ ،، ،، سید نور الدین مبارک رح ۱۳۶-۱۳۷
۲۸ ،، ،، شیخ حمید الدین صوفی رح ۱۳۷-۱۳۸

مشکوٰۃ پانزدہم

۱ حضرت سیدنا عماد الدین ابی صالح نصر رح ۱۳۹-۱۴۰
۲ ،، ،، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رح ۱۴۰-۱۴۶
۳ ،، ،، شیخ بہاء الدین ذکریا رح ملتانی ۱۴۶-۱۴۹
۴ حضرت سیدنا مولانا جلال الدین بلخی رح ۱۴۹-۱۵۳
۵ ،، ،، شیخ صدر الدین محمد قونوی رح ۱۵۳-۱۵۴
۶ ،، ،، شیخ اوحد الدین کرمانی رح ۱۵۴-۱۵۶
۷ ،، ،، شیخ نجیب الدین علی بزغش رح ۱۵۶-۱۵۸
۸ ،، ،، شیخ جلال الدین تبریزی رح ۱۵۸-۱۶۰
۹ ،، ،، قاضی حمید الدین ناگوری رح ۱۶۰-۱۶۲
۱۰ ،، ،، شیخ شرف الدین مصلح الدین
سعدی شیرازی رح ۱۶۳-۱۶۴
۱۱ ،، ،، بابا شرف الدین رح ۱۶۴-۱۶۵
۱۲ ،، ،، شیخ فخر الدین عراقی رح ۱۶۵-۱۶۸
۱۳ ،، ،، شیخ صلاح الدین زرکوب رح ۱۶۸
۱۴ ،، ،، شیخ حسام الدین حلبی رح ۱۶۹-۱۷۰
۱۵ ،، ،، سلطان بہاء الدین ولد ثانی رح ۱۷۰-۱۷۲
۱۶ ،، ،، چلپی عارف رح ۱۷۲-۱۷۳
۱۷ ،، ،، شیخ نظام الدین ابو المؤید رح ۱۷۳-۱۷۴
۱۸ ،، ،، شاہ خضر رومی رح ۱۷۴
۱۹ ،، ،، شیخ بدر الدین غزنوی رح ۱۷۵-۱۷۶
۲۰ ،، ،، شیخ نقی الدین محمد رح ۱۷۶
۲۱ ،، ،، شیخ عبد اللہ بلیانی رح ۱۷۷-۱۷۸
۲۲ ،، ،، شیخ کردیز ملتانی رح ۱۷۹

مشکوٰۃ شانزدہم

۱ حضرت سیدنا سید ابونصر شمس الدین محمد رح ۱۸۰-۱۸۱
۲ ،، ،، شیخ فرید الدین گنج شکر مسعود ۱۸۱-۱۹۰

۳ حضرت سیدنا شیخ نجیب متوکلؒ ۱۹۰-۱۹۱
۴ ” ” شیخ بدرالدین اسحٰقؒ ۱۹۱-۱۹۳
۵ ” ” شیخ جمال الدین ہانسویؒ ۱۹۳-۱۹۴
۶ ” ” شیخ عارف سیستانیؒ ۱۹۵
۷ ” ” شیخ بہاؤالدین ذکریاؒ ۱۹۵-۱۹۷
۸ ” ” شیخ ابوالفتح رکن الدینؒ ۱۹۸-۲۰۰
۹ ” ” میر سید صدرالدین سید حسینیؒ ۲۰۱-۲۰۲
۱۰ ” ” شیخ صلاح الدین سیستانیؒ ۲۰۲-۲۰۳
۱۱ ” ” شیخ صلاح الدین سیاح سہروردیؒ ۲۰۳-۲۰۴
۱۲ ” ” قاضی حمید الدین محمد عطار ناگوریؒ ۲۰۴
۱۳ ” ” شیخ عین الدین قصابؒ ۲۰۴-۲۰۷
۱۴ ” ” شیخ ضیاء نخشبیؒ ۲۰۷
۱۵ ” ” شیخ بدرالدین سمرقندیؒ ۲۰۸
۱۶ ” ” شیخ رکن الدین فردوسیؒ ۲۰۸-۲۰۹
۱۷ ” ” شیخ جمال الدین احمد غورفانیؒ ۲۰۹-۲۱۰
۱۸ حضرت سیدنا شیخ نورالدین عبدالرحمٰن اسفرائنیؒ ۲۱۰
۱۹ ” ” شیخ سعدالدین فرغانیؒ ۲۱۰-۲۱۱
۲۰ ” ” شیخ موید الجندیؒ ۲۱۱
۲۱ ” ” شیخ عزیز محمد نسفیؒ ۲۱۲

مشکوٰۃ ہفدہم

۱ حضرت سیدنا سید ظہیرالدین ابوالسعود احمدؒ ۲۱۳-۲۱۴
۲ ” ” خواجہ نظام الدین اولیاءؒ ۲۱۴-۲۲۱
۳ ” ” شیخ علاءالدین علی صابرؒ ۲۲۱-۲۲۳
۴ ” ” خواجہ کرک مجذوبؒ ۲۲۴-۲۲۵
۵ ” ” میر سید علاءالدین کنتوریؒ ۲۲۵-۲۲۶
۶ ” ” سید شاہ سعید الدینؒ ۲۲۶-۲۲۷
۷ ” ” میر سید امیر ماہؒ ۲۲۷-۲۲۸
۸ ” ” شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ ۲۲۸-۲۳۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ کہ مشکوٰۃ النبوت کی چوتھی جلد منظر عام پر آرہی ہے یہ جلد بہ نسبت دوسری جلدوں کے ضخیم ہے میری مسلسل علالت " فارسی سے اردو میں ترجمہ پھر اسکے بعد کتابت اور مسودہ کی تصحیح اور اسکے بعد طباعت یہ ایسے مراحل تھے جنکے باعث اس جلد کی اشاعت میں تاخیر ہو گئی ان تمام امور میں میرے فرزند برخوردار سید وحید القادری عارف کا عملی تعاون رہا ورنہ بحالت موجودہ مجھ سے ان مراحل کا طے کرنا تقریباً ناممکن تھا اللہ تعالیٰ انکو بامراد اور اعلیٰ مدارج سے سرفراز کرے۔

اسی طرح برخوردار سید مجتبیٰ قادری الموسوی خلف الصدق سید شاہ محمد مرتضیٰ قادری الموسوی کا مالی تعاون بھی قابل تحسین و آفریں ہے۔ ابتداءً انہوں نے پانچ ہزار روپیوں کا گرانقدر عطیہ دیا تھا اور اب مکرر پانچ ہزار روپیوں کا ڈرافٹ روانہ کیا اسطرح کتابت اور طباعت کا کام آسانی سے پایۂ تکمیل کو پہونچ گیا۔

اسی دوران میں جناب فیض محمد صاحب کول مرچنٹ نامپلی نے اپنی جانب سے پانچسو روپیوں کا اور جناب نعیم الدین صاحب قادری انجنیر ساکن جدہ نے ایک ہزار ساٹھ روپیوں کا پیشکش کیا میں ان سب حضرات کے تعاون کا ممنون ہوں۔ جزاہم اللہ تعالیٰ خیر الجزا۔ آخر الذکر نے میری تصنیف " علم غیب " کی اشاعت کے لئے بھی جدہ سے ڈرافٹ روانہ کرنے کا وعدہ کیا ہے جسکے وصول ہونے کے بعد یہ کتاب بھی زیور طبع سے آراستہ ہو جائیگی۔ اب تک جو عطایا وصول ہوئے اور نکاسی سے جو سرمایہ فراہم ہوا اسکے منجملہ باقی ماندہ رقم سے انشاء اللہ تعالیٰ پانچویں جلد بھی بہت جلد طبع ہو جائیگی اسکے بعد مزید دو جلدیں طبع شدنی رہ جاتی ہیں چھٹی جلد کا ترجمہ بھی مکمل ہو چکا ہے۔ اور ساتویں جلد کا ترجمہ جاری ہے۔ السعی منی و الاتمام من اللہ

تیسری جلد کی آخری مشکوٰۃ دوازدھم میں حضرت شیخ ابو اسحٰق بن شہریار گازرونی کا ذکر شریف کاتب نے سہواً چھوڑ دیا تھا اور یہ سہو جلد مذکور کی طباعت کے بعد علم میں آیا اسکو یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

ابو الفضل سید محمود قادری
سابق سشن جج

۲۳ ستمبر سنہ ۱۹۸۳ء

دیوڑھی حضرت مولوی سید محمودؒ فتح دروازہ۔ حیدر آباد

ذکر شریف

واقف راز درونی، خواجۂ وقت شیخ ابو اسحٰق شہریار گازرونی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اسم گرامی ابراہیم تھا اور آپ کا وطن فارس تھا۔ تصوف میں آپ حضرت شیخ ابو علی حسین بن محمد کے خوشہ چیں تھے حدیث میں کامل تھے آپ صاحب کشف المحجوب کے معاصر تھے لیکن دونوں میں باہم ملاقات کا موقع نہ آیا۔ ایک وزیر سلطنت آپ کا بہت معتقد تھا لیکن باوجود اسکے اصرار کے آپ نے کبھی اسکی نذر قبول نہ کی۔ ایک دن اس وزیر نے آپ کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ چونکہ آپ کوئی چیز قبول نہیں فرماتے ہیں میں نے چند غلاموں کو آپ کی جانب سے آزاد کرکے اسکا ثواب آپ کو بخش دیا۔ شیخ نے فرمایا کہ تمہارا پیام پہونچا اور تم نے جو بھلائی کی اسکے لئے میں مشکور ہوں لیکن میرے مسلک میں غلاموں کو آزاد کرنا آزادوں کو غلام بنانا ہے۔ آپکی وفات ماہ ذیقعدہ ۴۲۲ھ میں واقع ہوئی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

مشکوٰۃ سیزدہم

ذکر شریف

قبلہ حاجات جلی کعبۂ مرادات دلی تصرف بمقامات عالی امام الاولیاء سید الصوفیاء محبوب سبحانی غوث الصمدانی سیدنا عبد القادر الحسنی الحسینی الجعفری الجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سلسلہ نسب نامہ اور کنیت

صاحب سفینۃ الاولیاء لکھتے ہیں کہ اس طریقت میں بادشاہ مشائخ اور شریعت میں امام الائمہ کی کنیت محبوب ربانی ابو محمد ہے اور اسی پیر زمانہ سروری اور جانِ بیگانہ شرف زہاد فخر عباد غوث الصمدانی کا نام سید عبد القادر ہے آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ سید عبد القادر ابن سید ابی صالح موسیٰ جنگی دوست ابن سید عبد اللہ الجیلی۔ ابن سید یحییٰ الزاہد ابن سید محمد الثانی ابن سید داؤد ابن سید امام محمد ابن سید موسیٰ الثانی ابن سید عبد اللہ الثانی ابن سید موسیٰ الجون ابن سید عبد اللہ المحض ابن سید امام حسن مثنیٰ ابن امیر المومنین سید امام حسن المجتبیٰ علیہ السلام

آپ کو حسینی اسلئے کہا جاتا ہے کہ سید عبد اللہ المحض کی والدہ مکرمہ فاطمہ بنت سیدنا امام حسین بن امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ ہیں۔

دیگر یہ کہ آپ کی والدہ ماجدہ بھی حسینی ہیں۔ مخازن قادریہ میں ہے کہ تقریباً چوبیس معتبر کتابوں میں آپ کا نسب سیادت پدری و مادری مذکور ہے۔

آپ کو جعفری اسلئے کہا جاتا ہے کہ آپ کی والدہ ام الخیر امۃ الجبار فاطمہ ثانی سید عبد اللہ الصومعی الزاہد ابن سید محمد الثانی ابن سید طاہر ابن سید عبد اللہ ابن سید عیسیٰ ابن سید محمد ابن سید علی العریض الجواد ابن سیدنا امام الحق والناطق امام جعفر الصادق علیہ السلام ہیں یعنی آپ کی والدہ سات واسطوں سے سید علی العریض کی صاحبزادی ہیں اور سید علی العریض

سیدنا امام موسیٰ الکاظم کے حقیقی بھائی تھے یہی وجہ ہے کہ آنحضرت رضی اللہ عنہ کو حسنی الحسینی الجعفری کہتے ہیں۔ اور ایک روایت کے لحاظ سے آپ جعفری المذہب تھے۔ چنانچہ مولانا جامی فرماتے ہیں ؎

آں شاہِ سرافراز کہ غوث الثقلین است — دراصل صحیح النسبین الطرفین است
از سوئے پدر تا بہ حسن سلسلہ اوست — وز جانب مادر دُرِّ دریائے حسین است

لقب محیِ الدّین کی وجہ

آپ کا لقب محی الدین ہے اور اس لقب کا سبب معروف و مشہور ہے جو صوفیاء کی کتابوں سے معلوم کیا جا سکتا ہے چنانچہ صاحب تحفۃ الابرار لکھتے ہیں۔

سُئل رضی اللہ عنہ مرّۃ عن سبب تسمیتہ بمحی الدین قال رجعت من بعض سیاحاتی فی یوم الجمعۃ الی بغداد حافیًا فمررت بشخص مریض متغیر اللون نحیف البدن فقال ادن منی فدنوت منہ قال اجلسنی فجلستہ فتنمّی جسدہ وحسن حالہ وصفا لونہ فخفت منہ فقال اتعرفنی فقلت اللھم لا۔ قال انا الدین وکنت قد مت و دثرت فاحیانی اللہ تعالیٰ بک بعد موتی فانت محی الدین۔ فترکتہ وانصرفت للجامع فلقینی رجل و وضع لی نعلہ وقال لی یا سیدی محی الدین فلما قضیت الصلوۃ اھرع الناس الیّ یقبلون یدی ویقولون یا محی الدین وما کنت قد دعیت بہ قبل

صاحب نفحات و مراۃ الاسرار و سفینۃ و تکملہ وغیرہ نے اس حکایت کو بہ روایات مختلفہ لکھا ہے۔ چنانچہ صاحب سفینۃ الاولیاء نے لکھا ہے کہ آنحضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن میں اپنے بعض سیاحتوں سے بغداد آیا۔ ناگاہ ایک نحیف البدن متغیر اللون مریض کو دیکھا اس نے کہا السلام علیک یا عبدالقادر میں نے سلام کا جواب دیا۔ اس نے کہا کہ میرے نزدیک آئیے میں اس کے نزدیک گیا اس نے کہا مجھے بٹھائیے میں نے بٹھایا اس کا جسد تازہ ہو گیا اور اس کا حال ٹھیک ہو گیا اور اس کا رنگ صاف ہو گیا۔ میں اس سے ڈر گیا۔ اس نے کہا کیا آپ مجھے نہیں پہچانتے میں نے کہا نہیں کہا میں آپ کے نانا کا دین ہوں کمزور ہو گیا تھا جیسا کہ آپ نے دیکھا اللہ تعالیٰ نے مجھے توانا کر دیا آپ دین کے زندہ کرنے والے ہیں

میں اسکو چھوڑ کر جامع مسجد گیا۔ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو میرے گرد لوگوں کا ہجوم ہوگیا اور وہ میرے ہاتھ کا بوسہ دینے لگے اور کہنے لگے یا محی الدین اسی وجہ سے آپ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ جن و انس پر آپ کا تصرف تھا۔

شیخ اکمل کہلانے کی وجہ

چنانچہ جس طرح انسان آپ کی مجلس میں حاضر ہو کر مسلمان ہوتے، توبہ کرتے اور آپ سے استفادہ کرتے اسی طرح جنات صف در صف آپ کی مجلس میں حاضر ہوتے اسلام لاتے اور آپ سے استفادہ کرتے آپ خود فرماتے ہیں کہ انسان کے مشائخ ہیں، جنات کے مشائخ ہیں، فرشتوں کے مشائخ ہیں لیکن میں شیخ اکمل ہوں۔

آپ کو اسلئے شیخ کہا جاتا ہے کہ شیخ متصرف بولایت ہوتا ہے۔ چنانچہ صاحب مخازن قادریہ لکھتے ہیں کہ آپ کو چار وجوہ سے شیخ کہا جاتا ہے پہلے اسلئے کہ اہل عرب کی عادت ہے کہ بزرگ کو شیخ کہتے ہیں خواہ وہ سید ہو یا غیر سید ہو، دوسرے اسلئے کہ صوفیا کے نزدیک شیخ اسکو کہتے ہیں جو متصرف بولایت ہو۔ آنحضرت رضی اللہ عنہ تا قیامت تمام عالم میں ولی متصرف ہیں اس تصرف میں آپ کا کوئی شریک نہیں ہے۔ صوفیا کا قول ہے۔ المشیخة هي التصرف في الملك و الملكوت و الولاية هي التصرف في الملكوت فقط یعنے مشیخت ملک و ملکوت میں تصرف کرتا ہے اور ولایت فقط عالم غیب میں تصرف کرتا ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ شیخ اس اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ جب آپ بغداد آئے اور مسند مشیخت پر جلوہ افروز ہوئے تو سب نے آپ کو کرامات اور ولایت میں بزرگ پایا ہر ایک نے آپ سے اپنی حاجت کے لئے آپ کو یا شیخ اغثنی کے ذریعہ ندا دی۔

چوتھی وجہ شیخ کہنے کی یہ ہے کہ سید کو غلبہ مشیخت میں شیخ کہتے ہیں۔ دامن مشیخت سیادت کے منافی نہیں جیسے کہ امامت منافی سیادت نہیں اسی لئے ائمہ معصومین کو بارہ امام کہتے ہیں نہ کہ دوازدہ سید اگرچہ یہ سب سیادت میں نائب رسول ہیں۔

جیلی کہلانے کی وجہ

اور جیلی آپ کو اسلئے کہتے ہیں کہ آپ کا اصل وطن ولایت جیلی ہے جو طبرستان کے آگے ہے اور جسکو جیلان، گیلان اور گیلی بھی کہا جاتا ہے کہ جیلی دجلہ کے کنارے ایک موضع ہے جو واسط کی جانب بغداد سے ایک روز

کی مسافت پر واقع ہے لیکن صاحب مراۃ الاسرار لکھتے ہیں کہ تاریخ یافعی میں مرقوم ہے کہ جیلی کوہ جودی کے نیچے واقع ہے اور یہ مقام نہایت دلکشا اور اسکی آب و ہوا معتدل ہے اسی کوہ جودی پر کشتی نوح علیہ السلام ٹھیری تھی اور وہ بغداد سے سات روز کی مسافت پر واقع ہے اور اس مناسبت سے اسکو جیلی اور جیلان کہتے ہیں۔ صاحب سفینۃ الاولیاء کہتے ہیں کہ مدائن کا ایک موضع ہے یا وہ موضع ہے جو شط بغداد پر واقع ہے ان دو مواضع کی نسبت سے آپ کو گیلی۔ گیلانی۔ جیلی اور جیلانی کہا جاتا ہے۔ صاحب روضۃ النواظر جو اکابر وقت سے تھے اور جن کے قول سے سند لی جاتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ فرماتے ہیں کہ یہ اقوال صحیح نہیں ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ آنحضرت ان مواضع میں چند روز سکونت پذیر ہوئے تھے جیسا کہ برج عجمی میں ٹھیرے تھے لیکن مرجح قول یہ ہے کہ آپ ولایت گیلان سے ہیں صاحب معجم البلدان نے آپ کو موضع شتبیر سے منسوب کیا ہے جو مضافات گیلان میں واقع ہے۔

بازالاشہب کہلانے کی وجہ

آپ کو بازالاشہب بھی کہا جاتا ہے جسکی وجہ یہ ہے کہ باز اپنے بچوں کی حفاظت کرتا ہے اور کوئی دوسرا پرندہ ان بچوں کی طرف نظر نہیں اٹھا سکتا اسی طرح آپ اپنے مریدوں کی حفاظت اور حمایت کرتے ہیں۔

ولادت باسعادت اور ظہور کرامات

صاحب مناقب غوثیہ لکھتے ہیں کہ آپ کی ولادت باسعادت ۴۷۰ھ میں ہوئی اور بعض کے نزدیک ۴۷۱ھ آپ کا سن ولادت ہے چنانچہ "عاشق" آپ کا مادہ تاریخ ولادت ہے اور وہ ماہ رمضان کی پہلی رات تھی جس میں آپ تولد ہوئے جس میں آپ تولد ہوئے آپ کی ولادت کے ساتھ کرامات کا ظہور ہوا انکے منجملہ ایک کرامت یہ ہے کہ اسی شب میں آنحضرت علیہ السلام تمام صحابہ، ائمہ اور تمام اولیاء امت کے ساتھ عالم رویا میں حضرت الکائنات سلطان المفردین غوث الموجودات، سید نورالدین ابی صالح موسیٰ جنگی دوست رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کی آمد کی بشارت دی۔

دوسری کرامت یہ ہے کہ اس رات میں کوئی لڑکی جیلان میں پیدا نہیں ہوئی۔ سب لڑکے پیدا ہوئے اور وہ سب اولیاء اور رجال اللہ سے ہوئے ان کی تعداد گیارہ سو بتائی جاتی ہے۔ اور ان کو آپ کی خدمت کا شرف حاصل ہوا۔ شیخ محمد یحییٰ برہان پوری اپنے ملفوظات میں لکھتے ہیں کہ جب حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ صلب پدر سے باہر آئے آپ کی خدمت کیلئے بہت اولیاء اپنے آباء کے اصلاب اور اپنی ماؤں کے ارحام سے باہر آئے اور ان سب کو حکم الٰہی

تھا کہ وہ حضرت غوث الثقلین رح کی خدمت و صحبت میں رہیں۔

تیسرے یہ کہ بفرمان الٰہی تمام انبیاء و رسل علیہم السلام نے بنیابت آنحضرت علیہ السلام حضرت ابی صالح موسیٰ جنگی دوست رحمۃ اللہ علیہ کو رؤیائے صادقہ میں بشارت دی کہ سب اولیائے اولین و آخرین تمہارے اس فرزند ارجمند کی اطاعت میں رہیں گے اور ان کے قدم کو کمال آرزو سے اپنی گردنوں پر لیں گے اور جو انحراف کرے گا وہ درجۂ قرب سے گر جائے گا اور جو قبول کرے گا اسکے درجات میں ترقی ہوگی۔

چوتھی کرامت یہ کہ تمام ماہ رمضان المبارک میں بجز وقت افطار و روزہ اپنی والدہ ماجدہ کی چھاتی کو آپ منہ میں نہ لیتے تھے چنانچہ آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ میرے فرزند نے ولادت کے بعد ماہ رمضان میں دن کے وقت منہ میں چھاتی نہ لیتے تھے اور دودھ نہ پیتے تھے ایک بار ہلال رمضان ابر کی وجہ سے پوشیدہ تھا تمام لوگوں نے مجھ سے پوچھا میں نے کہا میرے فرزند عبدالقادر نے دودھ نہیں پیا آخر معلوم ہوا کہ وہ رمضان کا دن تھا۔

پانچویں کرامت یہ کہ آپ کے کاندھے پر آنحضرت علیہ السلام کا نقش قدم تھا جسکو معراج کی شب میں آپ کے دوش پر رکھا تھا۔

چھٹی کرامت یہ کہ آپ کے تولد کے وقت آپکی والدہ شریفہ کی عمر ۶۰ سال تھی اس سن یاس میں آپ کی ولادت خرق عادت تھی آپ کا چہرہ اسقدر تاباں و درخشاں اور باہیبت تھا کہ آپ کو دیکھنے کی تاب نہ ہوتی تھی۔

آپکی تعلیم و تربیت

آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ حضرت غوث الثقلین کی تربیت آنحضرت علیہ السلام سے بے واسطہ تھی لیکن آپ کے پیر خرقہ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر مخزومی اور پیر صحبت حضرت شیخ حماد دباس رحمۃ اللہ علیہما تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام کی بھی صحبت رہی۔ آپ حنبلی المذہب تھے اور فتوے مطابق مذہب حنبلی و شافعی دیا کرتے تھے۔

آپ فرماتے ہیں کہ اوائل جوانی میں جب میری آنکھوں پر نیند زیادہ غالب تھی تو میں نے آواز سنی کہ اے عبدالقادر میں نے تجھے سونے کے لئے پیدا نہیں کیا ہے۔ جب میں مدرسہ جایا کرتا تھا تو فرشتوں کی آواز سنا کرتا تھا کہ اٹھو اور خدا کے ولی کے لئے جگہ دو۔ یہ بھی آپ نے فرمایا کہ

جب میں جیلان سے بغداد آیا تو میں جوان سال تھا۔

۴۸۸ھ میں آپ بغداد میں تحصیل علم میں مصروف ہوئے پہلے علم قرأت قرآن اسکے بعد فقہ اور حدیث اور دینی علوم کے اکتساب میں مشغول ہوئے اور ان علوم میں اپنے معاصرین پر سبقت لے گئے اور سب سے ممتاز ہو گئے۔

رشد و ہدایت

جیلان سے بغداد کے سفر کے دوران میں ساٹھ قطاع الطریق نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی اور مرید ہوئے ۵۲۱ھ میں آپ حضرت سید المرسلین و امیر المومنین علیہما السلام کے منبر پر رونق افروز ہوئے اور مجلس وعظ مقرر کی چالیس سال تک علوم دینی میں آپ نے وعظ کیا وعظ کے وقت آپ فرماتے اے آسمان اور زمین والو آؤ میرا کلام سنو اور مجھ سے کوئی چیز سیکھو کیونکہ میں دنیا میں نائب و وارث پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہوں تقریباً ستر ہزار اشخاص آپ کی مجلس وعظ میں حاضر رہتے اور چار سو اشخاص آپ کا کلام حکمت لکھتے جاتے تھے اور مجلس وعظ کا یہ حال رہتا کہ آپ کے کلام کی تاثیر سے وجد اور ذوق اتنا ہوتا کہ دو اشخاص جان بحق تسلیم ہو جاتے۔

شیخ ابو سعید قیلوی کہتے ہیں کہ شیخ عبد القادر کی مجلس میں اکثر میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے پیغمبروں علیہم السلام ملائکہ اور اجنہ کے صفوں کا مشاہدہ کیا ہے۔

حلیہ اور لباس

آپ نحیف البدن، بلند قامت، عریض الصدر، کشادہ پیشانی گندمی رنگ، پیوستہ ابرو تھے آپکی آواز بلند تھی۔ لباس بطریق علماء پہنا کرتے تھے کبھی طیلسان اور کبھی جامہ زیب بدن فرماتے۔

آپ کا طریق کار

اگر کوئی آپ کی خدمت میں ہدیہ لاتا تو آپ قبول نہ فرماتے بجز اپنے خلفاء اور صاحبان نسبت کے سلاطین و امراء کے گھر تشریف نہ لیجاتے اور جب خلیفہ آپ سے ملنے کے لئے آتا تو آپ اندر چلے جاتے اور پھر تشریف لاتے تاکہ اس کے لئے قیام کرنا نہ پڑے خلیفہ سے گفتگو میں مبالغہ فرماتے اور خلیفہ آپ کی دست بوسی کرتا اور با ادب بیٹھتا اور آپ جو کچھ فرماتے بسر و چشم بجا لاتا۔ جب آپ خلیفہ کے نام مکتوب تحریر فرماتے تو اس طرح تحریر فرماتے کہ عبد القادر تجھ سے اسطرح کہتا ہے اس کا فرمان تجھ پر نافذ ہے اور تیرے لئے سود مند۔ اور تجھ پر حجت ہے۔ جب یہ مکتوب

خلیفہ کو پہونچتا تو خلیفہ اس کو بوسہ دیکر سر پر رکھ لیتا۔

کوئی شخص آپ سے زیادہ خوش خلق، باحیا، کریم و مہربان نہ تھا آپ کے ہم نشینوں سے ہر ایک خیال کرتا کہ وہ سب سے زیادہ آپ کے نزدیک عزیز ہے۔ کبھی آپ سائلین کے سوال کو ردنہ فرماتے، اقطاب، ابدال، کا عزل و نصب اور اولیاء کا سلب حال آپ کے ہاتھ میں تھا۔

خرقہ خلافت

صاحب مرأۃ الاسرار لکھتے ہیں کہ تصرف میں آپ کو دو طرف سے خرقہ ملا تھا ایک آپ کے آبائی بزرگوار سے اور دوسرے شیخ ابوسعید ابوالخیر مخزومی سے جس کا سلسلہ پانچ واسطوں سے سید الطائفہ ابوالقاسم جنید بغدادی تک پہونچتا ہے اور ایک خرقہ تاج العارفین ابوالوفاء بغدادی کے ہاتھ سے ملا تھا۔ صاحب مکاشفہ لکھتے ہیں کہ آپ نے چودہ سال کی عمر میں اپنے پدر بزرگوار سے بیعت کی تھی اسی وجہ سے آپ کے ابتدائے حال میں ساٹھ ڈاکوؤں نے آپ سے شرف بیعت حاصل کیا۔

سلطان الاولیاء

صاحب مرأۃ الاسرار یہ بھی لکھتے ہیں کہ آپ فرزند جانشین ائمہ اہل بیت رسول خدا اور سر حلقہ اولیائے کامل تھے اس بناء پر تمام مقامات غوثیت و قطب الاقطاب سے ترقی کرکے مقام محبوبی پر پہونچے۔ آپ کا یہ ارشاد بھی اسی بناء پر ہے کہ ہر ولی ایک نبی کے قدم پر ہوتا ہے اور میں اپنے جدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پر ہوں یعنی جس مقام سے آنحضرت علیہ السلام نے اپنا قدم اٹھایا میں نے اس مقام پر اپنا قدم رکھا بجز مقام نبوت کے کہ آنحضرت خاتم النبیین ہیں یہ کمال مرتبت آپکو متابعت سرور عالم سے حاصل ہوا۔

ظہور کرامات

آپ کے اوائل حال سے بعض مشائخ کہتے تھے کہ اس جوان عجمی کا قدم اولیاء کی گردنوں پر ہوگا۔ شیخ عبدالحق دہلوی تکمیل الایمان میں کہتے ہیں کہ بعض صحابہ اور اولیاء سے کرامات کا صدور تواتر سے ثابت ہے کہ جسمیں تردد اور امکان کی گنجائش نہیں بالخصوص بعض اعاظم اولیاء مانند غوث الثقلین سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے کرامات کا صدور بطریق شہرت و تواتر ثابت ہے۔ امام عبداللہ یافعی روضۃ الریاحین میں لکھتے ہیں:۔

کراماته بلغت حد التواتر و معلوم بالاتفاق وما بلغت مثلها من احد من شيوخ الآفاق۔ اور شیخ احمد گنج بخش اپنے رسالہ میں مناقب مشائخ مقربین میں لکھتے ہیں کہ مناقب غوث الثقلین سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ ظاہر اور آپ کے مراتب باہر ہیں جنکو حیطہ تحریر

میں لانے کی گنجائش نہیں۔ صنادید عارفان بھی ان کا احاطہ نہیں کر سکتے اور جو عبارات و اسالیب و اوصاف معرض تحریر میں آئے ہیں وہ بیابان کے ایک ذرہ یا دریاؤں سے ایک قطرہ کے مماثل ہیں۔ کسی شخص سے آپ کے تمام مناقب کو منضبط کرنا محال تھے۔

منقبت قدم شریف

لہٰذا مولف عاصی نے دلائل و براہین منقبت قدم شریف جو متقدمین اور متاخرین نے بیان کئے ہیں بقدر عرفانِ خود سپرد قلم کیا ہے اور اسی پر اکتفا کرتا ہے تاکہ معترضین کو اعتراض کی گنجائش نہ رہے اور معتقدین کے صدق و اعتقاد میں مزید اضافہ ہو۔ آپ کے فضائل و مناقب کا آپ کے قدم کے بیان کے تحت ذکر ہوگا۔ یہ نسبت تین مقامات کی جامع ہے۔

مقام اوّل

ان اولیاء اللہ کے اسماء اور اقوال کے بیان میں جو ظہور ولایت حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے قبل تھے اور جنہوں نے اپنے وقت میں قول قدمی ھذہ الخ کو ظاہر بقید وقت کیا لیکن ان کی مراد تمام اولیائے اولین و آخرین و حاضرین سے ہے۔ بہجۃ الاسرار کی روایت کے لحاظ سے یہ سات اولیاء ہیں یہ ساتوں قدمی ھذہ الخ کہنے کے وقت زندہ نہ تھے۔ لیکن ان کے ارواح حاضر تھے چنانچہ کتاب بہجۃ الاسرار اور مخازن وغیرہ میں ان کے نام ان کے کلام کے ساتھ مذکور ہیں۔

ان ساتوں میں سے ایک شیخ ابوبکر ہوار البطائحی ہیں جو قطب و سلطان وقت تھے۔ شیخ علی شطنوفی نے کتاب بہجۃ الاسرار میں صحیح اسناد کے ساتھ لکھا ہے کہ ان کا زمانہ ظہور حضرت غوث الثقلین سید عبد القادر جیلانی سے ایک سو سال قبل تھا۔ شیخ محمد شنبکی کہتے ہیں کہ ہم کو ہمارے پیر شیخ ابوبکر ہوار البطائحی نے ایک روز اپنی مجلس میں اولیاء اللہ کے حالات کا ذکر کیا اور احوال اولیاء کے ذکر کے بعد فرمایا سوف یظھر بالعراق رجل من العجم عالی المنزلۃ لہ عند اللہ وعند الناس اسمہ عبد القادر ومسکنہ بغداد یقول قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ ومقدیم لہ الاولیاء فی عصرہ ذالک القوم فی وقتہ یعنی فرمایا تحقیق کہ ظاہر ہوگا عراق میں ایک مرد عجمی جس کو خدائے تعالیٰ اور لوگوں کے نزدیک عالی منزلت ہے اس کا نام عبد القادر ہے اور اس کا مقام سکونت بغداد ہے اور تحقیق کہ وہ کہے گا کہ میرا قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے اور اس کے زمانہ کے اولیاء اس کی فرمانبرداری کریں گے۔

اور وہ اپنے زمانہ کا فرد ہے۔

یعنی کوئی قطب اور کوئی ولی نہ ایسا کہا نہ کہے گا سید عبدالقادر اس قول میں منفرد ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ کلام شیخ حضرت ابوبکر بن ہرار البطائحی سے معلوم نہیں ہوتا کہ اولیاء اولین و آخرین نے اپنی گردنوں کو دراز نہیں کیا اور آپ کے قدم کو قبول نہیں کیا بلکہ آپ کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام اولیاء زمانہ آپ کی فرمانبرداری کریں گے۔ فرمانبرداری زندگی سے تعلق رکھتی ہے اور ہماری بحث گردن دراز کرنے کے بارے میں ہے جیسا کہ بنی آدم کے جملہ ارواح نے روز میثاق میں ربوبیت کو قبول کیا حالانکہ فرمانبرداری حق کا تعلق حیات سے ہے یہی وجہ ہے کہ شیخ نے یتدین لہ الاولیاء فی عصرہ اگر انکی مراد کل ولی اللہ سے اولیاء زمانہ ہوتے تو قدمہ علی رقاب اولیاء عصرہ فرماتے لیکن اس طرح نہ فرمایا اور اس عبارت سے چند اور جوابات بھی مستفاد ہوتے ہیں یتدین لہ الاولیاء فی عصرہ تعلق بہ تدین ہے نہ کہ صفت اولیاء کے دوسرا الاولیاء میں الف، لام استغراق کا ہے جو اولیاء احیاء و اموات پر محیط ہے اور قدمی ھذہ الخ کہنے کے وقت تمام اولیاء اولین و آخرین و حاضرین نے آپ کے قدم کو اپنی گردنوں پر قبول کیا نہ کہ انہوں نے اپنے زمانہ میں اعتقاد قبولیت ظاہر کیا دیگر یہ کہ ولی اکمل شیخ ابوبکر ہرار نے ظہور غوث الثقلین سے کئی سال قبل اپنی مجلس میں یہ بات کہی کہ آپ اولیاء متقدمین میں صاحب کشف تھے ایک روز لوح محفوظ پر اپنی قوت سیر باطن سے گئے اور احوال اولیاء متقدمین و متاخرین آپ کے مشاہدہ و معائنہ میں آئے جب احوال و مراتب غوث الثقلین پر نظر پڑی کہ آپ کے مانند کوئی قطب اور ولی اول و آخر نہ ہوگا تو اس طرح لوح محفوظ میں دیکھا کہ سید عبدالقادر عجم میں عراق میں پیدا ہوں گے اور قدمی ھذہ الخ فرمائنگے اور پھر جب شیخ نے زمانہ دیکھا کہ ان کا زمانہ دور ہے تو بحسب گمان خود یتدین لہ الاولیاء فی عصرہ فرمایا نہ کہ حکم لگایا اور کیفیت اوامر حق بیان کیا اس لئے کہ جو کچھ لوح محفوظ میں مسطور ہے اسکو ولی جان سکتا ہے لیکن جو قائم بذات خدائے تعالیٰ ہے اسکو کوئی ولی نہیں جان سکتا۔ امر حق تعالیٰ اسکی ذات سے قائم ہے۔

کہنے اور امر کرنے کے بعد کیفیت معمور معلوم ہوتی ہے پس جس وقت خدائے تعالیٰ نے تمام اولیاء کو حکم دیا ابوبکر ہرار البطائحی زندہ نہ تھے کہ انہیں معلوم ہو کہ کس قسم کا حکم دیا گیا ہے لیکن جو اولیاء زندہ تھے انہوں نے اپنے کلام میں اولیاء کو زمانہ کے ساتھ مقید نہیں کیا اس لئے کہ ان کی نظر کیفیت

امر حق پر پڑی لہذا زمانہ سے اس حکم کو مقید کرنے سے انہوں نے اعراض کیا انشاء اللہ تعالےٰ آگے ان کے اقوال کے دلائل لکھے جائیں گے ۔

دوسری بات یہ ہیکہ شیخ ابوبکر نے اولیاء آخرین پر حجت قائم کرنے کے لئے مدین لہ الاولیاء فی عصرہ فرمایا یعنے جب معاصرین اولیاء کو اعتقاد ہے تو دوسرے اولیاء کو اور اعتقاد ہونا چاہیئے جیسا کہ حق تعالیٰ نے تمام پیغمبروں سے عہد میثاق لیا کہ تمہارے بعد نبی مرسل آئیں گے جن کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے ان پر ایمان لانا کما قال اللہ تعالےٰ واذ اخذ اللہ میثاق النبیّن لما اٰتیتکم من کتاب وحکمة ثمّ جاءکم رسولٌ مصدق لما معکم لتومنن بہ الخ

حاصل کلام تمام پیغمبروں کا آنحضرت علیہ السلام کی رسالت اور نبوت کا روز میثاق میں اقرار کرنا درحقیقت اولیاء عصر کے اقرار و اعتقاد کے مانند ہے ۔

ولی دوم

سات اولیاء سابقین کے منجملہ شیخ عبد اللہ الجونی بھی ہیں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہجۃ الاسرار اور مخازن قادریہ میں ہے کہ ابو یعقوب یوسف بن ایوب ہمدانی نے فرمایا کہ ہمارے پیر شیخ عبد اللہ الجونی کو ٤٧٤ھ میں یہ کہتے ہوئے سنا ۔

اشهدت انه سیولد بارض العجم مولودٌ له مظهرٌ عظیمٌ بالکرامات وقبول تامٌ عند اللہ وعند الکافة ویقول قدمی هذه علی رقبة کل ولی اللہ تعالیٰ وتندرج الاولیاء فی وقته تحت قدمه ذالك الذی یشرف به زمانه وینتفع به من راٰهٗ ۔

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اولیاء اولین و آخرین نے اپنی گردنوں پر آپکا قدم قبول کیا اولیاء میں جو الف لام ہے وہ یا عہد خارجی کیلئے ہے یا عہد ذہنی کے لئے یا استغراق کے لئے ہے ۔ عہد خارجی کے لئے اسلئے نہیں ہو سکتا کہ شرط لام جو عہد خارجی کے لئے معہود ہوگی نکرہ سے مذکور ہوا جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کما ارسلنا الی فرعون رسولا فعصیٰ فرعون الرسول اس آیت میں رسول اول کا ذکر نکرہ سے ہے اسکے بعد لام تعریف سے ذکر ہوا ۔

دوسرا لام الاولیاء عہد ذہنی کے لئے بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ عہد ذہنی کے لام کے لئے یہ شرط ہے کہ معہود ضمناً مذکور رہے صریحاً جیسا کہ خدائے تعالیٰ نے فرمایا ۔

فلما وضعتها قالت ربی انی وضعتها انثیٰ واللہ اعلم بما وضعت ولیس الذکر کالانثیٰ الخ

پس جس وقت کہ عمرانؔ کی زوجہ نے جس کا نام حنّہ تھا وضع حمل کے بعد بطور اعتذار کے کہا کہ اے پروردگار مجھے لڑکی ہوئی اور تو خوب جانتا ہے کہ میں نے کیا جنا اور نرینہ اولاد اناث اولاد کی طرح نہیں ہوتا جو تو نے مجھے دیا ہے حاصل قصہ واذا قالت امراۃ عمران ربّ انی نذرت لک ما فی بطنی محررا فتقبل منی انک انت السمیع العلیم یعنی عمران کی زوجہ جس وقت حاملہ ہوئی تو اس نے کہا کہ اے پروردگار میں نے تیرے لئے نذر کی ہے کہ جو بچہ میرے پیٹ میں ہے وہ تعلقات دنیا سے آزاد رہے گا تاکہ خاص تیری پرستش کرے اور تیری مسجد کی خدمت کرے۔ کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں مسجد مقدس کی خدمت بزرگ سمجھی جاتی تھی اور لڑکوں کو اس کام کے لئے نذر دی جاتی تھی۔

حنّہ کے نذر کرنے کے بعد اس کے شوہر عمران نے کہا کہ تو نے یہ کیا کیا ممکن ہے کے تیرے پیٹ میں لڑکی ہو جو مسجد کی خدمت نہ کر سکے زبان حنّہ سے یہ دعا جاری ہوئی کہ میرے پیٹ میں جو کچھ ہے میں نے اس کو تیرے لئے نذر کیا ہے اس کو قبول فرما اور تو اس بارے میں سننے والا ہے یعنی تو میرے مقصد کو جاننے والا ہے کہ میں نے اس نذر میں تیری رضا کے سوا اور کچھ نہ چاہا یعنی خادم بیت المقدس مرد ہوتا ہے اور میں نے تجھ سے مرد بچہ کو طلب کیا تھا۔ اس سے صریح معلوم ہوا کہ عمران کی زوجہ کو مرد بچہ ہونے کی آرزو تھی تاکہ بیت المقدس کی خدمت کرے جیسکا ذکر ضمناً کلام مجید کی آیات بالا میں ہوا۔ لیکن کلام شیخ عبداللہ الجونی میں اولیاء کا ذکر پہلے ضمناً وارد نہیں ہوا کہ کہا جا سکے الاولیاء میں الف لام عہد ذہنی کے لئے ہے۔

پس معلوم ہوا کہ یہ الف لام استغراق ہے یعنی اس سے مراد اولیائے اولین و آخرین ہیں جیسا کہ ان الانسان لفی خسر میں الف لام استغراق کے لئے ہے لہٰذا کلام عبداللہ الجونی میں فی وقتہ نہ تمدح سے متعلق ہے نہ اولیاء کی صفت ہے اور فی وقتہ ضمیر بر تقدیر مضاف یعنی فی وقت قولہ کلام عربی میں اکثر مضاف حذف کر دیا جاتا ہے جیسا کہ کلام مجید میں واسئلوا القریۃ سے مراد واسئلوا اھل القریہ ہے۔

اور قول شیخ کہ قبولُہٗ تامٌ عند الکافۃ سے مراد یہ ہے کہ برائے عند الکافۃ

اقوال الاولیاء ماضیہ وحالیہ واستقبالیہ اس بیان پر شاہد ہیں بعض جہال کہتے ہیں کہ قولہ فی وقتہ صفت اولیاء ہے لیکن اس سے اجتماع ضدین لازم آتا ہے جو محال ہے تو لازم بات یہ ہے الف لام الاولیاء میں استغراق کے لئے ہے اور عمومیت اولیاء پر دلالت کرتا ہے اور اگر قولہ فی وقتہ صفت واقع ہوئی ہے تو اس سے خصوصیت اولیاء حاصل ہوتی ہے اور ایک ہی کلمہ میں دو مراد جائز نہیں ہو سکتے پس فی وقتہ متعلق بہ تدرج ہے۔

شیخ یعقوب یوسف الہمدانی یہ بھی فرماتے ہیں کہ شیخ عبداللہ الجونی کے اس ارشاد کے چھ سال گذرنے کے بعد حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ تولد ہوئے۔

ولی سیوم ان ساتہ اولیاء میں تیسرے ولی بروایت صاحب بہجۃ الاسرار شیخ تاج العارفین ابوالوفا ہیں جن کا ذکر سابقہ مشکوٰۃ میں گذر چکا ہے شیخ عبدالرحمن طفسونجی فرماتے ہیں کہ شیخ عبدالقادر جس وقت جوان تھے ہمارے پیر شیخ تاج العارفین ابوالوفا سے بغداد میں ملنے کے لئے آئے جب ابوالوفا نے دیکھا تو آپ کے لئے کھڑے ہوگئے اور جو لوگ کہ حاضر تھے ان کو بھی کہا کہ اللہ کے ولی کے لئے ایستادہ ہو جائیں اور آگے چند قدم چل کر آئے اور آپ سے ملاقات کی اور پھر فرمایا کہ جو ایستادہ نہیں ہے اسکو چاہئیے کہ وہ اللہ کے ولی کے لئے کھڑا ہو جائے۔

جب اسطرح آپ نے اس بات کی تکرار کی تو آپ سے اس بارے میں ہمراہیوں نے پوچھا۔

حضرت تاج العارفین نے فرمایا لھذا الشاب وقتاً اذا جاء اقتصر الیہ فیہ الخاص والعام وکانما اراہ قائلاً ببغداد علی رؤس الاشہاد وھو یقول قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ فتوضع لہ رقاب الاولیاء فی عصرہ اذھو قطبھم فمن ادرک منکم ذالک الوقت فلیلزم خدمتہ

یعنے اس نوجوان کا ایک وقت ہے جب وہ وقت آئے گا تو اس وقت اس نوجوان کے سب خاص و عام محتاج ہونگے اور گویا میں اس کو بغداد میں علی رؤس الاشہاد یہ کہتے ہوئے دیکھ رہا ہوں کہ میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے پس اس کے زمانے میں تمام اولیاء اپنی گردنیں جھکا دیں گے کیونکہ وہ ان کا قطب ہے لہذا تم میں سے جو یہ وقت پائے تو اس کی خدمت لازم کرلے۔

بعض جہال نے عبارت تاج الدین کو اصلاً نہیں سمجھا اور انہوں نے فی عصرہ کو صفت الاولیاء

قرار دیا جس سے اجتماع ضدین لازم آتا ہے اور یہ محال ہے جس کی کیفیت شیخ عبد اللہ الجونی کی حکایات کے سلسلہ میں گذر چکی ہے۔

ولی چہارم یہ شیخ عقیل منجی ہیں انہوں نے فرمایا هو فی وقتنا بمكة لا يعرفه الا الاولياء و سيظهر ههنا واشار الى العراق فتى عجمى شريف يتكلم على الناس ببغداد و يعرف كراماته الخاص والعام وهو قطب وقته يقول قدمى هذه على رقبة كل ولى الله وتضع الاولياء رقابهم ولو كنت فى زمانه لوضعت له رأس ذالك الذى ينفع الله به من صدق بكوامته من سائر الناس۔

ہمارے زمانہ میں قطب مکہ میں ہیں لیکن سوائے اولیاء کے ان کو کوئی نہیں پہچانتا اور قریب ہے کہ ایک نوجوان یہاں سے ظاہر ہوگا اور اشارہ بجانب عراق کیا اور کہا کہ وہ عجمی ہے اور سید ہے وہ بغداد میں لوگوں سے مخاطب ہوگا اور اس کو خواص اولیاء اللہ اور تمام لوگ پہچانیں گے اور یہ قطب ہے جو اپنے وقت میں اعلان کرے گا کہ میرے قدم اولیاء کی گردنوں پر ہیں اگر میں ان کے زمانہ میں ہوتا تو میں اپنا سر ان کے قدم کے نیچے رکھتا اسلئے کہ وہ قطب ہے اور جو اس کی بزرگی کی تصدیق کرے تو اس شخص کی وجہ سے اللہ تمام لوگوں کو فائدہ پہونچیگا۔

کلام شیخ عقیل منجی سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک تمام اولیاء متقدمین و متاخرین نے حضور غوث الثقلین کے قدم کے نیچے اپنی گردنیں رکھدیں شیخ مذکور نے اپنے کلام کو کسی زمانہ کے ساتھ مقید نہیں کیا ہے۔

ولی پنجم سات اولیاء متقدمین کے منجملہ پانچویں ولی جنہوں نے قدمی هذه الخ کہنے کے پیشتر اسکی خبر دی۔ شیخ علی بن وہب رحمۃ اللہ علیہ ہیں شیخ صالح معمر ابوبکر بن عبد الحمید شیبانی و شیخ قیس ابن یونس الشامی رحمۃ اللہ علیہما کہتے ہیں کہ ایک جماعت فقراء کی شیخ علی بن وہب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئی شیخ نے پوچھا کہاں سے آئے ہو انہوں نے جواب دیا عجم سے آئے ہیں آپ نے پھر پوچھا عجم کے کونسے حصہ سے آئے ہیں۔ جواب دیا گیلان سے فرمایا ان الله تعالىٰ قد نور الوجود بظهور رجل منكم قريب من الله اسمه عبد القادر مظهره فى العراق يقول ببغداد قدمى هذه على رقبة كل ولى الله تعالیٰ

وتقر اولیاء عصرہ یعنے راویان مذکور کہتے ہیں کہ ہمارے پیر نے فرمایا کہ حق تعالیٰ تم میں سے ایک مرد کے ظہور کے ذریعہ جو حق تعالیٰ سے نزدیک ہے عالم ہستی کو روشن کردیگا اس کا نام عبدالقادر ہے اور اس کا مقام ظہور عراق میں ہے وہ بغداد میں قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ کہیگا اور اس کا اقرار اسکے زمانے کے اولیاء کریں گے۔ شیخ علی بن وہب کے کلام سے صریحاً معلوم ہوتا ہے کہ اولیاء متقدمین و متاخرین قول قدمی ھذہ الخ کو قبول کریں گے اور اپنی گردنوں کو ان کے قدم کے نیچے رکھدیں گے۔

شیخ نے اس طرح اسلئے کہا کہ غوث الثقلین کے مقامات عظیمہ کشف کے ذریعہ انکے مشاہدہ میں آئے تھے اور یہ قوت صفائی باطن سے لوح محفوظ پر لکھا ہوا دیکھا کہ فلاں ولی بنام سید عبدالقادر گیلان میں پیدا ہوگا بغداد میں سکونت پذیر ہوگا اور قدمی ھذہ الخ کہیگا لہذا اولیائے زمانہ حضرت کو بھی شیخ نے اس طرح کہتے ہوئے اور اپنی گردنوں پر آپ کے قدم لیتے ہوئے مشاہدہ کیا شیخ نے یہ بھی فرمایا۔

ان قولہ بامر اللہ حق وان جمیع الاولیاء المتقدمین والمتاخرین بذالک قد حنوا اعناقھم

یعنے آپ کا یہ قول اللہ کے حکم سے حق ہے اور تمام اولیاء متقدمین و متاخرین نے اسکا اقرار کرکے اپنی گردنوں کو جھکا دیا۔

پس اے عزیز اقرار اولیاء زمانہ حجت قوی اور برہان جلی ہے کہ اولیاء کے اقرار میں کسی شائبہ کی گنجائش نہیں ہے لیکن جہاں اس عبارت کو حجت بناتے ہیں کہ کل ولی اللہ سے مراد اولیاء زمانہ ہیں حالانکہ معنی عبارت جو مذکور ہوئے وہی مراد شیخ علی ابن وہب ہے اگر کل ولی اللہ سے شیخ مذکور کی مراد اولیائے زمانہ ہوتے تو آپ تضع اولیاء عصرہ رقابھم فقط فرماتے۔

ولی ششم

چھٹے ولی جنہوں نے ظہور حضرت غوث الثقلین سے پیشتر آپ کے ظہور اور قول قدمی ھذہ الخ فرمانے کی پیشن گوئی کی شیخ حماد دباس ہیں رحمۃ اللہ علیہ۔ جب سید عبدالقادر ان کی مجلس میں آئے تو انہوں نے بڑھکر آپ کی متابعت کی اور کھڑے ہوگئے اور مجلس میں اعلان کیا کہ ھذا العجمی قدمہ لتعلو فی وقتھا علی رقاب

ولتوضعن
الاولیاء فی ذالک الوقت ولیومرن ان یقول والیقولن لہ رقاب الاولیاء فی زمانہ

یعنی شیخ حمّاد دباس نے کہا کہ اس عجمی کا قدم ہے جو اپنے وقت پر اس وقت میں اولیاء کی گردنوں پر بلند ہوگا اور ہر آئینہ وہ یکبارگی یہ کہنے پر مامور ہوگا کہ میرے قدم اللہ کے ہر ولی کی گردن پر ثابت ہے اور ہر آئینہ تمام اولیاء متقدمین و متاخرین اس قول کے کہنے کے وقت میں اپنی اپنی گردنوں کو آپ کے لئے رکھدیں گے۔

پس اے عزیز کلام شیخ حمّاد دباس سے معلوم ہوتا ہے کہ ارواح اولیاء اولین و آخرین میں اور وہ اولیاء جو اس وقت زندہ ہوں گے اپنی گردنوں کو آپ کے قدم کے نیچے رکھدیں گے اور حضرت حماد دباس کے کلام سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ جس طرح حضرت غوث الثقلین کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنی گردنوں کو آپ کے قدم کے نیچے رکھدیں۔ فی زمانہ صفت اولیاء جو بیان کرتے ہیں وہ اسلئے درست نہیں کہ اولیاء میں لام استغراق کے لئے ہے جو عمومیت اولیاء پر دلالت کرتا ہے اور فی زمانہ باعتبار صفت ان اولیاء کی خصوصیت پر دال ہے۔ ہر دو مراد کا ایک لفظ سے اظہار محال تھا لہذا فی زمانہ کہنے سے اشکال لازم نہیں آتا جس شخص کو علم نحو کا مذاق ہے وہ انصاف کرے گا دیگر اگر شیخ مذکور کا مراد اولیاء زمانہ سے ہوتا تو آپ اس طرح فرماتے۔ ولتوضعن لہ الرقاب اولیاء زمانہ لہذا شیخ کے الاولیاء کہنے سے یہ بدیہی نتیجہ نکلتا ہے کہ الاولیاء میں لام استغراق کا ہے اور با اظہار لفظ فی آپکی مراد اولیاء زمانہ سے نہ تھی۔

ولی ہفتم ابو یعقوب بن ایوب ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی قبل ظہور غوث الثقلین اسطرح پیشن گوئی فرمائی شیخ ابوسعید عبداللہ بن محمد الیمنی الشافعی کہتے ہیں کہ ایام شباب میں حصول علم کے لئے میں بغداد گیا تھا اور ابن سقا مدرسہ نظامیہ میں تعلیم کے زمانہ میں میرے رفیق تھے ہم نے علاوہ تعلیم کے صالحوں سے بھی ملاقات کی اس زمانہ میں بغداد میں ایک صاحب تھے جن کو غوث کہا جاتا تھا وہ چاہتے تھے تو نظر سے غائب ہو جاتے اور چاہتے تو نمودار ہو جاتے پس میں ابن سقا اور شیخ عبد القادر جیلانی نے جو کہ اس وقت نوجوان تھے ملاقات غوث کا قصد کیا۔ اثنائے راہ میں ابن سقا نے کہا کہ آج ان سے ایک ایسا مسئلہ پوچھینگے جسکا وہ جواب نہیں جانتے میں نے کہا میں بھی ایک مسئلہ پوچھوں گا اور دیکھوں گا کیا جواب دیتے ہیں شیخ عبد القادر نے کہا معاذ اللہ میں اور ان سے سوال کروں میں تو آپکی رویت کے برکات کا منتظر رہوں گا۔ الحاصل جب اس

۸ قدمی ہٰذہ الخ فرمائیں اس طرح تمام اولیائے اولین و آخرین کو حکم دیا گیا کہ

مقام پر پہونچے تو ان کو نہ پایا کچھ دیر کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ اسی مقام میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ ابن سقا کی جانب نگاہ غضب سے دیکھا اور کہا کہ تم مجھ سے ایسا مسئلہ پوچھنا چاہتے ہو جس کا میں جواب نہیں جانتا ہوں۔ تو تمہارا سوال یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے اور کہا کہ میں آتش کفر تم میں شعلہ زن دیکھ رہا ہوں۔ اسکے بعد میری طرف دیکھا اور کہا کہ اے بندۂ خدا تو مجھ سے مسئلہ پوچھنا چاہتا ہے اور دیکھنا چاہتا ہے کہ میں کیا جواب دوں گا۔ لے یہ تیرا سوال ہے اور اس کا یہ جواب ہے۔ تیری سوء ادبی کے باعث تو دنیا میں غرق رہے گا۔ اسکے بعد شیخ عبدالقادر کی جانب دیکھا اور کہا کہ اے عبدالقادر تو نے حسنِ ادب سے خدا اور رسول کو راضی کیا اور فرمایا:۔

کانی اراک ببغداد وقد صعدت علی الکرسی متکلماً علی الملاء وقلت قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ وکانی اری الاولیاء فی وقتک قد حنوا رقابھم اجلالاً لک ثم غاب عنا فلم نرہ بعد۔

یعنے اس غوث نے کہا کہ گویا میں تجھ کو بغداد میں دیکھ رہا ہوں کہ کرسی پر ٹھہر کر برملا کہہ رہے ہو کہ یہ میرے قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے اور گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تیرے وقت میں تمام اولیاء نے اپنی گردنیں تیری تسلیم اور اجلال کے لئے جھکا دیں ہیں۔ پھر یہ ہم سے غائب ہو گئے۔ اور ہم نے ان کو بعد نہیں دیکھا۔

شیخ ابو سعید عبداللہ یہ بھی کہتے ہیں کہ عرصہ قرب میں شیخ عبدالقادر نے بالائے منبر آکر قدمی ھذہ الخ کہا اور ان کی بزرگی پر خاص و عام نے اجماع کیا اور ان میں امارت قرب کا ظہور ہوا لیکن ابن سقا علم شرعیہ میں مشغول ہوئے یہاں تک کہ اکثر علماء زمانہ پر فائق ہو گئے۔ اور تمام علوم میں قطع مناظرہ میں مشہور ہو گئے صاحب زبان فصیح اور تقریر منبع تھے۔ خلیفہ یعنے امیر بغداد نے انکو ملک روم کی سفارت پر روانہ کیا اور جب دیکھا کہ وہ ہمہ فن مولی اور عجیب و غریب مفاحت کے مالک ہیں تو معلمان ترسایان اور علمائے نصاریٰ کو جمع کیا تا کہ ان سے مناظرہ کریں۔ ابن سقا نے انکو دلائل اور براہین قاطعہ سے عاجز کر دیا۔ روم کے بادشاہ کے نزدیک انکی جاہ و منزلت بڑھ گئی یہاں تک کہ انکی نظر بادشاہ روم کی لڑکی پر پڑی اور اسکے عشق میں مبتلا ہو گئے اور بادشاہ روم سے درخواست کی بادشاہ روم نے کہا کہ میں اپنی لڑکی انہیں نہ دونگا۔ اگر اسکے کہ وہ نصرانی ہو جائیں ابن سقا نے فوراً قبول کر لیا اور لڑکی کے لئے استدعا کی۔ غوث کی بات یاد آئی اور یقین ہو گیا کہ

یہ ساری بدبختی بے ادبی کا نتیجہ ہے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ میں دمشق گیا تو سلطان نورالدین شہید نے مجھے ولایت اوقاف سپرد کی اور بہت دنیا ہاتھ لگی اور جو غوث نے فرمایا تھا وہ سچ نکلا۔

صاحب مخازن قادریہ کہتے ہیں کہ بعض طالب علم کہتے ہیں کہ کل ولی اللہ سے مراد اولیاء زمانہ آنحضرت ہیں کیونکہ ان ولی و غوث نے فرمایا تھا کانی اری الاولیاء فی وقتك قدحنوا رقابهم یعنے بار مجرور کو صفت اولیاء جانتے ہیں یعنی اس طرح کہتے ہیں کہ وہ اولیاء جو آنحضرت کے وقت میں تھے انہوں نے اپنی گردنیں خم کیں اس قول سے اجتماع ضدین ایک ہی کلمہ میں لازم آتا ہے اور اس اجتماع کا ذکر اوپر گذر چکا۔ بعض دوسرے کلام شیخ غوث سے یہ حجت کرتے ہیں کہ کلام غوث سے مراد اولیاء زمانہ ہیں نہ کہ اولیائے اولین و آخرین ہیں ان لوگوں نے کلام غوث کو اصلاً نہ سمجھا۔ اسکے معنے اس طرح ہیں کہ فی وقتك صفت الاولیاء نہیں ہے بلکہ متعلق بہ قدحنوا ہے اور اولیاء میں جو لام ہے استغراق کے لئے ہے نہ عہد ذہنی و خارجی کے لئے جیسا کہ اس کلام بالا کی اوپر تشریح گذر چکی ہے بنابریں مقصود شیخ غوث یہ ہے کہ کانّی اریٰ جمیع الاولیاء من تقدم منهم ومن تاخر قدحنوا رقابهم فی وقتك فائدہ لام استغراق یہی ہے کہ تمام افراد مدخول خود پر دلالت کرتا ہے جیسے ان الانسان لفی خسر یعنے تمام مومنان و کافران و صالحان و فاسقان خسارے میں ہیں یعنی خدائے تعالیٰ نے مومنوں اور صالحوں کو مستثنیٰ فرمایا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات لیکن حضرت غوث نے کسی ولی کو مستثنیٰ نہیں کیا ہے پس ان کی مراد تمام اولیائے احیاء و اموات و ارواح اولیائے آخرین ہے اگر شیخ کی مراد یہ نہ ہوتی تو کانّی اریٰ اولیاء وقتك فرماتے لیکن جب فی کا اظہار کیا تو معلوم ہوا کہ انکی مراد وہی ہے جو گذری۔

اور بعض حکایات شیخ ابوسعید قیلوی کو مناقض و منافی حکایت شیخ غوث کہتے ہیں جو مستحسن نہیں ہے بلکہ ہر ایک پر واجب ہے کہ شیخ ابوسعید کے کلام کا اتباع کریں کہ وہ ولی اکمل اور صاحب کشف و کرامات تھے جو کچھ انہوں نے لوح میں دیکھا اسی طرح کہا اور غوث کا کلام ان کے فہم میں نہیں آیا درحقیقت دونوں ہم معنی ہیں اور اگر کوئی کہے کہ فی وقتك متعلق بہ قدحنوا ہے پس کس لئے مقدم کیا گیا تو اس سے کہنا چاہیئے کہ اسکی تقدیم میں حضرت غوث کا فائدہ ہے یعنے تمام اولیاء تیرے وقت میں یعنے تیرے قدمی هذه الخ

کہنے کے وقت میں اپنی گردنوں کو خم کریں گے اور جو لوگ کہتے ہیں کہ آپ کے قدم آپ کے وقت کے اولیاء کی گردنوں پر ثابت ہے تو ان سے کہنا چاہیئے کہ قول قدمی ھذہ الخ کے بعد جو ولی تیرے عہد میں پیدا ہو اسکی گردن پر میرا قدم ہے یا نہیں اگر کہے کہ ایسا نہیں کہا گیا تو ان کا قول باطل ہے کیونکہ یہ کہتے ہیں کہ آپ کا پاؤں ہر ولی کی گردن پر ثابت ہے جو آپ کے وقت میں ہے۔ پس یہ ولی بھی آپ کے وقت میں ہے لہذا اس کی گردن پر کس طرح نہ ہوگا اور جب آپ کا قدم ولی نو کی گردن جو آپ کے وقت میں ہے ثابت ہے تو پھر ہمارا مدعا و مقصد و مطلب ثابت ہے۔

یعنے جب ایک ولی نو کی گردن پر قدم ثابت ہوا تو تمام اولیائے اولین و آخرین کی گردن پر بھی ثابت ہوا جیسا کہ ولی نو حاضر نہ تھا اس کی روح حاضر تھی اسی طرح اولیائے اول و آخر کی ارواح حاضر تھیں اور انہوں نے اپنی گردنوں پر آپ کے قدم قبول کئے اسی وجہ سے اکثر اولیائے صاحب کشف نے گواہی دی ہے از ان جملہ یہ سات اولیاء ہیں جو کتاب بہجۃ الاسرار اور مخازن میں مذکور ہیں اور حکایت ولی ہفتم شیخ غوث کی تکلہ یافعی میں بھی مرقوم ہے ان سات اولیاء متقدمین کے علاوہ اور بھی ہیں جنہوں نے حضرت غوث الثقلین کے ظہور اور آپ کے قول قدمی ھذہ الخ زمانے کے قبل آپ کے قدم کا اثبات کیا ہے چنانچہ صاحب مناقب غوثیہ کہتے ہیں کہ صوفیان جنیدیہ سے ایک صوفی نے سید الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں ذکر کیا کہ ایک مجذوب کہتے ہیں کہ بغداد میں جنید کے بعد ایک سید ولایت گیلان سے آئے گا اور قدمی ھذہ الخ کہے گا اور تمام اولیاء اللہ اسکے قدم کو اپنی گردنوں پر لیں گے اور جو انحراف کرے گا مرتبۂ ولایت سے گر جائے گا۔

سید الطائفہ ابو القاسم جنید نے فرمایا کہ ہاں اولاد حسن مجتبےٰ سے ایک سید گیلان سے بغداد میں ظہور کرے گا اور ایک روز اثنائے خطبہ میں قول مذکور کہے گا اور تمام اولیائے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے قدم کو اپنی گردنوں پر رکھیں گے اور اگر میں زندہ رہوں تو میں بھی اسکے قدم کو اپنی گردن پر رکھوں گا۔

اور دوسرے شیخ موسیٰ سہروردی کتاب مکاشفہ جنید سے نقل کرتے ہیں کہ ایک جمعہ کے دن سید الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی پر اثنائے خطبہ میں تجلی کشفی ظاہر ہوئی اور وہ بے خود ہو گئے اور بے اختیار انکی زبان حق ترجمان پر یہ جملہ آیا کہ قدمہ علیٰ رقبتی اور اپنا سر جھکا لیا اور نچلے انتہائی زینہ پر اترے اور خطبہ پڑھنے میں سکتہ طاری ہو گیا اور لفظ قدمہ علی رقبتی پر خطبہ کو تمام کر دیا۔ ایک جماعت کو اشتباہ ہوا کہ اس وقت شیخ پر ایک خاص حالت طاری ہوئی ہے جب افاقہ ہوا تو آپ سے

استفسار کیا فرمایا کہ خطبہ پڑھنے کے اثناء میں مجھ پر عالم غیب منکشف ہوا اور میں نے معائنہ کیا کہ وسط قرن خامس میں فرزندان سید المرسلین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک فرزند ملقب بہ محی الدین اور موسوم بہ سید عبد القادر گیلان میں پیدا ہوگا اور وہ قدمی ھذہ الخ کہنے پہ امور ہوگا پس مجھے خطرہ لاحق ہوا کہ یہ فقرہ ان کے زمانہ میں نہیں ہے کس طرح ہماری گردن پر اس کا قدم ہوگا ناگاہ خطاب بعتاب آیا کہ وہ میرا محبوب ہے جب وہ قدمی ھذہ الخ کہے گا تو جملہ اولیاء اموات ارواح کیساتھ اور احیائے اجسام کے ساتھ وضع رقاب کریں گے۔ یہ سننے کے بعد میں نے قدمہ علی رقبتی کہا اور سید عالی قدر کے مرتبہ کا خود معائنہ کیا کہ وہ تمام اولیاء پر فوقیت رکھتا ہے۔ الحمد للہ علی نعمائہ

مناقب غوثیہ میں مجمع الفضائل سے منقول ہے کہ مشائخ چہاردہ خانوادہ جو حضرت غوث الثقلین کے زمانہ کے پہلے تھے ان کو معلوم ہو چکا تھا کہ آئندہ زمانہ میں اولاد امجاد سید المرسلین خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک فرزند پیدا ہوگا جسکا نام سید عبد القادر جیلانی ہوگا اور وہ کہے گا قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ اور ان مشائخ چہاردہ خانوادہ نے قبول کیا اور اپنی گردنیں رکھدیں اس کی تفصیل اس مختصر مقالہ میں بیان نہیں کیجا سکتی کتب صوفیہ سے معلوم کیجا سکتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اوائل حال آنحضرت میں بعض مشائخ نے کہا کہ یہ عجمی نوجوان کا ایک وقت ہے جبکہ اسکا قدم تمام اولیاء کی گردنوں پر ہوگا اور اکثر مشائخ کبار نے آپ کے ظہور سے سو سال قبل پیشن گوئی کی تھی کہ اس طرح آپ قدمی ھذہ الخ فرمائیں گے اور آپ کا قدم سب اولیاء کی گردنوں پہ ہوگا جنکے منجملہ شیخ ابوبکر ہوار بطائحی ہیں جو کبار مشائخین عراق سے تھے اور جو صاحب کرامت ظاہرہ و مقامات فاخرہ تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ اوتاد عراق معروف کرخی، بشر حافی، جنید بغدادی منصور عمار اور سید عبد القادر جیلانی ہیں ان سے پوچھا گیا کہ سید عبد القادر جیلانی کون ہے۔

ابوبکر بن ہوار بطائحی نے فرمایا ایک عجمی شریف ہے جسکا بغداد میں ظہور رہیگا قرن خامس میں ظہور ہوگا۔

مقام ہشتم

اولیائے متقدمین کی گردنوں پہ آپ کے قدم ہونے سے صحابہ کرام۔ ائمہ اثنا عشریہ علیہم السلام کے متعلق اشتباہ ہوتا ہے تو جاننا چاہیئے کہ ایک وہ ولایت ہے جو نبوت کے ساتھ ممزوج و ملحق ہے وہ ولایت پیغمبران و مرسلین ہے جن کے سلطان خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں دوسری ولایت جو خلافت صحابیت سے ممزوج ہے وہ ولایت ولایت امیر المومنین سیدنا علی علیہ السلام و صحابہ کرام و ائمہ معصومین علیہم السلام ہے اور وہ ولایت جو

نبوت، خلافت امامت سے مجرد ہے وہ ولایت تمام اولیائے اولین و آخرین کی ولایت ہے پس کل ولی اللہ سے مراد جو حضرت غوث الثقلین کے قول میں وارد ہوئی یہی اولیاء ہیں جو مجرد ولایت رکھتے ہیں ان اولیاء اللہ کے منجملہ جو گذر چکے تھے اور آنیوالے تھے وہ اپنی ارواح سے اور جو آپ کے زمانہ میں تھے وہ اپنے اجسام سے آپ کی مجلس میں حاضر تھے اور انہوں نے اپنی گردنوں کو آپ کے قدم کے نیچے رکھدیا اور اپنی گردنوں پر لے لیا اس بیان کی اکثر اولیاء کے اقوال سے تائید ہوتی ہے۔

مقصود کلام یہ کہ اگرچہ انبیاء، صحابہ اور ائمہ درحقیقت اولیاء ہیں لیکن عرف عام میں ان کو انبیاء کہتے ہیں نہ کہ اولیاء صحابہ کو اصحاب رسول کہتے ہیں نہ کہ اولیائے رسول اس طرح بارہ ائمہ کو اثنا عشر کہتے ہیں نہ کہ اولیاء اثنا عشر اور یہ بات مانی ہوئی ہے کہ یہ سب سلاطین اولیاء اور انکے اکابر ہیں۔ بحث اولیاء کے بارے میں ہے نہ کہ سلاطین و اکابر اولیاء کے بارے میں۔ لیکن جہال قول قدمی ھذہ الخ کو اصلاً نہیں سمجھ کر جو دل میں آیا بے تامل کہتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت غوث الثقلین نے قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ فرمایا۔ نہ کہ کل امام و صحابۃ فرمایا۔

چنانچہ جلاء الخاطر میں مسطور ہے کہ قال غوث الثقلین سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ و ولیۃ اللہ تعالیٰ من الاولین والآخرین سوی الصحابۃ والائمۃ من ذریۃ نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

یعنی آنحضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ثابت ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت متقدم ہو یا متاخر۔ بجز صحابہ اور ائمہ سے جو ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے ہیں۔

صاحب مخازن قادریہ کہتے ہیں کہ آنحضرت رضی اللہ عنہ کا قول مطابق قول الٰہی واقع ہوا جیسا کہ ارشاد باری ہوا۔ واذ قال ربك للملائكة انی خالق" بشر من طین فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ ساجدین فسجد" الملائکۃ کلھم اجمعون الا ابلیس استکبر وکان من الکافرین۔ قال یا ابلیس ما منعك ان تسجد لما خلقت بیدیت استکبرت ام کنت من العالین۔

یعنے جب آپ کے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں مٹی سے بشر کو پیدا کرنے والا ہوں جب میں اس کو برابر کر دوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اس کو سجدہ کرنا۔ تو تمام فرشتوں نے اسکو سجدہ کیا لیکن ابلیس نے تکبر کیا اور کافروں سے ہو گیا۔ خدائے تعالیٰ نے کہا اے ابلیس تجھکو اسکو سجدہ کرنے سے جسکو میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا باز رکھا کہ تو نے تکبر کیا یا اپنے کو اس سے بڑا سمجھا۔

صاحب مخازن قادریہ کہتے ہیں کہ تمام فرشتوں نے سجدہ تحیۃ و تکریم کے لئے اپنے سروں کو سجدہ میں جھکا دیا مگر سات فرشتوں نے ایسا نہیں کیا کیونکہ وہ مامور بہ سجدہ نہ تھے چنانچہ حق تعالیٰ ابلیس کو سرزنش کی اور فرمایا کہ ام کنت من العالین یعنے تو نے خود کو بڑھا سمجھا اور ملائکہ اعلیٰ سے خود کو برتر جانا حالانکہ وہ ساتوں ملائکہ مامور بہ سجدہ نہ تھے حاصل کلام یہ ہے کہ تمام اولیائے اولین و آخرین و حاضرین آپ کے قدم اپنی گردنوں پر لینے کے لئے مامور تھے مگر صحابہ کرام ائمہ معصومین علیہم السلام جو اولیا بھی ہے یہ مامور نہ تھے کیونکہ یہ حامل درجات علیا ہیں۔

صاحب مخازن قادریہ دوسری دلیل یہ پیش کرتے ہیں حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کو اہل سنت والجماعت اور شیعہ فرقہ امامیہ مانتے ہیں کہ آپ امیر المومنین و امام المسلمین ہیں اور یہ خود معلوم ہے کہ حضرت سلطان الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و دیگر انبیاء علیہم السلام اول مومن و مسلم ہیں جیسا کہ نص کریم میں وارد ہے لاشریک لہ وبذالك امرت وانا اول المسلمین یعنے حضرت ابراہیمؑ نے کہا خدا کا کوئی شریک نہیں اور اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں پہلا تصدیق کرنے والا ہوں۔

بخاری کی حدیث میں آیا ہے کہ انا اول المومنین پس مومنین و مسلمین آنحضرت علیہ السلام اور انبیاء نص اور حدیث سے ثابت ہے اسکے باوجود مومنین اور مسلمین کی جماعت میں یہ نہیں آتے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ باوجود انکی مومنیت کے اثبات کے خدائے تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی اور رسول کے لفظ سے یاد کیا جیسا کہ یاایہا النبی و یاایہا الرسول سے قرآن میں آپ کو خطاب کیا گیا نہ کہ بلفظ یاایہا المومن اگرچہ آنحضرت اور انبیاء علیہم السلام مومن ہیں لیکن عرف عام میں ان کو نبی و رسول کہا جاتا ہے اسی طرح دوازدہ امام اور صحابہ کرام جماعت کل ولی اللہ میں نہیں آتے۔

بعض جہال کہتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کو تین جگہ اہل شیعہ علیؑ ولی اللہ کہتے ہیں یعنے کلمۂ طیبہ وشہادت اور درود میں لیکن اس کے باوجود وہ کل ولی اللہ میں نہیں آتے حالانکہ صریحاً وہ ولایت سے مخاطب ہیں۔ ان سے کہنا چاہیئے کہ پہلے زمانے میں خوارج کی کثرت تھی یہ منکر سیادت وولایت امیر المومنین تھے پس اہل شیعہ نے اعتقاداً اور ان کو شرمندہ کرنے کیلئے آپ کو ان تین مواقع پر ولی اللہ کہنا شروع کیا لیکن ان کے عقائد میں اس طرح نہیں ہے کہ امیر المومنین کو ولایت مجردہ حاصل تھی بلکہ ان کا یہ اعتقاد ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام کو سیادت اور ولایت وغیرہ ذالک من الامور المدنیۃ التی لست فی احد سواہ لہذا ان کے اعتقاد میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کل ولی اللہ کی جماعت میں نہیں آتے۔

بعض معترضین کہتے ہیں یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ تمام اولیا متقدمین و متاخرین نے اپنی گردنیں جھکا دیں اور آپ کے قدم کو ان پر رکھ لیا ان سے کہنا چاہیئے کہ حضرت نے یہ قول خود سے نہیں فرمایا بلکہ اس بارے میں آپ مامور تھے اگر آپ خود سے فرماتے اور یہ قول کہنے پر مامور نہ ہوتے تو کوئی ولی اپنی گردن نہ جھکاتا اللہ کے نزدیک تمام اولیاء اللہ حاضر ہیں خواہ وہ زندہ ہوں یا مردہ یا آنے والے ہوں۔ خدائے تعالیٰ کا معاملہ روح سے ہے نہ کہ تن سے پس حضرت سلطان الاولیاء غوث الثقلین رضی اللہ عنہ عنداللہ اولیاء کے سامنے تھے جبکہ آپ کو حکم دیا گیا کہ قُل قدمی ھٰذہٖ علٰی رقبۃ کل ولی اللہ اور اسی طرح ان تمام اولیاء کو جو مجرد ولایت کے حامل تھے خطاب کیا گیا کہ ضعوا رقباتکم تحت قدمیہ پس اس حکم و فرمان کی بنا پر سب نے اپنی گردنیں خم کر دیں اور یہ قرینہ حکم ہے اس وجہ سے کہ حضرت غوث الثقلین نے اپنے کلام کو مقید بہ زمانہ نہیں فرمایا پس معلوم ہوا کہ تمام اولیائے اولین و آخرین قول قدمی ھٰذہ الخ کے تحت ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ ابوسعید بن ابوبکر الحریمی اور شیخ ابوبکر عثمان حریفی جو دونوں اہل کشف و مقامات عالیہ ہیں حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی شان میں فرماتے ہیں کہ واللہ ما اظھر اللہ تعالیٰ ولا یظھر الوجود من اولیاء مثل عبدالقادر۔

یعنے خدا کی قسم کہ خدائے تعالیٰ نے اولیاء سے مانند عبدالقادر کسی کو ظاہر کیا اور نہ ظاہر کریگا ان دونوں بزرگوں کا یہ مقولہ تکملہ امام عبداللہ یافعی اور کتاب بہجۃ الاسرار میں بہ اسناد راویان مذکور ہے معترضین کے لئے دوسری دلیل یہ ہے کہ لفظ کل عام ہے اور ولی اللہ کی طرف مضاف ہے

لہذا یہ عمومیت تمام افراد ولایت پر حاوی ہے خواہ زندہ ہوں یا مردہ یا آئندہ ہوں کوئی ولی مجرد اس تعمیم سے باہر نہیں ہو سکتا جیسا کہ علم اصول میں یہ قاعدہ بیان کیا گیا ہے کہ جو لفظ عام معنی پر دلالت کرے اگر وہ متکلم کی جانب سے خاص نہ ہو تو اسکی عمومیت پر عمل واجب ہے اسی بناء پر امام اعظم ابو حنیفہ کوفی کے نزدیک قراءت مطلق آیات فرض ہے نہ کہ کوئی مخصوص آیت بحسب فاقرؤا ما تیسر من القرآن اس آیت میں لفظ ما عام ہے جس میں تمام آیات قرآنی شامل ہیں اس سے کوئی آیت خاص مراد نہیں ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ لفظ ما عام ہے لیکن حدیث لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب نے اس کو خاص کر دیا ہے۔ پس لفظ ما سے فاتحہ مراد ہے نہ کہ فاتحہ کے ماسوا کوئی اور آیات۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ یہ خبر واحد ہے اور اس خبر واحد سے کتاب جو عام ہے خاص نہیں ہو جاتی۔ پس امام ابو حنیفہؒ نے دونوں طرح عمل کیا یعنے آیت پر بھی عمل کیا اور حدیث پر بھی یعنے مطلق قراءت کو لفظ ما سے ثابت کیا اور حدیث سے قراءت فاتحہ کے وجوب کو بھی۔ اسی طرح لفظ کل تمام اولیائے اولین و آخرین پر صادق آتی ہے کیونکہ متکلم قول قدمی ھذہ الخ حضرت غوث الثقلین ہیں اور حضرت کا یہ کلام عام ہے اس کو آپ نے خاص نہیں کیا ہے آپ نے یہ نہیں فرمایا قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ فی عصری او فی زمانی اور یہ قرینہ قول ہے۔ دوسروں کو کیا حق ہے کہ وہ دوسرے کے کلام کو خاص کرے۔ کسی کے عام کلام کو اگر کوئی دوسرے خاص کرے تو اس طرح خاص کرنے سے وہ خاص نہیں ہو جاتا۔ اگر یہ کہے کہ لفظ عالمین جو حق سبحانہ تعالیٰ کے ارشاد ان اللہ اصطفٰک وطھرک علی النساء العالمین اور واسمٰعیل والیسع و یونس ولوطا وکلا فضلنا علی العالمین اور واٰتاکم ما لم یؤت احدًا من العالمین میں عام ہے مفسروں نے ان آیات کو خاص کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ نساء سے مراد وہ عورتیں ہیں جو زمانہ مریمؑ میں تھیں اس سے مراد امّ البشر سے دور آخر تک کی عورتیں نہیں ہیں۔ اور دوسری آیت میں عالمین سے مراد وہ لوگ ہیں جو ان تین پیغمبروں کے زمانہ میں تھے نہ کہ اس سے مراد ابو البشر تا آخر ہے اور احدًا من العالمین سے بھی یہی مراد ہے اور یہ خود ظاہر ہے کہ ان آیات اور تمام قرآن کا متکلم خدائے تعالیٰ ہے نہ کہ مفسران اسکے باوجود مفسروں نے جو غیر متکلم قرآن ہیں عام آیات کو خاص

کر دیا ہے اس غرض کا جواب یہ ہے کہ مفسرین نے کلام حق کو جو عام ہے اپنے سے خاص نہیں کیا ہے بلکہ انہوں نے ہر آیت کے متعلق حدیث سے سند لی ہے اور آنحضرت علیہ السلام نے بھی خود سے ان آیات کو خاص نہیں کیا بلکہ وحی الہی سے کیا ہے۔ پس حقیقت میں یہ آیات متکلم کی جانب سے خاص ہوئی ہیں نا کہ غیر متکلم کی جانب سے اسی طرح قول قدمی ھذہ الخ میں حضرت غوث الثقلین نے لفظ کل کو خاص نہیں کیا ہے لہذا دوسروں کو حق نہیں پہونچتا کہ وہ اسکو خاص کریں اور دوسرے یہ کہ اگر مفسرین خود ارشاد ہوتے تو آیت وما ارسلناک الا کافۃ للناس کو خاص کرتے جیسا کہ نصاریٰ نے کیا ان کا کہنا ہے کہ آنحضرت علیہ السلام عرب کے لئے مبعوث ہوئے تھے حالانکہ حق تعالیٰ نے اس آیت کو عام چھوڑا ہے اور مفسرین نے بھی اسکو عام چھوڑا ہے للناس سے مراد آنحضرت کی بعثت سے روز قیامت تک کا زمانہ لیا ہے۔ نصاریٰ کو اس آیت کو خاص کرنا سودمند نہوا کیونکہ متکلم نے اس کو خاص نہیں کیا اسی طرح حضرت سلطان الاولیاء رضی اللہ عنہ نے کل ولی اللہ سے مراد اپنے زمانہ کے اولیاء نہیں لی ہے۔

بعض جاہل یہ کہتے ہیں آیت مذکورہ پر قیاس کر کے کل ولی اللہ سے مراد اولیائے آخرین ہیں نہ کہ اولیائے اولین جیسا کہ للناس سے مراد لوگ ہیں جو آنحضرت علیہ السلام کی بعثت سے قیامت تک ہیں نا کہ اس سے مراد حضرت آدمؑ سے تا بعثت نبوی لوگ ہیں۔ تو جاننا چاہیئے کہ یہ بات پایۂ تحقیق کو پہونچ چکی ہے کہ تمام مرسلین اور اولوالعزم اور دوسرے پیغمبروں نے اپنی امتیوں کو وصیت کی تھی نبی آخر الزماں پر ایمان لائیں پس ہر نبی مرسل کی امت نے سلطان الانبیاءؐ پر ایمان لایا اس وجہ سے پہلے کے لوگ اس آیت شریفہ میں داخل ہیں لیکن شریعت کی رو سے خارج ہیں اسی طرح اولیاء حضرت سلطان الاولیاء کے قدم اپنی گردنوں پر لینے کی آرزو میں داخل ہیں اور اپنی گردنوں پر عملاً آپ کے قدم لینے میں اولیائے حاضرین و آخرین داخل ہیں۔

دوسرے یہ کہ حق تعالیٰ نے تمام مومنین و مومنات کو حضرت آدمؑ سے قیامت تک جنّات سے وعدہ فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد ہوا وعد اللہ المومنین والمومنات جنات تجری من تحتہا الانہار اس بشارت میں اہل ایمان حضرت آدمؑ سے تا خاتم الانبیاء آ گئے الفاظ مومنین و مومنات سے مراد امت محمدیہؐ کے مومن و مومنات خاص طور پر نہیں ہیں اسی طرح کل ولی اللہ میں اولیائے اولین و حاضرین و آخرین میں داخل ہیں اس سے مراد حضرت سلطان الاولیاء

کے زمانہ کے اولیاء ہی مراد نہیں ہیں۔

یہ بھی جاننا چاہیئے کہ تمام پیغمبروں کے دو مقامات ہیں ایک مقام ولایت دوسرا مقام نبوت مقام نبوت میں کسی ولی کو راہ نہیں لیکن ہر ولی اولین و آخرین سے مقام ولایت میں کسی نہ کسی پیغمبر کے قدم بہ قدم ہوتا ہے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ عوارف میں تحریر فرماتے ہیں کہ سیدنا عبدالقادر الجیلانی نے فرمایا ہے ان کل ولیٌ علی قدم نبیٍ وانا علی قدم جدی محمد صلی اللہ علیہ وسلم لہٰذا بروئے روایت شیخ الشیوخ رحمۃ اللہ علیہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ اپنے دادا احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام ولایت میں ہیں جسکو اصطلاح صوفیہ میں مقام مخدع کہتے ہیں جسکے تحت اولیاء کے مقامات ہیں اور یہ مقام اعلیٰ ہے کہ کوئی اس تک نہیں پہونچا پس جو مقام ولایت سلطان الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہو کسی طرح اسکے مقام اولیاء اولین و آخرین کی گردنوں پر نہ ہوں گے

حضرت شیخ اکبر شیخ محی الدین بن علی العربی رحمۃ اللہ علیہ فتوحات میں فرماتے ہیں فرماتے ہیں کہ شیخ ابوالسعود نے جو ولی اکمل تھے قسم کھا کر فرمایا ہے کہ حضرت قطب الاولیاء سلطان الاولیاء سید عبدالقادر رضی اللہ عنہ مقام ولایت محمدیہ میں پہونچے ہیں جو باطن نبوت ہے۔ اور ابوالسعود اس مقام میں نہیں پہونچا بلکہ منجملہ اولیاء کے ایک نبی کے مقام ولایت میں پہونچ سکا۔

مقام سوم

ان اولیاء اللہ کے بیان میں جو حضرت غوث الثقلین کے زمانہ میں تھے اور جنہوں نے آپ کے قدم کو اپنی گردنوں پر قبول کیا۔ اور جو آپ کی مجلس میں اور اپنے شہروں اور مقامات سکونت سے حاضر تھے منجملہ ان کے تین سو اسامی تھے جس کے منجملہ پچاس ولی کامل تھے جو مجلس شریف میں حاضر تھے ان میں شیخ علی بن ہیتی ہیں۔

صاحب بہجۃ الاسرار نے اولیاء و اقطاب کی یہ تعداد بیان کی ہے اور ان کا کشف بھی بیان کیا ہے کہ کسی طرح قدمی ھذہ الخ کے بارے میں انہوں نے کہا ہے۔

رجعت الی المقصود امام عبداللہ یافعی تکملہ میں لکھتے ہیں کے غوث الثقلین سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو بروز جمعہ منبر پر اثنائے خطبہ میں تجلی حضرات ہوئی جس نے آپ کو ماسوائے اللہ سے بیگانہ کر دیا اور کوئی درجہ ترقی اور مرتبہ نہ رہا جب آپ کے زیر قدم نہ آیا ہو اس وقت آپکی زبان مبارک

یہ قدمی ہذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ وولیۃ اللہ من الاولین والاخرین سوے الصحابۃ والائمۃ من ذریۃ نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم جاری ہوئے تمام اولیائے متقدمین و متاخرین نے اپنی گردنیں پست کر دیں سوائے ایک شخص کے۔

صاحب نفحات الانس و مراۃ الاسرار و مخازن و سفینہ کہتے ہیں کہ اس موقع پر تقریباً ایک سو اصحاب حاضر تھے از ان جملہ شیخ علی ہیتی، شیخ بقا ابن بطو، شیخ ابوسعید قیلوی۔ شیخ ابوالنجیب سہروردی و شیخ جاکیر و قضیب البان موصلی و خواجہ یوسف ہمدانی۔ شیخ علی بن مسافر، شیخ عبدالرحمن طفسونجی۔ شیخ ماجد کردی۔ شیخ صدقہ بغدادی۔ شیخ احمد غزالی شیخ شہاب الدین سہروردی وغیرہم تھے۔ ان میں شیخ علی ہیتی نے منبر پر آکر آپ کے قدم مبارک کو پکڑ کر اپنی گردن پر رکھ لیا اور آپ کے زیر دامن آگئے اور تمام اولیاء نے جو حاضر تھے اپنی گردنیں خم کر دیں۔

صاحب سفینہ کہتے ہیں کہ اس وقت حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدھی جانب جماعت ملائکہ مقربین اور اولیائے متقدمین و متاخرین کے ساتھ وہاں موجود تھے۔ احیاء اپنے اجساد اور اموات اپنے ارواح کے ساتھ۔ آنحضرتؐ نے خلعت پہنائی اور ملائکہ و رجال الغیب حضرت غوث الثقلین کی مجلس کو درمیان میں لیکر ہوا میں صف در صف کھڑے ہوئے تھے روئے زمین میں کوئی ایسا ولی نہ تھا جس نے اپنی گردن خم نہ کی ہو۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کے دعوے صرف کمال عنایت بے نہایت الٰہی اور فرزندی و حمایت رسالت پناہی سے ہی ہو سکتا ہے ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم

کتاب بہجۃ الاسرار میں سید علی شطنوفی باسناد صحیح شیخ ابوسعید قیلوی سے جو قطب اکمل و ولی افضل ہیں لکھتے ہیں الشیخ عبدالقادر قدمی ہذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ تجلی الحق عزوجل علی قلبہ وجاءتہ خلعۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی ید طایفۃ من الملائکۃ المقربین والبسہا بمحضر من جمیع الاولیاء من تقدم منہم ومن تاخر الاحیاء باجسادہم والاموات بارواحہم وکانت الملائکۃ ورجال الغیب حافین بمجلسہ

وواقفین فی صفوف حتی استند الاحق بهم ولم یبق ولی فی الارض حتی حنا عنقه۔ اس عبارت کا مفہوم اوپر گذر چکا ہے۔

صاحب مخازن لکھتے ہیں کہ یہ قول شیخ ابوسعید قیلوی زیادہ قوی اور مضبوط و محکم ترین دلائل نقلیہ کا حامل ہے کہ آپ کا قدم اولیاء متقدمین و متاخرین کی گردنوں پر ثابت ہے۔

کتاب بہجۃ الاسرار میں مسطور ہے کہ شیخ بقا ابن بطو جو ولی صاحب کشف و کرامات اور صاحب حال و مقام ہیں اس مجلس میں حاضر تھے جس طرح شیخ ابوسعید قیلوی نے مشاہدہ و معائنہ کیا انہوں نے بھی اسی طرح معائنہ و مشاہدہ کیا اور فرمایا کہ جب شیخ عبدالقادر نے قدمی هذه الخ فرمایا تو فرشتوں نے کہا صدقت یا عبداللہ یعنی فرشتوں نے آپ کے قول کی تصدیق کی۔ اگر کل ولی اللہ سے مراد آپکے زمانے کے اولیاء ہوتے تو فرشتے قدماك علی رقاب الاولیاء زمانك کہتے۔

سید علی شطنوفی اپنی کتاب بہجۃ الاسرار میں باسناد صحیح لکھتے ہیں کہ شیخ صالح ابو محمد یوسف بن مظفر بن شجاع بغدادی لکھتے ہیں کہ سنہ ۶۲۰ھ میں شیخ عدی بن مسافر سے ملنے کا میں نے ارادہ کیا جب ملا تو شیخ عدی نے پوچھا کہاں سے آئے ہو میں نے کہا بغداد سے آرہا ہوں شیخ عبدالقادر کا ہم صحبت ہوں۔ فرمایا بخ بخ ذالك قطب الارض وضعت ثلاث مائة ولی اللہ وسبع مائة غیبی ما بین جالس فی الارض ومار فی الهوا اعناقهم فی وقت واحد حین قال قدمی هذه علی رقبة کل ولی اللہ تعالیٰ۔

یعنی خوب خوب یہ قطب زمین ہیں تین سو اولیاء اللہ اور سات سو رجال الغیب نے اپنی گردنیں رکھدیں جبکہ شیخ عبدالقادر نے فرمایا کہ میرے یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ثابت ہیں۔ اسکے ایک عرصہ کے بعد میں ام عبیدہ گیا تاکہ شیخ احمد بن علی الرفاعی سے ملاقات کروں میں نے شیخ عدی بن مسافر سے جو کچھ سنا تھا انکو سنایا تو شیخ نے فرمایا صدق الشیخ عدی

صاحب مخازن قادریہ لکھتے ہیں کہ اس کلام سے اور دو چیزیں معلوم ہوتی ہیں ایک یہ کہ آپ کے قدم رجال الغیب پر بھی ہیں دوسرے یہ کہ آپ نے قدمی هذه ایک بار نہیں بلکہ کئی بار کہا اسی وجہ سے فی وقت واحد کہا گیا اور مردانِ غیب تمام ارواح ہیں لیکن لطیف اجسام رکھتے ہیں اور جب آپ کا قدم ان کی گردنوں پر ثابت ہوا تو پھر ارواح اولین و آخرین کی گردنوں

ہر کس طرح ثابت نہ ہوگا۔ دوسرے سید احمد الرفاعی ولایت میں کامل تھے اور انہوں نے شیخ عدیؔ بن مسافر کی مطلق تصدیق کی اور اگر کُل ولی سے مراد اولیائے زمانہ ہوتے تو اسطرح مطلق تصدیق نہ کرتے بلکہ خاموش رہتے۔

صاحب مخازن قادریہ لکھتے ہیں کہ ہر ولی کسی ایک نبی کے مقام ولایت میں پہونچتا ہے اور سیدنا غوث الثقلین رضی اللہ عنہ مقام ولایت محمدیہ میں پہونچے ہیں اسلئے آپ کو قطب الوجود کہا جاتا ہے وہو القطب کہتے ہیں کہ وہو القطب میں الف لام بدل مضاف الیہ ہے اور وہ وجود ہے کسی قطب کو قطب الوجود نہیں کہا جاتا بجز اس ولی کے جو مقام ولایت سلطان الانبیاء میں پہونچا ہو اور وہ بجز سید عبدالقادر کے کوئی دوسرا نہیں ہے۔ سید علی شطنوفی بہجۃ الاسرار میں لکھتے ہیں کہ شیخ ابو القاسم بن ابی بن محمد البغدادی کہتے ہیں کہ میں نے شیخ خلیفہ کو جو ولی کامل ہیں اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثر رویا میں دیکھا کرتے تھے یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے خواب میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوا تو حضورؐ سے عرض کیا اے رسولؐ خدا شیخ عبدالقادر نے فرمایا ہے کہ میرا قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ثابت ہے۔ تو حضورؐ نے ارشاد کیا صدق الشیخ عبدالقادر وکیف لا وہو القطب وانا ارعاہ

یعنے شیخ عبدالقادر نے درست کہا اور کیونکر ان کا قدم ہر ولی کی گردن پر نہ ہوگا جبکہ وہ القطب ہے اور میں اسکی رعایت کرتا ہوں۔

صاحب مخازن قادریہ فرماتے ہیں کہ کُل ولی اللہ سے مراد اولیائے زمانہ ہوتے تو آنحضرتؐ جواب مطلق صدق الشیخ نہ فرماتے بلکہ قدماہ علی رقاب اولیاء زمانہ فرماتے چونکہ آنحضرتؐ کو معلوم تھا کہ ہر ولی کسی ایک نبی کے مقام ولایت میں پہونچتا ہے اور سید عبدالقادر الحسنی الحسینی الجعفری الجیلانی رضی اللہ عنہ اپنے جد کے مقام ولایت میں پہونچے ہیں پس اسی وجہ سے وہو القطب فرمایا۔

صاحب بہجۃ الاسرار، بہجۃ الاسرار میں الشیخ عدی بن مسافر کی سند سے کہتے ہیں کہ شیخ ابو المفاخر بن شیخ ابی البرکات کہتے ہیں کہ ہمارے والد نے ہم کو خبر دی کہ میں اپنے چچا شیخ عدی بن مسافر کہ مجھے اطلاع ملی کہ مشائخین متقدمین سے کسی نے کہا کہ یہ میرا پاؤں ہر ولی خدا کی گردن پر بجز سید عبدالقادر جیلانی کے ثابت ہے۔ شیخ عدی بن مسافر نے کہا کہ کسی ولی متقدم نے اس طرح نہیں کہا صرف سید عبدالقادر نے قدمی ہذہ الخ فرمایا میں نے کہا کہ اسکے کیا معنی

ہیں شیخ عدی نے فرمایا کہ ہر وقت کا ایک فرد ہوتا ہے لیکن کوئی فرد مامور نہ ہوا کہ اس طرح کہے بجز سید عبدالقادر جیلانی کے جو اس طرح کہنے کے لئے مامور تھے اور تمام اولیاء نے امر حق سے اپنی گردنیں خم کیں اور فرمایا اے ابو البرکات کیا تم نہیں دیکھتے کہ فرشتوں کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ آدمؑ کو سجدہ کریں اور اسلئے انہوں نے آدم کو سجدہ کیا۔

صاحب مخازن کہتے ہیں کہ اولیاء کی حکایت کو ملائکہ کی حکایت سے تشبیہ دینے سے حضرت غوث الثقلین کے قدم تمام اولیاء کی گردنوں پر ہونے کا ثبوت ملتا ہے جس طرح میثاق کے دن تمام ارواح حاضر تھیں یہاں بھی تمام ارواح اولین و آخرین و حاضرین نے بفرمان حق تعالیٰ اپنی گردنیں خم کر دیں اور آپ کے قدم کو قبول کیا۔

وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ قبول کرنا شرط ہے نہ کہ رکھنا تمام اولیاء نے بموجب شرط ظاہر آپ کے قدم کو قبول کیا نہ کہ آپ کے قدم کو عمداً اپنی گردنوں پر رکھا۔ لیکن حاضرین کی حکایت سے شیخ علی بن ہیتی نے اپنے مقام سے اٹھ کر پایۂ منبر جا کر عین قدم مبارک کو اپنے ہاتھ سے اپنی گردن پر رکھا اور باقی تمام اولیاء حاضرین نے اپنی جگہ بیٹھے ہوئے اپنی گردنیں خم کر دیں اور ارواح آخرین نے اپنی گردنوں کو بحضور حق رکھا جیسا کہ میثاق کے روز ہوا اگرچہ اس کے بعد اس کیفیت اجتماع کو اولیاء نہیں جانتے جیسے کہ کیفیت اجتماع ارواح بروز میثاق کو ہر ایک نہیں جانتا لیکن جو ولی ہوگا وہ انکار نہ کریگا اور اگر کہے گا تو سمجھنا چاہیئے کہ اسکو ولایت میں قرب نہیں ہے۔

بہجۃ الاسرار میں شیخ علی شطنوفی باسناد صحیح روایت کرتے ہیں کہ ابوالقاسم فقیہ نے کہا کہ میں نے سنا کہ شیخ ابوالحسن علی العربی نے دمشق میں فرمایا کہ ہمارے پیر شیخ ابوسعید قیلوی سے پوچھا گیا کانا السمع قال السید عبدالقادر قدمی هذه علی رقبة کل ولی اللہ تعالیٰ بامر قال بلی قالها بامر لاشك فیه وهو لسان القلب ومن الاقطاب فی کل وقت من یومر بالسکوت فلا یسعه الا السکوت ومنهم من یومر بالقول فلا یسعه الا القول فهو الاکمل فی مقام القطبیه لانه لسان الشفاعة۔

یعنے ہم سنتے ہیں کہ سید عبدالقادر نے کہا کہ میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر بحکم خدا ثابت ہے شیخ ابوسعید قیلوی نے کہا کہ ہاں سید عبدالقادر نے اس طرح خدائے تعالیٰ کے حکم سے کہا

اور وہ لسان القطب ہے۔ بعض قطب ماموربہ سکوت ہوتے ہیں ان کو بجز سکوت اختیار کرنے کے چارہ نہیں بعض ان میں ایسے ہیں جو ماموربہ کلام ہیں ان کو بجز کہنے کے چارہ نہیں ہوتا۔ اور سید عبدالقادر مقام قطبیت میں اکمل ہیں کیونکہ وہ زبان شفاعت ہیں شیخ ابوسعید قیلوی کے اس قول سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ سید عبدالقادر جیلانی کی قطبیت اکمل ترین ہے اور دوسرے یہ کہ مریدوں اور مخلوق کے آپ شفیع ہیں۔

صاحب مخازن قادریہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ قدمی ھذہ الخ کہنے کے موقع پر ستر ہزار لوگ حاضر تھے منجملہ ان کے تین سو اولیا تھے جن میں پچاس اولیائے کامل تھے جن میں ایک شیخ علی بن ہیتی تھے۔

صاحب بہجۃ الاسرار کہتے ہیں کہ ابوالحسن علی بن عبداللہ بن ابی بکر بن احمد البری ۶۸۵ھ نے ہم سے یہ بات کہی کہ ۶۰۳ھ میں اس مجلس میں کہ جس میں جید مشائخ بغداد میں جمع تھے وہ آپس میں فخر کر رہے تھے اور سید عبدالقادر جیلانی کے قول قدمی ھذہ الخ کو یاد کرتے تھے شیخ جلیل بن ابی العباس احمد نے کہا کہ میں نے ۵۹۷ھ میں شیخ ابوسعود سے ملاقات کا ارادہ کیا اور ملاقات کے بعد سید عبدالقادر کے قول قدمی ھذہ الخ کی نسبت دریافت کیا تو شیخ نے فرمایا کنت حاضرًا وسمعتها من فیه وکان فی مجلسه یومئذٍ خمسین شیخًا من اعیان شیوخ ذالك العصر ورایتهم قد حنوا اعناقهم حین قالها وظهرت علیهم امارة الخشوع ورأیت الشیخ علی بن الهیتی قد طلع الیه فوق الکرسی فوضع قدمه علی عنقه

یعنے شیخ ابوسعود نے کہا کہ میں اس مجلس میں حاضر تھا اور میں نے سید عبدالقادر کے اس قول کو سنا اسوقت پچاس شیخ اعیان مشائخ سے حاضر تھے میں نے انھیں دیکھا کہ اپنی گردنیں جھکائے ہوئے ہیں اور فروتنی کی علامت ان سے ظاہر ہے اور دیکھا کہ شیخ علی بن ہیتی اس حال میں کرسی کے اوپر چڑھے اور اپنی گردن پر آپ کے قدم کو رکھ لیا۔ منجملہ ان اولیاء کے جو حاضر تھے شیخ ابوعبداللہ محمد بن قاید الاوانی بھی تھے رحمۃ اللہ علیہ شیخ ابو عمر عثمان بن سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے بھی شیخ ابوعبداللہ محمد سے ملاقات کا قصد کیا تھا۔ قول قدم کے متعلق بروز عاشورہ ۵۸۲ھ میں نے ان سے پوچھا تو انہوں جسطرح شیخ ابوالسعود نے کہا

تھا اسی طرح کہا یہ دونوں روایات تکملہ بہجۃ الاسرار اور مخازن وغیرہ میں مسطور ہیں ۔

منجملہ اولیاء کے دوسرے ولی جو اس مجلس میں حاضر تھے قطب آفاق سید تاج الدین عبدالرزاق تھے رحمۃ اللہ علیہ ۔ صاحب بہجۃ الاسرار لکھتے ہیں کہ شیخ ابو یوسف یعقوب بن منصور انصاری کہتے ہیں کہ بسبب آں قدم سنہ ۶۶۹ھ میں سوئے بغداد آیا اور سنہ ۶۳۱ھ میں سیدنا عماد الدین ابی صالح نصر سے ملاقات کا ارادہ کیا ان کو میں نے ان کے دادا کے مدرسہ میں پایا ان کے نزدیک ایک جماعت تھی اس جماعت میں سے ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ آپ نے قول قدمی ھذہ الخ کی نسبت کچھ سنا ہے ۔ سید ابی صالح نصر نے فرمایا میں نے اپنے باپ سید عبدالرزاق اور اپنے تین چچاؤں سید عبدالوہاب و سید عبدالرحمن و سید ابراہیم رضی اللہ عنہم سے متفرق اوقات میں یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ حضرنا فی المجلس الذی فیہ قال والدنا رضی اللہ عنہ قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ وکان فیہ حاضراً خمسون شیخا من اکابر مشائخ العراق فحنوا کلھم رقابھم وبلغنا عن المشائخ المتفرقین فی الانصار الذین حضروا فی ذالک الوقت انھم مدوا اعناقھم واخذوا عنہ بما قال ولم یبلغنا عن احد منھم انہ انکر علیہ

یعنی سید عبدالرزاق و سید عبدالوہاب و سید عبدالرحمن و سید ابراہیم کہتے ہیں کہ ہم اس مجلس میں حاضر تھے جس میں ہمارے والد نے فرمایا کہ یہ میرا قدم ہر اللہ کے ولی کی گردن پر ثابت ہے اور اس مجلس میں پچاس اکابر مشائخ عراق موجود تھے ان سب نے اپنی گردنیں خم کر دیں اور آپ کے قدم کو قبول کیا ۔ اور ہم کو متفرق شہروں میں رہنے والے مشائخوں کے متعلق سے یہ خبر ملی کہ اسوقت انہوں نے بھی اپنی گردنیں خم کر دیں اور آپ کے قدم کو قبول کیا اور ایسی کوئی اطلاع نہیں ملی کہ کسی نے انکار کیا ہو ۔

صاحب بہجۃ الاسرار کہتے ہیں کہ سیدی احمد الرفاعی ولی اکمل اور سلطان وقت تھے ۔ جس وقت حضرت غوث الثقلین نے قدمی ھذہ الخ فرمایا وہ اس مجلس میں حاضر نہ تھے لیکن اپنے شہر میں انہوں نے اپنی گردن دراز کر دی اور جب اسکی وجہ دریافت کی گئی تو کہا کہ سید عبدالقادر نے ابھی ابھی بغداد میں قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ فرمایا ہے ۔

اس کتاب میں باسناد صحیح مرقوم ہے کہ شیخ ابو حفص بن شیخ عبدالرحمن طفسونجی کے کہا ہے کہ

میرے والد نے شہر طفسونج میں اپنی گردن خم کردی میرے پوچھنے پر فرمایا قال السید عبدالقادر الآن ببغداد قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ تعالیٰ فارخنا عنہ ثم جاء الخبر من بغداد انہ قال ذالک فی الیوم الذی ارخناہ۔

یعنے ابھی ابھی سید عبدالقادر نے بغداد میں قدمی ھذہ الخ فرمایا ہے ہم نے اسکی تاریخ نوٹ کرلی پھر بغداد سے خبر آئی کہ آپ نے اس روز جسکی ہم نے تاریخ نوٹ کی تھی اسی طرح فرمایا۔

اسی کتاب میں ہے کہ عبداللطیف بن عبدالنجیب سہروردی اس مجلس میں حاضر تھے جبوقت سید عبدالقادر نے فرمایا کہ میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پہ ثابت ہے تو میرے والد نے اپنا سر زمین تک جھکا دیا اور کہا علیٰ راسی علیٰ راسی یعنے میرے سر پہ میرے سر پہ میرے سر پہ شیخ موسیٰ زوی بھی اس مجلس میں حاضر تھے۔

صاحب بہجۃ الاسرار یہ بھی لکھتے ہیں کہ شیخ دقیقہ ابو طالب عبدالرحمٰن بن ابو الفتح بن محمد بن ابو المظفر عبدالسمیع بن عبداللہ القرشی الہاشمی نے کہا کہ میں بصرہ میں اپنے لڑکپن میں آیا تھا ابی الفتح کے ساتھ ابی محمد بن عبداللہ المصری کے پاس گیا وہ اس وقت اپنے ساتھیوں سے گفتگو میں مصروف تھے یکایک خاموش ہو گئے اور ہمراہیوں نے بھی سکوت اختیار کیا، پھر آپ نے اپنا سر زمین پر رکھدیا اور کہا کہ وہ قدم مبارک میرے سر پہ ہے پس جب میرے والد اپنے گھر میں ان کے ساتھ آئے تو میرے والد نے ان سے کہا کہ آپ کو خدا کی قسم اس فعل کا سبب مجھ سے بیان کیجئے تو کہا قد قال السید عبدالقادر الیوم ببغداد قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ ولم یبق ولیٌ فی الارض حتی فعل مثل ما رایتنی فعلت قال فارخ الی ذالک الیوم وسافر الی بغداد وانا معہ فاخبرنا ان سید عبدالقادر قد قال ذالک فی الیوم الذی ارخہ الی بالبصرۃ۔

یعنے سید عبدالقادر نے آج بغداد میں قدمی ھذہ الخ فرمایا ہے اور روئے زمین میں کوئی ولی ایسا نہیں ہے جس نے ایسا فعل نہ کیا ہو جیسا کہ تم نے مجھے کرتے ہوئے دیکھا، میرے باپ نے اس دن کی تاریخ لکھدی اور بغداد کا سفر کیا میں بھی ان کے ہمراہ تھا ہم کو خبر دی گئی کہ عبدالقادر نے واقعی اسی روز اسطرح اس دن فرمایا تھا جسکو ہم نے بصرہ میں نوٹ کیا تھا۔

شیخ ضیات بن قیس الحرانی نے حران میں بھی اسی طرح کہا۔

بہجۃ الاسرار میں یہ بھی مذکور ہے کہ شیخ ابو عمر نے کہا میں ایک بار حج کے لئے گیا تھا اور وہاں سے اپنے پیروں سے ملنے اور ان سے استفادہ کرنے کے لئے بغداد آیا۔ پھر سید عبدالقادر جیلانی رض کی مجلس میں حاضر ہوا۔ اس وقت بزرگان عجم بھی موجود تھے میں ابی الکریم الاکبر اور شیخ ابی عبداللہ محمد دارانی قدوسی کی جانب بیٹھ گیا۔ پس سید عبدالقادر جیلانی رض نے فرمایا میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے تو تمام حاضرین نے اپنی گردن خم کر دیں اور اپنے سروں کو زمین پر رکھ دیا۔ میں نے اور شیخ ابو الکریم الاکبر نے بھی اسی طرح کیا جب مجلس برخواست ہوئی تو شیخ عبدالکریم نے مجھ سے کہا لم یبق فی الارض من ولی اللہ حتی فعل الحاضرین الا رجل باصفہان فانہ لم یفعل فسلب حالہ فصدق لہ الدارانی علی ذالک۔

یعنے روئے زمین میں کوئی ولی باقی نہ رہا جس نے اس طرح نہ کیا ہو جس طرح حاضرین نے کیا بجز اصفہان کے ایک ولی کے جنکا حال سلب ہو گیا۔ اس واقعہ کی ابو محمد دارانی نے تصدیق کی۔

بہجۃ الاسرار میں باسناد صحیح روایت کی ہے ہم سے ابو الحسن بن نجم بن محمد الحرانی نے قاہرہ میں سنہ ۶۱۶ھ میں کہا کہ شیخ ابو عمر عثمان نے کہا کہ شیخ سوید نے ایک روز اپنی رباط میں جو سنجار میں تھے اپنی گردن جھکائی اور علی راسی میرے سر پر ہے کہا جب ان سے شیخ حسن تلعفری نے پوچھا تو کہا قد قال السید عبدالقادر الساعۃ ببغداد قدمی ہذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ۔

شیخ ارسلان نے دمشق میں بھی اسی طرح کہا چنانچہ صاحب بہجۃ الاسرار باسناد صحیح کہتے ہیں کہ ہم سے شیخ ابو یوسف یعقوب بن بدران بن منصور الانصاری نے سنہ ۶۷۰ھ میں کہا کہ ہم کو شیخ عارف ابو محمد نے قاہرہ میں سنہ ۶۲۱ھ میں خبر دی کہ شیخ ارسلان رحمۃ اللہ علیہ دمشق میں اپنا سر جھکا دیا جس وقت سید عبدالقادر رضی اللہ عنہ نے قدمی ہذہ الخ فرمایا ان سے جب اسطرح سر خم کرنے کے بارے میں پوچھا گیا تو کہا للہ خیر من شرب من بحار القدس وجلس علی بساط الانس والمعرفۃ وشاہد سرہ تعظیم الربوبیۃ والجلال فتلاشا وصفہ فی شہود الکبریاء وتنا وجودہ عند معاینۃ الالہیۃ فنشر علیہ رداء الانس وسما فی مراتب العنایۃ حتی بلغ مقام القرار وہب علی

روحه نسمات مروح الازل فنيطق بالحكم من معادن الانوار و امتزاج بسويداء مكنون الاسرار هو فی الحضور صاحيتی و فی الصحو ما امجی واقف بالحياء و منبسط باذن الله متكلم بالتواضع مدلل بالافتقار مقترب بالتخصيص مخاطب بالاكرام فعليه من ربه افضل التحيته والسلام۔ فقيل له هل فی الوجود اليوم احد هذا وصفه قال نعم السيد عبد القادر سيدهم۔

اللہ کیلئے محبت ہے جبکہ شخص کہ بحار قدس سے نوش کرے اور بساط انس و معرفت پر بیٹھے اور خدائے تعالیٰ کے اسرار اور اسکی عظمت ربوبیت اور جلال احدیت کا مشاہدہ کرے اور شہود کبریا میں اس کے وصف کا متلاشی ہو اور اس کا وجود نزدیک معاینہ الٰہی فنا ہو جائے۔ اور جس پر اللہ تعالیٰ اپنے انس کی چادر پھیلا دے اور جسکے مراتب عنایت ابدیہ ہوں یہاں تک کہ وہ مقام قرار میں پہونچ جائے اور جس کی جان پر روح ازلی کی دلکش ہوائیں چلیں اور وہ معدن انوار سے حکمت کا کلام کرنے لگے انکے اور نقطہ سر میں سویدائے ستر مکنون کا امتزاج ہو پس وہ شخص جو ان اوصاف سے متصف ہو وہ حضور حق تعالیٰ اور ایسے مقام صحو میں بشرف انبساط قیام پذیر ہے جو مٹنے والا نہیں وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تواضع سے کلام کرنے والا اور افتقار سے راستہ بتانے والا ہے مقرب باندۂ خصوصی ہے مخاطب باکرام ہے اس پر اللہ کا فضل اور تحیت و سلام ہے۔ یہ سن کر ان سے پوچھا گیا کہ آج عالم وجود میں ایسا کوئی شخص ہے تو کہا ہاں ان سب کے بزرگ سید عبد القادر ہیں۔

منجملہ اولیاء کے دوسرے ولی جو اس اعلان کے وقت موجود تھے وہ شیخ ابومدین شعیب المغربی ہیں جو ملک مغرب میں تھے صاحب بہجۃ الاسرار باسناد صحیح لکھتے ہیں ہم سے قاہرہ میں فقیہ صالح ابو عبد اللہ بن سعود بن عمر بن عبد الدائم نے سنہ ٦٦٠ھ میں بیان کیا کہ ہم کو شیخ عالم ابو زکریا یحییٰ بن محمد بن علی الفقیہ نے کہا کہ ہم کو شیخ ابو صالح الدکالی نے اطلاع دی کہ ہمارے پیر شیخ ابومدین مغربی نے مغرب میں ایک روز اپنی گردن خم کر دی اور کہا۔

انا منهم اللهم انی اشهدك واشهد ملائكتك انی سمعت واطعت تسأل له اصحابه عن ذالك فقال قد قال السيد عبد القادر الآن ببغداد

قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ تعالیٰ فارخنا ذالک الیوم جاء اصحابنا مسافرین من العراق فاخبرونا ان السید عبد القادر قال ذالک ببغداد فی الوقت الذی ارخناہ فی المغرب۔

یعنے شیخ ابوبکر مدین مغربی نے کہا "میں ان میں شامل ہوں الٰہی میں تجھے گواہ کرتا ہوں اور تیرے فرشتوں کو گواہ کرتا ہوں میں نے سنا اور قبول کیا۔ ان کے اصحاب نے ان سے اسکے متعلق پوچھا تو کہا کہ سید عبد القادر نے ابھی بغداد میں قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ تعالیٰ فرمایا ہے ہم نے اس تاریخ کو نوٹ کر لیا اسکے بعد عراق سے ہمارے اصحاب سفر کرتے ہوئے آئے اور انہوں نے ہم کو خبر دی کہ سید عبد القادر نے اس طرح اسوقت بغداد میں کہا اور وہ وہی تاریخ تھی جو مغرب میں ہم نے نوٹ کی تھی۔

دوسرے ولی جو قنادآن میں اس وقت موجود تھے شیخ عبد الرحیم ہیں رحمہم اللہ علیہ چنانچہ بہجۃ الاسرار میں شیخ علی شطنوفی باسناد صحیح لکھتے ہیں کہ ہم کو شیخ ابو العباس احمد بن ابی عبد اللہ محمد بن ابی القاسم محمد بن ابی المفاخر محمد دمشقی نے قاہرہ میں ۶۶۱ھ میں کہا کہ ہمکو شیخ جلیل ابو العباس نے کہا کہ ان کو ابو عبد اللہ الحسن بن ابی محمد عبد الرحیم نے کہا کہ میرے والد عبد الرحیم بن احمد بن حجون بن احمد بن محمد بن جعفر الزکی بن محمد بن علی النجاری بن حسین الجور بن محمد بن السید الامام جعفر صادق علیہ السلام قنادآن میں اپنی گردن خم کر دی اور کہا۔

صدق الصادق الصدوق قیل ومن ھو قال السید الشریف عبد القادر قد قال قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ وتواضع لہ رجال المشرق والمغرب فارخنا ذالک الوقت ثم اخبرنا ان السید الشریف عبد القادر قال ذالک فی الوقت الذی ارخناہ۔

یعنے شیخ عبد الرحیم نے کہا سچ کہا کہنے والے نے کہ وہ بہت سچ کہنے والا ہے۔ پوچھا گیا کہ وہ کون ہے کہا سید شریف عبد القادر نے قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ فرمایا ہے اور مشرق و مغرب کے سارے مردان خدا نے ازراہ تواضع اپنی گردنیں خم کر دی ہیں۔ ہم نے وقت نوٹ کر لیا پھر ہم کو تصدیق ہوئی کہ واقعی اسوقت میں جو ہم نے نوٹ کیا تھا سید عبد القادر نے اس طرح فرمایا تھا۔

منجملہ اولیاء کے دوسرے ولی جو اس مجلس میں قدمی ھذہ الخ کہنے کے وقت حاضر تھے ۔ شیخ ابی عمر عثمان رحمۃ اللہ علیہ ہیں چنانچہ شیخ علی شطنوفی بہجۃ الاسرار میں باسناد صحیح لکھتے ہیں کہ ہم سے ابو الفرح عبد الملک بن محمد بن محمود بن احمد علی الواسطی قاہرہ میں سنہ ٦٧٠ھ میں فرمایا اور شیخ الفرح مذکور کہتے ہیں کہ ہم کو شیخ ابو عبد اللہ محمد بن علی بن احمد حامی نے واسطہ میں سنہ ٦٢٩ھ میں خبر دی اور وہ کہتے ہیں کہ ہمکو شیخ ابو حفص عمر بن تصدوق بن محمد بن حسین الواسطی نے واسطہ میں سنہ ٥٠٨ھ میں اطلاع دی اور وہ کہتے ہیں کہ میں نے بطائح میں شیخ ابو عمر عثمان بن مرووہ کی ایک زمانہ تک خدمت کی ایک روز چہارشنبہ کے دن صبح کے وقت ابو عمر عثمان نے کہا اے ابو حفص عمر میں بغداد جانا چاہتا ہوں میں نے کہا کہ میں بھی آپ کے ہمراہ رہوں گا۔ فرمایا کہ بسم اللہ تیار ہو جائیے میرے پیچھے میرے قدم کی جگہ قدم رکھو میں نے کہا ٹھیک ہے پس وہ البطائح سے باہر نکلے اور میں ان کے پیچھے پیچھے ہو لیا تھوڑی سی دیر میں ہم بغداد پہونچ گئے اور پھر رباط سید عبد القادر جیلانی میں داخل ہوئے اس وقت مجلس میں تمام لوگ حاضر تھے جنکو میں پہچانتا تھا جو مشائخین عراق سے تھے اس موقع پر سید عبد القادر رضی اللہ عنہ نے قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ فرمایا فحنی الحاضرون اعناقھم وحنی الشیخ عثمان عنقہ فلما انصرف الناس قام وقبل ید الشیخ السید عبد القادر فقال لہ السید عبد القادر یا اسرع الی مکانک فخرج وخرجت خلفہ فلم نکث الا قلیلا حتی وصلنا الی البطائح قلت لہ یا سیدی ما السبب فی دخولک ببغداد و خروجک من یومک فقال امرت ان احضر مجلس السید عبد القادر فحضرتہ ولم یکن قصدی بغداد سواہ ۔

پس تمام حاضرین نے اپنی گردنوں کو خم کر دیا اور شیخ عثمان نے بھی اپنی گردن خم کر دی جب لوگ واپس ہوئے تو شیخ عثمان کھڑے ہوئے اور آنحضرت کے دست مبارک کا بوسہ دیا شیخ عبد القادر نے ان سے کہا کہ جلد اپنی جگہ واپس ہو جاؤ پھر شیخ عثمان بغداد سے باہر آئے میں بھی ان کے پیچھے ہو لیا اور اسی طرح ان کے قدم بہ قدم چلا کچھ دیر نہ گذری کہ ہم بطائح پہونچ گئے میں نے پھر ان سے پوچھا کہ آپ کے بغداد چلنے اور پھر اسی روز بغداد سے واپس ہو جانے کی کیا وجہ تھی تو کہا کہ مجھے حکم دیا گیا تھا کہ میں مجلس سید عبد القادر میں حاضر رہوں اسلئے حاضر ہوا اور اسکے سوا بغداد میں میرا اور کوئی کام نہ تھا۔

صاحب مخازن لکھتے ہیں کہ حضرت غوث الثقلین عبد القادر الجیلانی کو معلوم تھا کہ عرب و عجم مشرق و مغرب اور جمیع آفاق کے اولیاء آئے ہوئے ہیں سب نے اجازت دی اور اپنے اپنے مقامات کو واپس

ہوئے لیکن یہ ولی الکمل کچھ دیر ٹھیر گئے جسکی بناء پر آنحضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اپنے مقام کو واپس ہو جاؤ اسلئے کہ ولی کو اپنے مقام کے علاوہ دوسرے مقام پر زیادہ نہ ٹھیرنا چاہیئے وراء الوراء کی سیر میں یک لحظہ کی دیر ہو جاتی ہے یہ بھی ادنیٰ مقام ہے لیکن اعلیٰ مقام وہ ہے کہ اپنی جگہ رہ کر سیر کریں یہ مقام کہ جمع الجمع ہے کوئی شخص اس مقام کو نہیں پہونچ سکتا بجز اسکے کہ مقام ولایت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں پہونچا ہوا ہو ۔۔

اور ایک ولی جو اس مجلس میں حاضر تھے شیخ مکارم رحمۃ اللہ علیہ ہیں صاحب بہجۃ الاسرار باسناد صحیح روایت کرتے ہیں کہ ہم سے شیخ ابوالفتوح داؤد بن ابی المعالی نصر بن شیخ ابی الحسن بن ابی المجد المبارک بن احمد بن محمد طاہر البغدادی الجیلانی نے قاہرہ میں سنہ ۶۶۰ھ میں کہا اور وہ کہتے ہیں کہ مجھے میرے والد ابوالمجد نے بغداد میں سنہ ۵۰۰ھ میں کہا کہ میں نے شیخ مکارم سے بلاد سواد میں ملاقات کی پھر وہ سواد سے بغداد میں بجانب رباط سید عبدالقادر جیلانی آئے اور میں ان کے ہمراہ تھا۔ رباط میں عراق کے بہت بزرگ جمع تھے سید عبدالقادر وعظ فرما رہے تھے۔ شیخ مکارم، شیخ ابوالنجیب سہروردی اور شیخ سلطان المحرین کے درمیان بیٹھ گئے سید عبدالقادر نے کہا یہ میرا قدم ہر ولی خدا کی گردن پر ثابت ہے ۔ شیخ مکارم اور تمام حاضرین نے اپنی گردنیں دراز کر دیں ۔

اور ایک ولی جو اس مجلس میں حاضر تھے شیخ یحییٰ بن برکہ بن محفوظ رحمۃ اللہ علیہ ہیں چنانچہ صاحب بہجۃ الاسرار باسناد صحیح راوی ہیں کہ ہم سے شیخ ابوالفرح بن ابوالقاسم احمد بن محمد البغدادی الخریمی نے قاہرہ میں سنہ ۶۶۲ھ میں کہا اور وہ کہتے ہیں کہ ہم کو شیخ ابوالعباس احمد بن یحییٰ بن برکہ بن محفوظ البغدادی البزاز نے سنہ ۶۰۵ھ میں خبر دی اور وہ کہتے ہیں کہ ہم سے ہمارے والد یحییٰ نے کہا کہ میں مجلس سید عبدالقادر جیلانی میں حاضر تھا کہ سید عبدالقادر جیلانی نے فرمایا میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ثابت ہے شیخ خلیفہ نے اپنا سر خم کیا اور کہا کہ آنحضرت نے یہ ارشاد غرور سے نہیں فرمایا وہ اپنے وقت کے قطب ہیں ۔

صاحب مخازن لکھتے ہیں کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ قول خودنمائی کے طور پر کہا گیا لہذا اس ولی الکمل نے کہا کہ یہ غرور سے نہیں کہا گیا یعنی جس وقت آپ نے یہ ارشاد فرمایا تو آپ کی ہستی باقی نہ تھی جو کچھ آپ نے کہا خدا کے حکم سے کہا ۔

دوسرے ولی جو اس وقت حاضر تھے وہ شیخ عدی بن مسافر ہیں رحمۃ اللہ علیہ چنانچہ صاحب بہجۃ الاسرار باسناد صحیح راوی ہیں کہ ہم سے شیخ عالم ابو محمد الحسن بن قاضی عمران بن احمد بن حسین بن داؤد

بن محمد القرشی المخزومی نے قاہرہ میں سنہ ۶۶۸ھ میں کہا اور وہ کہتے ہیں کہ ہم سے شیخ عارف ابو اسحاق ابراہیم بن محمود بن جوہر البعالبکی نے دمشق میں سنہ ۶۲۷ھ میں کہا اور وہ کہتے ہیں کہ ہم کو ہمارے پیر ابو محمد عبداللہ البطائحی نے دمشق میں کہا اور وہ کہتے ہیں کہ شیخ عدی بن مسافر نے سید عبداللہ کے ذریعہ طلب فرمایا کہ میں ان کے ساتھ نماز پڑھوں بعد میں سیدنا غوث الثقلین نے شیخ عدی بن مسافر کے پاس جانے کے لئے فرمایا چنانچہ میں نے ان کے ساتھ پانچ سال تک نماز پڑھی اور پانچ سال تک ان کی خدمت میں رہا ایک روز وہ کوہ آتش کے کنارے آئے اور اپنے عصا سے زمین پر لکیر کھینچی اور اس دائرہ میں بیٹھے اور فرمایا کہ جو شخص کہ سید عبدالقادر کے کلام کو سننا چاہتا ہے تو وہ اس دائرہ میں بیٹھ جائے چنانچہ صاحبان ذوق اس دائرہ میں بیٹھ گئے اور بغداد میں سید عبدالقادر جیلانی کے ارشادات سننے لگے جس وقت شیخ عدی بن مسافر اپنے مصاحبین کیساتھ دائرے میں داخل ہوئے تو سید عبدالقادر جیلانی کو فرماتے ہوئے سنا کہ عدی بن مسافر آج اپنے مصاحبین کے ساتھ دائرے میں بیٹھے ہوئے اپنے سر کو اتنا جھکا دیا ہے کہ وہ زمین تک پہونچ گیا وجد کے عالم میں کہنے لگے کہ تمام اولیاء اللہ نے اپنی گردنیں خم کردیں ۔

فقال قد قال السيد الشريف عبدالقادر اليوم ببغداد قدمي هذه على رقبة كل ولي الله تعالى فارخ ذالك الوقت ثم قدم علينا المسافرون من بغداد فاخبرنا بان السيد الشريف ببغداد في ذالك قال اليوم قدمي هذه الخ في وقت الذي ارخناه ۔

یعنی شیخ عدی بن مسافر نے کہا کہ سید عبدالقادر نے آج بغداد میں فرمایا کہ یہ میرا قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ثابت ہے اس وقت اور تاریخ کو نوٹ کر لیا گیا اسکے بعد بغداد سے چند مسافر آئے اور انہوں نے اطلاع دی کہ سید عبدالقادر نے بغداد میں اسی روز قدمی ھذہ الخ فرمایا تھا اور وہ وہی وقت تھا جسکو ہم نے نوٹ کیا تھا ۔

صاحب مخازن کہتے ہیں کہ بظاہر وہ دائرہ دائرہ تھا لیکن درحقیقت وہ دائرہ وراء الوراء نزدیک مقام ولایت حضرت سلطان الانبیاء و سلطان الاولیاء ہیں ۔

دوسرے ولی جو قدمی ھذہ الخ کے ارشاد کے وقت حاضر تھے کوہ لبنان کے شیخ الجیلی ہیں رحمۃ اللہ علیہ باسناد صحیح صاحب بہجۃ الاسرار لکھتے ہیں کہ خبر دی ہمکو شیخ ابو زید عبدالرحمن بن ابی النجا

سالم بن احمد بن حمید بن صالح بن علی القریشی المحدث نے ۶۷۱ھ میں قاہرہ میں وہ یہ کہتے ہیں اطلاع دی ہمکو شیخ عارف ابوالخیر بن المعانی بن احمد بن محمد العسقلانی نے ۶۲۹ھ میں اور وہ کہتے ہیں کہ میرے باپ شیخ ابوالمعانی اور شیخ ابی یحییٰ محمود پسر قاسم الشافعی سے ۶۱۳ھ میں سنا کہ انکو خبر دی انکے پیر شیخ ابوالقاسم البطایحی نے ۵۸۱ھ میں اور وہ کہتے ہیں کہ میں ۵۱۷ھ میں کوہ لبنان آیا تاکہ بزرگوں صالحوں سے ملوں اسوقت کوہ لبنان میں اصفہان کے ایک بزرگ تھے جو شیخ جیلی سے معروف تھے میں نے ان سے ملکر پوچھا کہ کوہ لبنان میں انکو رہتے ہوئے کتنے سال ہوئے انہوں نے جواب دیا کہ اسی ۸۰ سال سے یہاں مقیم ہیں میں نے پوچھا کہ اس عرصہ میں عجائبات الٰہی سے آپ نے کیا دیکھا فرمایا ۵۵۹ھ میں ایک چاندنی رات میں اہل جبل کو میں نے دیکھا کہ جمع ہو رہے ہیں اور ان میں سے بعض عراق کی سمت ہوا میں اڑ کر جا رہے ہیں میں نے اپنے ایک دوست سے پوچھا کہ یہ کس طرف جا رہے ہیں تو میرے دوست نے جواب دیا کہ ہمکو خضر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہم بغداد آئیں اور قطب عالم کے سامنے حاضر ہوں۔ میں نے پوچھا کہ وہ قطب عالم کون ہیں انہوں نے جواب دیا کہ وہ سید عبدالقادرؓ ہیں پھر شیخ جیلی کہتے ہیں کہ میں نے ان کے ساتھ سیر کرنے کی اجازت چاہی انہوں نے اجازت دی اور میں ان کے ہمراہ پرواز کیا اور تھوڑی دیر میں ہم بغداد پہونچ گئے۔ ناگاہ یہ لوگ سید عبدالقادر کے سامنے صف باندھ کر کھڑے ہو گئے یہ کہتے تھے کہ اسوقت سید عبدالقادر جیلانی نے قدمی ھذہ الخ فرمایا تھا اور اسی بنا پر انہوں نے انکی اطاعت و فرمانبرداری میں عجلت کی۔ پھر سید عبدالقادر جیلانی نے انکو انکی جگہ واپس ہونے کا حکم دیا اور بمطابق حکم واپس ہو کر اپنے اپنے مقامات کو چلے گئے۔ میں جب اپنے دوست کے ساتھ جبل واپس ہوا تو ان سے کہا کہ میں نے کبھی ایسی چیز آج کی شب کے مانند اور آپ کے سید عبدالقادر کے آگے جانے اور اس عجلت سے ان کے حکم کی بجا آوری کی طرح نہیں دیکھا انہوں نے میری یہ بات سن کر کہا کہ یا اخی فکیف لا و ھو الذی قال قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ تعالیٰ و قد امرنا بطاعتہ و احترامہ۔

یعنے اے بھائی ہم ان کے کسطرح مطیع اور منقاد نہ ہوں کہ سید عبدالقادر نے کہا ہے کہ میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے اور ہمکو انکی اطاعت اور احترام کا حکم دیا گیا۔

حضرت ابوالثناء محمود بھی قول قدمی ھذہ الخ کہنے کے زمانہ میں موجود نہیں تھے صاحب بہجۃ الاسرار باسناد صحیح روایت کرتے ہیں کہ ہم سے ابوالفداء اسمٰعیل بن فقیہ ابی اسحاق ابراہیم بن ابی ورع بن علی

بن ابی الحسن المغربی نے قاہرہ میں سنہ ۶۱۵ھ میں کہا اور وہ کہتے ہیں کہ خبر دی ہمکو میرے باپ نے سنہ ۶۲۶ھ میں اور وہ کہتے ہیں کہ خبر دی ہم کو شیخ عارف ابو المحاسن یوسف بن شیخ ابی الحسن ریحانی نے ریحان میں سنہ ۵۹۹ھ میں اور وہ کہتے ہیں کہ خبر دی ہمکو میرے والد ابو الحسن نے اور وہ کہتے ہیں کہ خبر دی آنکو ابو الحسن علی بن عبداللہ بن ابو بکر بن علی بن احمد نے اور وہ کہتے ہیں کہ خبر دی ہم کو شیخ امام صالح عمر نے اور وہ کہتے ہیں کہ شیخ ابو الثنا محمود نے کہا کہ سید عبدالقادر کی خدمت میں نزدیک و دور سے اولیائے ابدال اور اوتاد حاضر ہوئے تو آپ کو سلام وتحیت عرض کئے اور آپکے قدمی ھذہ الخ فرمانے کے بعد انہوں نے کہا۔

السلام علیك یا ملك الزمان ویا امام المكان ویا قائما بامر اللہ ویا وارث كتاب اللہ ویا نائب رسول اللہ یا من فی یدہ السماء والارض واهل وقتہ عاملتہ یا من ینزل المطر بدعوتہ ویدرع الضرع ببركتہ

صاحب مخازن کہتے ہیں کہ الزمان میں لام استغراق کے لئے ہے جیسا کہ المکان میں استغراق کے لئے ہے شیخ تقضیب البان رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس زمانہ میں جس وقت آپ نے ارشاد قدمی ھذہ الخ فرمایا موجود تھے چنانچہ صاحب بہجۃ الاسرار باسناد صحیح راوی ہیں کہ ہم سے ابو محمد حسن بن ابی عمران موسٰی بن حسین بن داؤد القرشی المخزومی نے قاہرہ میں سنہ ۶۶۸ھ میں کہا اور انہوں نے کہا کہ میں چند روز شیخ ابی عبداللہ محمد بن ابی حسین بن عبداللہ بن علی البونی کے پاس شہر دمشق میں تھا شیخ ابو الحسن علی القرشی عراق سے زاویہ دمشق میں کوہ قاسیون پر آئے پس ان کے پاس شیخ ابی عبداللہ محمد آئے اور انہیں نے سلام کیا میں ان کے ساتھ تھا جب ہم ان کے پاس آئے تو ہم نے ان کے نزدیک شیخ ابو یونس عبداللہ بن یونس الارمنی اور شیخ ابی عمر عثمان رومی اور شیخ ابراہیم اسمٰعیل الکورانی کو پایا۔ شیخ ابو الحسن علی القرشی نے اپنے کلام کے دوران شیخ تقضیب البان موصلی سے پوچھا کہ آپ نے کسی کو مانند سید عبدالقادر اقطاب کبار میں اور کمال قرب حق تعالیٰ میں دیکھا تقضیب البان نے کہا کہ میں نے کسی قطب کو ان کے مانند نہیں دیکھا اولیا و مردان غیب سید عبدالقادر جیلانی قدمی ھذہ الخ فرمانے کے بعد حاضر ہوئے تھے اور میں نے دیکھا کہ وہ سب آپ کی ہیبت سے سرنگوں رہتے تھے۔

اس زمانے میں شیخ ابی محمد بطائحی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے صاحب بہجۃ الاسرار لکھتے ہیں کہ

ہم سے شیخ صالح ابو المحاسن بن یوسف الیاس بن مرجان بن منیع الجیلی نے قاہرہ میں سنہ ۶۸۹ھ میں کہا اور انکو خبر دی شیخ بکی یونس عبداللہ نے جامع مسجد دمشق میں اور شیخ عبداللہ بن علیٰ نے جامع مسجد دمشق میں ان دونوں نے کہا کہ ہم کو خبر دی شیخ بکی ابو محمد عبداللہ بن عثمان نے بعلبک میں دوسرے شیخ عارف ابو محمد ابراہیم بن محمود کہتے ہیں کہ ہم سے ان دونوں شیوخ نے کہا کہ ہم نے ابی محمد بطائحی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں ایک روز سید عبدالقادر جیلانی کے مکان میں گیا وہاں میں نے چار اصحاب کو وہاں دیکھا جن کو پہلے نہ دیکھا تھا میں اپنی جگہ کھڑا رہا ناگاہ وہ بھی حضرت رضی اللہ عنہ کے نزدیک کھڑے ہو گئے آپ نے مجھے فرمایا کہ ان سے ملو اور اپنے لئے دعا چاہو۔ میں نے ان سے مدرسہ کے میدان میں ملاقات کی اور خانقاہ کے دروازہ سے باہر جانے کے قبل ان سے دعا طلب کی

فقال لی احدهم لك البشرى انت خادم رجل ببركته يحرس الله تعالى الارض وسهلها وجبلها وبرها وبحرها وبدعوته ترحم الخلقة وبرّها وفاجرها ونحن سائر الاولياء فی خطوة انفاس وتحت ظلّ قدمه وفی دائرة امره ثم خرجوا من باب المدرسة فلم ارهم فرجعت الى السيد عبد القادر متعجبا فقال لی قبل ان اخبره بشیٔ لا تعلم احدًا بما قالوا لك حتى انا حیٌّ قلت یا سیدی من هولاء قال روساء رجال جبل قاف وهم الآن فی مواضعهم من جبل قاف

ان میں سے ایک نے کہا کہ تمہیں بشارت ہو کہ تم ایسے شخص کے خادم ہو کہ جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے زمین، اسکے میدانوں اور پہاڑوں اور بحر و بحر کو محفوظ رکھتا ہے اور جنکی دعا سے تمام مخلوق پر رحم کیا جاتا ہے عام ازیں کہ وہ نیک ہوں یا فاجر و فاسق ہم تمام اولیاء ان کے خطوط نفس میں اور ان کے تحت سایہ قدم اور انکے دائرہ فرمانبرداری میں ہیں۔ اسکے بعد یہ لوگ مدرسہ کے دروازہ سے باہر ہو گئے اور پھر نظر نہ آئے۔ میں بحالت استعجاب سید عبدالقادر کی طرف لوٹا۔ آپ کو خبر دینے سے قبل ہی آپ نے مجھ سے فرمایا کہ انہوں نے تجھ سے جو کہا اسکی اطلاع جب تک میں زندہ رہوں کسی کو نہ دینا۔ میں نے کہا سیدی یہ کون لوگ تھے فرمایا کوہ قاف کے روسائے رجال تھے اور اب وہ کوہ قاف میں اپنی اپنی جگہ ہیں۔

دوسرے ولی جو حضرت رضی اللہ عنہ کی مجلس میں رجال اللہ و مردان غیب کے آنے کے وقت

تھے شیخ علی بن ہیتی ہیں رحمۃ اللہ علیہ ۔ صاحب بہجۃ الاسرار باسناد صحیح راوی ہیں کہ ہم سے فقیہ ابو المعالی عبد الرحیم مظفر بن مہذب بن ابی علی القریشی نے قاہرہ میں سنہ ۶۹۰ھ میں کہا کہ ان کو خبر دی سید ابو المحاسن فضل اللہ بن سید قطب الافاق سید تاج الدین عبد الرزاق بن سیدنا غوث الثقلین حضرت سید عبد القادر الحسنی الحسینی الفاطمی الجعفری الجیلانی رضی اللہ عنہم نے بغداد میں سنہ ۶۳۵ھ میں اور انکو خبر دی شیخ عارف ابو محمد علی بن ابی بکر بن محمد بن عبد اللہ بن ادریس یعقوبی نے بغداد میں اور وہ کہتے ہیں کہ میں نے شیخ علی بن ہیتی کو کہتے ہوئے سنا کہ میں بغداد کو سید عبد القادر جیلانی سے ملنے کے لئے سنہ ۵۶۲ھ میں آیا میں نے آپ کو مدرسہ کی چھت پر نماز چاشت پڑھتے ہوئے پایا جب میری نظر آسمان کی جانب پڑی تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس آسمان اور اسکے آسمان کے درمیان مردان غیب چالیس صفوں میں کھڑے ہوئے ہیں اور ہر صف میں ستر موجود ہیں میں نے ان سے کہا کہ کیا آپ نہیں بیٹھیں گے تو کہنے لگے سید عبد القادر نماز سے فارغ ہو کر ہم کو اجازت دینے تک نہ بیٹھیں گے کیونکہ ان کا ہاتھ ہمارے ہاتھوں پر اور انکے قدم ہماری گردنوں پر ہیں ۔

فلما سلّم قبّلوا مبادرین یسلمون علیہ ویقبلون یدہ قال الشیخ بن الهیتی فکنا اذا رأینا السید عبد القادر رأینا الخیر کلہ ۔

جب سید عبد القادر جیلانی نے سلام نماز کیا تو مردان غیب آپ کے سلام کے لئے دوڑے اور آپ کے دست مبارک کو بوسہ دینے لگے اور کہا شیخ بن الهیتی نے کہ جب ہم سید عبد القادر کو دیکھتے تو ہم تمام بھلائیوں کو دیکھتے ۔

منجملہ ان اولیاء کے جو قدمی ھذہ الخ کہنے کے زمانہ میں حاضر تھے پیر اصفہان شیخ صنعان بھی تھے جنہوں نے قصہ دراز کے بعد آپ کے قدم کو اپنی گردن پر قبول کیا چنانچہ صاحب مناقب غوثیہ بعض رسائل سے نقل کرتے ہیں کہ جب غوث الثقلین رضی اللہ عنہ یہ قول کہنے پر مامور ہوئے تو تمام اولیاء حاضر و غائب مشارق اور مغارب نے آپ کے قدم کو ازراہ تعظیم اپنی گردنوں پر قبول کیا مگر پیر اصفہان شیخ صنعان نے سبب غیرت کہا کہ میں بھی دوستان خدا سے ہوں آپ کے قدم قبول کرنے کی کیا ضرورت ہے اس اثناء میں حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ نے شیخ صنعان کے اس قول پر مطلع ہو کر فرمایا۔ فعلی رقبتہ رجل الخنزیر یعنی اسکی گردن پر خنزیر کا قدم ہے القصہ پیر صنعان نے چار سو اصحاب کمال کے ساتھ جن میں شیخ مغربی اور شیخ فرید الدین عطار

بھی تھے مکہ کا قصد کیا اتفاقاً کعبہ کے راستہ میں ایک شراب فروش ترسائی عورت پر شیخ کی نظر پڑی۔ شیخ نے اسکی صورت پر فریفتہ ہو کر دامان صبر و تحمل ہاتھ سے چھوڑ دیا اور اس کے مشاہدہ میں محو ہو گئے اور اس عورت پر بھی جذبۂ عشق نے اثر کیا کھانا پینا، نیند سب اس پر حرام ہو گئے۔ اضطراب بڑھنے لگا بعد تامل شیخ سے کہا کہ اگر وہ اس کا دین اختیار کریں تو عقد ازدواج ممکن ہے شیخ نے قبول کیا اور اس کے سوروں کو چرانے میں مشغول ہو گئے کہ ان کے پاس دامادی کی یہ شرط ہے بہر حال شیخ اس خدمت میں سرگرم ہو گئے صبح سویرے چراگاہ سے سور کے بعض بچوں کو لایا کرتے اور چونکہ اس بارے میں توقف روا نہ رکھتے تھے ان کو اپنی گردن پر اٹھا کر تیزی سے دوڑتے مدت گذرنے کے بعد رسم عروسی لڑکی کو زر و زیور سے آراستہ کر کے شیخ کے ہاتھ میں شراب و کباب دیا اور لڑکی کے دامن کو ان کی ہتھیلی پر رکھا۔ شیخ چاہتے تھے کہ ام الخبائث کو کام میں لائیں اور کباب کھائیں کہ اس اثناء میں شیخ فریدالدین عطار جو شیخ صنعان کے ہمراہ تھے نالہ و فریاد کرنے لگے کہ یا سلطان عبدالقادر ہمارے پیر ہاتھ سے جا رہے ہیں الامداد الامداد بمجرد اس نالہ و فریاد کے شیخ کے اعضاء میں لرزہ پڑ گیا اور ہیبت طاری ہو گئی شیخ نے اپنے احوال پر متنبہ ہو کر صحرا کی راہ اختیار کی اس وقت شیخ فریدالدین عطار نے استفسار کیا شیخ نے کہا کہ جسکی کمان کا تیر نشانہ پر لگا ہے میں اب اس سے سوء ادبی کی عذر خواہی کے لئے جانا چاہتا ہوں پس بغداد شریف کی راہ لی اور اس آستانہ قدس پر پہونچ کر مقرب بارگاہ ہو گئے۔

بعض روایت میں آیا ہے کہ اپنے منہ کو کالا اور ہاتھ پاؤں کو باندھ کر حضرت غوث الثقلین رض کی بارگاہ میں حاضر ہوئے حضرت نے ان کے ہاتھوں کو کھولنے اور چہرہ دھونے کے لئے فرمایا اور خود بارگاہ ایزدی میں رجوع ہو کر سفارش کی کہ فلاں بندہ نے توبہ و استغفار کر لیا ہے اس کی خطا معاف کی جائے۔ فرمان الٰہی ہوا کہ اس بندہ نے حکم کی خلاف ورزی کی اور تم سے سوء ادبی کی میں اس کا عذر قبول نہ کروں گا اگر اس کے بعد بھی گذارش کی جائے گی تو قبول نہ ہوگی۔ حضرت غوث الثقلین رض نے معروضہ کیا کہ تیرے بندوں کا کام تیرے حوالے کرتا ہوں ارشاد ہوا کہ تیری خاطر میں اسکو معاف کرتا ہوں اور یہ بھی تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ تیرا کوئی مرید بے توبہ اور ایمان کے دنیا سے نہ جائے۔

منجملہ ان اولیاء کے جو حضرت غوث الثقلین رض کے زمانہ کے پہلے تھے لیکن قدمی ھذہ الخ کہنے کے وقت آپ کے قدم کو قبول کیا۔ سلطان العارفین خواجہ ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ہیں چنانچہ صاحب مناقب غوثیہ

لکھتے ہیں کہ جب حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کو جمعہ کے دن اثنائے خطبہ میں تجلیات ذات نے گھیر لیا اور آپ ماسواء سے بے خود ہو گئے تو کوئی درجہ ایسا باقی نہ تھا جو آپ کے قدموں کے نیچے نہ آگیا ہو اس وقت آپ کی زبان پر قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ جاری ہو گیا۔ ہاتف نے عالم قدس سے عالم ملکوت کو ندا دی کہ فرشتے تمام اہل ولایت کو خبر کر دیں کہ جو میرا محبوب کہہ رہا ہے حصول سعادت کے لئے اسکی اطاعت کریں بموجب امر الٰہی تمام اولیائے متقدمین و متاخرین نے خواہ زندہ ہوں یا مردہ اپنی گردنیں خم کر دیں جب فرشتہ سلطان العارفین کی قبر پر پہونچکر کہا یا شیخ قم باذن اللہ تعالٰی۔ بایزید نے قبر سے سر نکالا اور کہا کیا قیامت کا دن آگیا جو مجھے اٹھا رہے ہو۔ فرشتے نے کہا کہ نہیں بلکہ محبوب الٰہی سید عبد القادر جیلانی ساکن بغداد نے اثنائے خطبہ میں قدمی ھذہ الخ فرمایا ہے جسکو حق تعالٰی نے درجہ قبولیت عطا فرما کر تمام اولیاء کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی گردنوں پر انکے قدم کو قبول کریں بایزید نے کہا کہ خدا عادل ہے اس نے بایزید پر سید عبد القادر کو کس وجہ سے فوقیت دی ہے ہاتف نے آواز دی کہ اے بایزید اس کو تجھ پر دو درجہ سے فوقیت ہے پہلے یہ کہ وہ میرے حبیب کا فرزند ہے دوسرے تو فارغ مشغول تھا۔ اور وہ مشغول فارغ ہیں بایزید نے یہ سن کر اپنی گردن خم کر دی اور کہا سمعنا و اطعنا

مقام چہارم

قول قدمی ھذہ الخ کے بارے میں احادیث کشفیہ

صاحب قلائد الجواہر جو اولیائے کاملین سے ہیں لکھتے ہیں کہ مصنف مجمع الفضائل فرماتے ہیں کہ اکمل عبّاد کی صفت صادق کا تین امور پر اعتبار کیا گیا ہے۔ اول قدم صدق یہ قدم ظاہر نہیں بلکہ قدم معنوی ہے جو مراحل سلوک کا طے کرنا ہے۔

دوم لسان صدق اس سے مراد وہ کلام حق ہے جو بساطت وحی و الہام و القاء پہونچے کما قال ابراھیم علیہ السلام واجعل لی لسان صدقٍ فی الاٰخرین۔

سوم قلب صدق اور وہ قلب کامل یا صور مثالیہ کہ لباس میں آیات غیب و شہادت کا خواب یا بیداری میں انکشاف ہے۔

الغرض عالم ملکوت کو پہونچنے اور آنحضرت علیہ السلام کو اس عالم میں دیکھنے کو مکاشفہ کہتے ہیں صوفیاء احادیث کشفیہ کے قائل ہیں لیکن علماء ظاہر پرست ہیں اور ان سے متفق نہیں ہیں صوفیاء کے اسنادصوری پر یہ توجہ نہیں کرتے ۔

الحدیث الکشفی ذکر صاحب قلائد الجواھر من مجمع الفضائل انه قال سمعت عن مشائخ الصوفیة رضی اللّٰہ عنھم اجمعین ان سیدنا غوث الاعظم رضی اللّٰہ عنه رأی نبینا صلی اللّٰہ علیه وسلم لیلة المعراج وشرف بالتشریف الولایت المطلقة المحمدیة خلعة وراثة المحبوبیة فی تلك اللیلة المبارکة کما نقل عن رضی اللّٰہ عنه انه قال لما عرج جدی صلی اللّٰہ علیه وسلم لیلة المرصاد وبلغ سدرة المنتھیٰ بقی جبرئیل الامین خلفا وقال یا محمد لو دنوت انملة لاحترقت فارسل اللّٰہ تعالیٰ روحی الیه فی ذالك المقام لاستفادتی عن سید الانام علیه وعلیٰ آله الصلوٰة والسلام فتشرفت به واستحصلت النعمة العظمیٰ والوراثة والخلافة الکبریٰ وحضرت وصرت بمنزلة البراق حتی رکب علی جدّی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وآله وسلم عنانی بیده حتی وصل مان قاب قوسین او ادنیٰ وقال لی یا ولدی وحدقة عینی قدمی ھذه علی رقبتك و قدماك علی رقاب کل ولی اللّٰہ تعالیٰ۔

یعنے صاحب جواہر القلائد مجمع فضائل سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ مشائخ صوفیہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے سنا کہ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے شب معراج میں آنحضرت علیہ السلام کو دیکھا اور تشریف ولایت مطلقہ محمدیہ اور خلعت وراثت محبوبیہ سے مشرف ہوئے جیسا کہ حضرت رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا جب شب مرصاد میرے دادا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عروج کیا اور سدرۃ المنتھیٰ پہونچے تو جبرئیل امین پیچھے رہ گئے اور کہا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں اس سے زیادہ اڑوں تو جل جاؤں گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپکی خدمت میں اس مقام میں میری روح بھیجی تاکہ میں سید الانام صلی اللہ علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام سے استفادہ کروں پس میں آپ سے مشرف ہوا اور نعمت عظمیٰ اور وراثت اور خلعت کبریٰ حاصل کی

اور میں بمنزلہ براق ہو گیا یہاں تک کہ مجھ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سوار ہوئے اور میری عنان آپ کے ہاتھ میں تھی اور پھر مقام قاب قوسین او ادنیٰ پہونچے اور مجھ سے فرمایا میرے بیٹے اور میرے حدقہ چشم میرا یہ قدم تیری گردن پر ہے اور تیرے دونوں قدم ہر ولی اللہ تعالیٰ کی گردن پر ثابت ہیں۔

صاحب مناقب غوثیہ نے دوسری حدیث عارف باللہ سید نعمت اللہ قادری بنگالی کے سفینہ سے نقل کی ہے جسکو عارف مذکور نے اس طرح لکھا ہے۔

انہ قال سمعت عن بعض السادات الصوفیۃ لما بلغ نبینا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیلۃ المعراج بمقام سمع عن جناب اللہ تعالیٰ قف یا محمد ان ربك یصلی وشرف بحالۃ خاصۃ وقال علیہ السلام فیما باذن اللہ تعالیٰ لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملك مقرب ولا نبی مرسل فظهرت جوهرہ الحق الذاتی علی الهیئۃ الطاوسۃ من وراء الکبریاء بحضور الختمیہ علیہ الصلوۃ والسلام فسأل علیہ السلام فی هذا المقام من الملائکۃ الکرام والانبیاء والرسل العظام من هذا قالو یا حبیب اللہ هذا ولدك ووارث ولایتك ومحی دینك من بعدك اسمہ عبد القادر وخطابہ غوث الاعظم فحصل لہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) البهجۃ والسرور وتشکر اللہ شکرا۔

یعنے انہوں نے کہا کہ میں نے بعض سادات صوفیہ سے سنا کہ جب ہمارے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شب معراج میں ایک مقام پر پہونچے تو آپ نے جناب قدس سے سنا کہ اے محمد ٹھہر جاؤ آپ کا رب نماز پڑھ رہا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاص حالت سے مشرف ہوئے جس میں آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرمایا کہ میرا خدا کے ساتھ ایک ایسا وقت ہوتا ہے جسمیں کوئی ملک مقرب اور نبی مرسل داخل نہیں ہو سکتا پس اسوقت میں جوہر ذاتی بصورت طاؤس پردۂ غیب سے بحضور خاتم المرسلین ظاہر ہوا اس مقام کی نسبت ملائکہ کرام اور انبیاء و رسل عظام سے آپ نے پوچھا یہ کون ہے انہوں نے کہا اے اللہ کے حبیب یہ آپکے فرزند اور آپ کی ولایت کے وارث اور آپکے بعد آپکے دین کو زندہ کرنے والے ہیں انکا نام عبدالقادر

اور ان کا خطاب غوث اعظم ہے یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسرور ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا جیسا شکر فرمانا چاہیئے شکر ادا کیا۔

دوسری حدیث

نقل قاسم السلیمانی قدس اللہ سرہ عن بعض المشائخ وھم عن سیدی غوث الاعظم رضی اللہ عنہ انہ قال لما عرج جدّی حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیلۃ المرصاد استقبل اللہ ارواح الانبیاء والاولیاء علیھم السلام من مقاماتھم لاجل زیارتہ فاذا اقرب نبینا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من العرش المجید راہ عظیما رفیعا لابد للصعود الیہ من سلم ومرقابہ فارسل اللہ تعالیٰ الیہ روحی فوضعت کتفی موضع مسلّم ومرقاب فاذا اراد ان یضع قدمیہ علی رقبتی سئل اللہ تعالیٰ عنی فالھمہ یا محمد ھذا ولدک اسمہ عبد القادر لولا ختمت النبوت علیک لکان ھو اھلھا بعد فتشکر اللہ تعالیٰ علیہ وقال جدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا بُنیَّ طوبیٰ لک رأیتنی ووجدت نعمتی ثم طوبیٰ لمن رآک اورای من رآک الی سبعۃ وعشرین وجعلتک وزیری فی الدنیا والاخرۃ ووضعت قدمی ھذا علی رقبتک وقدماک علی رقاب جمیع الاولیاء بلا تفاخر ومباھات ولو کانت بعدی نبوت لنلتھا ولا نبیّ بعدی۔

یعنی قاسم سلیمانی قدس اللہ سرہٗ بعض مشائخوں سے اور وہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ جس وقت میرے دادا حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شب معراج میں عروج فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور اولیاء علیہم السلام کی روحوں کو ان کے مقامات سے آپ سے ملنے کی غرض سے پہلے روانہ فرمادیا۔ جب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرش مجید کے قریب ہوئے تو اسکو بہت عظیم اور رفیع دیکھا اس پر چڑھنے کے لئے سیڑھی اور مرقاب ضروری تھا پس اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس میری روح بھیجدی میں نے اپنے کاندھے کو سیڑھی اور مرقاب کی جگہ رکھدیا جب آپ نے میری گردن پر

اپنے قدم مبارک کو رکھنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ سے میرے متعلق دریافت فرمایا اور اللہ نے آپ کو الہام کیا کہ یا محمد یہ تمہارا فرزند ہے اس کا نام عبدالقادر ہے اگر تم پر نبوت ختم نہ ہوتی تو بعد وہ اسکا مستحق تھا۔ یہ سن کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور مجھ سے میرے دادا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مخاطب ہو کر فرمایا میرے بیٹے تجھے خوشی ہو کہ تو نے مجھے دیکھا اور میری نعمت پائی پھر اس کے لئے خوشی ہے جس نے تجھے دیکھا یا تجھ کو دیکھنے والے کو دیکھا اس طرح آپ نے ستائیس ۲۷ درجہ تک دیکھنے والے کو خوشخبری دی اور فرمایا میں نے تجھے دنیا اور آخرت میں اپنا نائب بنایا اور تیری گردن پہ قدم رکھا لہذا تیرے قدم تمام اولیاء کی گردن پر رہیں گے یہ کوئی فخر اور وجاہت کی بات نہیں اگر میرے بعد نبوت ہوتی تو وہ تجھے حاصل ہوتی مگر میرے بعد نبوت نہیں ہے۔

اور ایک حدیث

مناقب غوثیہ میں مشائخ کبار سے اس طرح مروی ہے کہ شب معراج میں جب سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرش پہ گئے تو کچھ دیر ٹھیر گئے اس اثناء میں حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی روح آنحضرت علیہ السلام کے قدم مبارک کو لیئے ظاہر ہوئی زبان گوہر فشاں سے ظاہر ہوا من انت تو کون ہے۔

فقال الغوث الاعظم فی جوابہ انا ولدک عبدالقادر یعنے غوث اعظم نے جواب میں عرض کیا میں آپ کا بیٹا عبدالقادر ہوں اس وقت آنحضرت علیہ السلام نے عنایت وشفقت سے قدم مبارک حضرت رضی اللہ عنہ کے کاندھے پر رکھا اور فرمایا قدمی علی رقبتک وقدماک علی رقبۃ کل ولی اللہ وولیۃ اللہ میرا قدم تیری گردن پر ہے اور تیرے قدم ہر ولی اللہ اور ولیۃ اللہ کی گردن پر ہیں۔

حدیث دیگر

نقل عن بعض السادات الصوفیۃ رحم اللہ علیہم انہٗ قال حکی عن سیدی غوث الاعظم رضی اللہ عنہ انہ قال شرف اللہ تعالیٰ روحی فی لیلۃ المعراج برویۃ جدّی حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واطلعنی علی ما الھمہ قال یا محمد اعلمت من ھذا الرجل فقال علیہ السلام یا رب انت اعلم منی بذالک فقال اللہ تعالیٰ ھذا ولدک من نسل الحسن بن علی واسمہ

عبد القادر جعلت محبوبی بعدك وسيكون شانه بين الاولياء كشانك بين الانبياء فقال عليه السلام لی يا ولدی وقرة عينی قد طاب خاطری برؤيتك وطاب خاطرك برؤيتی فانت محبوبی بل محبوب الله ووارثی من بعدی فی مقام ولايتی ومحبوبيتی وضعت قدمی هذه علی رقبتك وقدمك علی رقاب جميع الاولياء امتی۔

یعنی بعض سادات صوفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے شب معراج میں میرے دادا حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح سے میری روح کو مشرف فرمایا اور مجھے اس الہام سے مطلع فرمایا جس کو اس نے آنحضرت علیہ السلام پر فرمایا تھا۔ خدائے تعالیٰ نے پوچھا اے محمد کیا آپکو معلوم ہے یہ کون مرد ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا اے رب تو مجھ سے زیادہ اس سے واقف ہے پس کہا اللہ تعالیٰ نے یہ آپ کا نسل حسن بن علی سے فرزند ہے اس کا نام عبد القادر ہے میں نے آپ کے بعد اس کو اپنا محبوب بنایا ہے اولیاء میں اس کی شان ایسی ہوگی جیسے انبیاء میں آپکی شان ہے اسپر آنحضرت علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا میرے بیٹے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک میرا دل تیرے دیدار سے خوش ہوا اور تیرا دیدار میرے دیدار سے خوش ہوا پس تو میرا محبوب ہے بلکہ خدا کا محبوب ہے تو میرے بعد میرا مقام ولایت ومحبوبیت میں وارث ہے میں نے اپنا قدم تیری گردن پر رکھا ہے اب تیرے قدم تمام اولیائے امت کی گردنوں پر رہیں گے۔

حدیث دیگر

بعض مشائخ نے اس طرح نقل کیا ہے کہ جب سلطان الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں آسمان کے سارے طبقات طے کر کے عرش اعظم کے قریب پہونچے تو اسکو بہت بڑا اور بلند پایا مقام قدس سے آواز آئی اے میرے محبوب عرش پر آ۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب میں یہ بات آئی کہ عرش بہت بلند ہے کس طرح میں اس پر چڑھوں کہ اتنے میں ایک نوجوان حسین وجمیل جسکی ضیاء رخ نے عرش کو منور کر دیا اور زبان باطن سے استدعا کی کہ اسکی گردن پر قدم مبارک رکھیں آنحضرت نے اسکی گردن پر قدم رکھا یہاں تک کہ عرش پر پہونچ گئے۔ حبیب ازلی ومحبوب ازلی نے اس جوان کی جانب متوجہ ہو کر پوچھا کہ اے جوان سعادت مند تیرا نام کیا ہے اس نوجوان

سینہ پر ہاتھ باندھ کر باکمال ادب کھڑا ہوگیا لیکن جواب نہ دے سکا آنحضرت علیہ السلام کے دل میں گذرا کہ اس جوان کا بڑا مرتبہ ہے اور اس مقام میں ہے جو اہل ولایت کے مقامات سے نہیں ہے مگر مقام نبوت ہے ہاتف نے آواز دی کہ میرے محبوب یہ تمہارا نور العین اور فرزند برگزیدہ ہے اس کا نام عبدالقادر ہے جب ملحدوں کے ہاتھوں سے دین مردہ ہو جائے گا تو وہ اسکو زندہ کریگا۔ آنحضرت علیہ السلام یہ کلام سننے سے بہت مسرور ہوئے اور فرمایا میرے نور العین اور میرے خاندان کے چشم و چراغ میرے دونوں قدم تیری گردن پر پہونچے اب تیرے قدم تمام اولیاء کی گردنوں پر رہیں گے جو تیرے قدموں کو قبول کرے گا وہ بڑا درجہ پائے گا اور جو انکار کرے گا وہ ولایت سے معزول ہو جائے گا۔

دوسری حدیث صاحب مناقب غوثیہ کتاب لطائف لطیف سے جو شیخ کمال الدین بن خواجہ عبداللطیف بغدادی کی تصنیف ہے نقل کرتے ہیں کہ شب معراج میں روح پرفتوح حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ آنحضرت علیہ السلام نے غلبہ شوق مشاہدہ جمال آنحضرت علیہ السلام نے اپنے مقام سے جو منتہائے مقام اولیاء ہے جسد لطیف میں منتقل ہو کر آنحضرت علیہ السلام سے عین معراج میں مشرف ہوئے اور آنحضرت کے قدم مبارک کو اپنی گردن پر لیا اور ان فیوض سے جو مقام معراج نبوی سے مخصوص ہیں استفاضہ کیا آنحضرت علیہ السلام نے لفظ یاقادر کہہ کر ان کی گردن پر قدم رکھ کر عروج فرمایا۔ حضرت عزت سے ندا آئی کہ اے رسول جانتے ہو یہ کس کی روح ہے اور اس کا کیا نام ہے۔ آنحضرت نے عرض کیا الٰہی اس روح کا مجھ سے لگاؤ اور تعلق اور کمال عشق و محبت پا رہا ہوں لیکن اس کا نام تو بہتر جانتا ہے۔ آواز آئی اے محبوب یہ تیرا فرزند ہے جو نسل حسن سے ہے اس کا نام عبدالقادر ہے یہ مرتبہ ولایت اور مرتبہ معشوقیت میں ہے کوئی ولی اس کے مانند نہیں۔ آنحضرت علیہ السلام نے یہ سن کر شکر بجا لایا اور اپنے خاص فیوض سے سرفراز کیا اور فرمایا۔

یا ولدی قد طاب خاطری برؤیتک و طاب خاطرک برؤیتی وانت محبوب اللہ و محبوبی و مریدی و خلفی و قدمی علی رقبتک وقدماک علی رقاب اولیاء امتی

حدیث دیگر صاحب مناقب غوثیہ لکھتے ہیں کہ حرز العاشقین میں ہے کہ شب معراج میں جبرئیل امین آنحضرت علیہ السلام کے پاس براق برق رفتار لائے صاحب معراج

نے چاہا کہ اس پر سوار ہوں براق جو تیزی میں برق سے زیادہ تھی قرار نہیں پکڑ رہی تھی کہ آپ اس پر سوار ہوں آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا اے برق کیا وجہ ہے کہ تجھکو سکون نہیں ہے کہنے لگا یا رسول اللہ میری جان آپ کے نعلین پاک کے قربان ہو جائے میری آرزو ہے کہ آپ مجھ سے وعدہ فرمائیں کہ جب آپ جنت میں داخل ہوں تو مجھ پر سوار ہوں آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا ٹھیک ہے۔ براق نے کہا یا رسول اللہ قیامت میں آپ کے پاس براق آئیں گے جو ایک سے ایک خوبصورت ہوگی اس وقت آپ مجھے کس طرح پہچانیں گے میری استدعا ہے کہ آپ میری گردن پر ہاتھ ماریں جسکا نشان رہے آنحضرت نے اسکی استدعا کے موافق اس کی گردن پر ہاتھ مارا براق خوشی سے اپنا پوست میں نہیں سما رہا تھا اور ناز کر رہا تھا شہسوار میدان نبوت و رسالت اسپر سوار ہو رہے ہیں اس اثناء میں روح پر فتوح حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ حاضر ہوئی اور کہا یا سیدی ضع قدمك علی رقبتی میرے آقا میری گردن پر اپنا قدم رکھئے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی گردن پر اپنا قدم رکھ کر سوار ہوئے اور فرمایا قدمی علی رقبتك وقدمك علی رقبة کل ولی اللہ الصالحین ۔

اس واقعہ سے ہرگز تعجب نہ کرنا کہ اس واقعہ کی مانند واقعات دوسروں سے بھی شب معراج میں ظہور پذیر ہونا منقول ہے جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہوا کہ آنحضرت علیہ السلام سے پیشتر حضرت بلال رضی اللہ عنہ جنت میں سیر کر رہے تھے اور حضرت اویس قرنی کو مقام مقعد صدق عند ملیك مقتدر میں آرام کرتا ہوا پایا اس قسم کے واقعات بروح اجساد ہوتے ہیں چنانچہ آنحضرت کا شب معراج میں غمیدہ بنت ملحان اور حضرت طلحہ کی زوجہ کو بہشت میں دیکھنا اور اس طرح اولیاء انبیاء علیہم السلام کو جن میں بعض کو نماز پڑھتے ہوئے آسمانوں میں دیکھنا احادیث میں آیا ہے حرز العاشقین وغیرہ میں ہے کہ شب معراج میں سید المرسلین علیہ السلام کی حضرت موسیٰ نبینا وعلیہ السلام سے ملاقات ہوئی حضرت موسیٰ نے کہا یا اخی الصالح یا نبی الصالح
انت قلت علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل

آنحضرت نے حضرت موسیٰ سے فرمایا کہ ہاں موسیٰ نے کہا کیا یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کے علماء امت میں سے کوئی عالم اس وقت حاضر ہو اور مجھ سے کلام کرے آنحضرت نے روح امام غزالی کو موسیٰ علیہ السلام کے آگے پیش کیا ان دونوں کے درمیان جو گفتگو رہی وہ تذکرہ شریف

امام غزالی میں گذر چکی ہے۔

رفیق الطلاب میں شیخ محمد چشتی شیخ الشیوخ سے نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا۔ انی رأیت رجلا من امتی فی لیلۃ المعراج فی مقامی اور ذکر مقام محمود میں فرماتے ہیں المقام المحمود وھو المقام الذی لایشرک لہ فیہ غیرہ علیہ السلام من الانبیاء والرسل الا اولیاء امتی۔

شیخ نظامی گنجوی فرماتے ہیں کہ شب معراج میں آنحضرت علیہ السلام براق پر سوار تھے اور آپکا غاشیہ میرے دوش پر تھا اس میں شک نہیں کہ یہ حالت بہ جسد ارواح تھی اور حضرت سلطان الاولیا غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی روح اس مقام میں حاضر ہونا جس سے آگے جبرئیل علیہ السلام آگے نہ بڑھ سکے اور آنحضرت کا سوئے حق عروج اور اولیائے امت سے ایک شخص کو دیکھنا جس طرح شب معراج میں حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو مقام مقعد صدق کو دیکھا گیا اور مقام او ادنیٰ سے باز رہنا اور یہ دولت عظمیٰ اور مرتبہ علیا حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آیا اور آنحضرت علیہ السلام کو اس مقام عالی میں دیکھنا اور اسرار قرب حاضر کا سننا وغیرہ اس قسم کے واقعات کا تعلق جسد روح سے ہے ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم اسی وجہ سے بحر المعانی میں سید محمد مکی فرماتے ہیں کہ حضرت سلطان الاولیاء سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ مقام محبوبیت میں شہرت تمام رکھتے تھے دوسرے محبوبوں کو یہ مقام حاصل نہیں اس سے معلوم ہوا کہ حضرت اویس قرنیؓ حامل محبوبیت اقامت تھے لیکن وہ مستور ہیں اور حضرت غوث اعظمؓ کو کامل شہرت حاصل ہے مانند اشتہار محبوبیت آنحضرت علیہ السلام لکونہ علی قدمہ

وہ یہ بھی کہتے ہیں جب حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ اس عالم میں بہ جسد عنصری ظہور پذیر ہوئے تو آپ کی گردن پر آنحضرت علیہ السلام کا نقش قدم نمایاں تھا جیسا کہ حضرت موسیٰ کے عصا کا نشان امام غزالی کی پیٹھ پر نمایاں تھا۔ تکمیل الایمان میں شیخ عبد الحق دہلوی لکھتے ہیں کہ اولیاء اللہ کی کرامات کا وجود بعض صحابہ اور اولیاء امت سے بطریق شہرت اور تواتر ثابت ہے جس سے انکار اور تردد محال ہے۔ خصوصاً بعض اعاظم اولیاء کی کرامات مانند حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ اور امام یافعی روضۃ الریاحین میں لکھتے ہیں کہ کراماتہ بلغت حد التواتر ومعلوم بالاتفاق ما بلغت مثلھا من احد من شیوخ الآفاق۔

مقام پنجم

ان اولیاء کے اسماء کے بیان میں جو حضرت غوث الثقلین کے بعد وجود میں آئے اور جو آپ کے قدموں کو اپنی گردنوں پر لینے کے قایل ہیں۔

ان کا انحصار قید تحریر سے باہر ہے لیکن معتبر کتابوں سے چند اولیائے کبار کا بیان قید تحریر میں لایا جاتا ہے ان اولیاء کے منجملہ حضرت خواجہ فرید الحق والدین شکر گنج ہیں سید آدم بنوری نقشبندی مصنف نکات الاسرار اپنی اس کتاب میں لکھتے ہیں کہ حضرت فرید الدین شکر گنج کی مجلس میں حضرت غوث الثقلین کے قدم مبارک کا ذکر آیا۔ شیخ نے فرمایا کہ اگر میں اس زمانے میں ہوتا تو آپ کے قدم مبارک کو اپنے حدقہ چشم پر رکھتا کہ میرے پیر کے پیر خواجہ معین الدین چشتی حسن نے اپنی گردن جھکا دی تھی لہذا میرا یہ منصب ہے کہ میں کہوں آپکا قدم میرے حدقہ چشم پر ہے۔

دوسرے قابل ذکر ذی حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ کتاب خوارق الاحباب میں لکھتے ہیں کہ میں نے زبان فیض بیان خواجہ خواجگی سرمست سے سنا کہ ایک دن میں ہمارے خواجہ خواجگان بہاؤ الدین نقشبند سے بعنوان قدمی ھذہ الخ کے بارے میں پوچھا فرمایا حضرت غوث الثقلین رضی اللہ کے کلام سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ تمام اولیاء اللہ نے اپنی گردنیں خم کر دی تھیں۔ ہمارے خواجہ ابو یوسف ہمدانی اس زمانہ میں موجود تھے انھوں نے بھی اپنی گردن جھکا دی تھی اور کہا تھا۔ قدمہ علی عینی او علے بصو بصیرتی۔

اسی طرح سید محمد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف لطائف الغرائب میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز میں نے اپنے پیر شیخ نصیر الدین محمود سے سنا کہ حضرت غوث الثقلین سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ قدمی ھذہ الخ کہنے پر مامور تھے اسلئے تمام اولیاء اللہ تعالیٰ نے جو روئے زمین میں تھے اپنی گردنیں جھکا دیں۔ ہمارے خواجہ بزرگ معین الدین حسن چشتی ان ایام میں جوان تھے بمجرد یہ کلام سنتے کہ اپنے سر مبارک کو زمین تک جھکا دیا اور فرمایا۔ بل علیٰ راسی لہذا میرا منصب یہ ہے کہ میں علیٰ بصری و بصیرتی کہوں۔

شیخ اکبر شیخ الاسلام شیخ محی الدین ابن علی العربی رحمۃ اللہ علیہ

صاحب مخازن قادریہ لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ اکبر نے فتوحات مکیہ میں تحریر فرماتے ہیں ومنهم

رجل واحد وقد یکون امرہ فی کل زمان اٰیتہ وھو القاھر فوق عبادہ لہ استطالۃ علی ما سوی اللہ زمتھم شجاع مقدم کبیر الدعوی و یحق یقول حقا و یحکم عدلا کان صاحب ھذا المقام امامنا السید عبد القادر الجیلی ببغداد کانت لہ الصولۃ۔

یعنے بعض اقطاب و احباب سے ایک مرد ہے جس کا حکم ہر آنے والے زمانے میں جاری رہیگا اور وہ اپنے بندوں پر قاہر ہوگا اور اس کو ہر شئے ماسوا اللہ پر دستگاہ حاصل رہے گی اور ان میں دلیر پیشوا اور بڑا دعوے کرنے والا ہے اور راست گفتار و حق گو ہوگا۔ اور عدل و انصاف سے فیصلہ کرے گا وہ مرد صاحب مقام بغداد میں ہمارے امام سید عبد القادر جیلانی ہیں۔ جو صاحب جاہ و صولت ہیں۔

صاحب مخازن قادریہ لکھتے ہیں کہ شیخ اکبر محی الدین عربی ولی اکمل ہیں ان کے قول میں اصلاً و بی نہیں ہے اگرچہ انہوں نے نام قدم صریح طور پر نہیں لیا ہے لیکن تمام عبارت میں کنایۃ" حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے قدم کا تمام اولیائے اولین و آخرین و حاضرین کی گردنوں پر اثبات ہوتا ہے یعنے امرہ فی کل زمانٍ اٰیتہ سے مراد ان اولیاء پر قدم کا اثبات ہوتا ہے۔ وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ جب آنحضرت رضی اللہ عنہ نے اپنا قدم ان کی گردنوں پر رکھا اور انہوں نے قبول کیا تو آنحضرت کی تمام پر فوقیت ہوگئی اس مطلب کے اظہار کے لئے آپ کی شان میں وھو القاھر فوق عبادہ فرمایا جو آیت قرآنی ہے اور اس میں ھو کی ضمیر حق تعالیٰ کی جانب راجع ہے جب شیخ اکبر نے ہر ولی اولیاء اولین و آخرین کے مرتبہ کا مشاہدہ کیا تو ان کا مرتبہ تحت رایت آنحضرت رضی اللہ عنہ پایا لہذا اس آیت سے اقتباس کر گئے ھو کی ضمیر کو آنحضرت رضی اللہ عنہ کی طرف راجع کیا۔ یہاں عبادی سے مراد اولیاء اولین و آخرین ہیں اور اسوقت اس آیت کا اقتباس آنحضرت رضی اللہ عنہ کے متعلق ایک لطیف نکتہ کی حامل ہے جو مواعدان کامل سے مخفی نہیں ہے اور شیخ کا یہ ارشاد کہ ولہ استطالۃ علےٰ ما سوی اللہ بھی آنحضرت رضی اللہ عنہ کے قدم مبارک کے تمام اولیاء اولین و آخرین کی گردنوں پر ثابت ہونے پر دلالت کرتا ہے بلکہ تمام اشیاء دیگر ماسویٰ اللہ آپ کی درازی دستگاہ ثابت ہے تو پھر کس طرح آپکا قدم اولیائے اولین و آخرین کی گردن پر نہ ہوگا۔

اور شیخ اکبر کے ارشاد منهم شجاع مقدم کبیر الدعوی سے یہ مراد ہے کہ جب حضرت غوث الثقلین نے اپنے وجود کو وجود حق تعالیٰ میں بالکلیہ فانی کر دیا اور مقام فنا الفنائین پہونچ گئے تو لا محالہ تمام ذرات اشیاء ذرات کائنات میں محبوب حقیقی کا مشاہدہ فرمایا یہ اصل دلیری ہے سالکوں کو ایسی دلیری میسر نہیں اسی باعث اولیاء کبار اقطاب سند والوقار میں حضرت قطب الاقطاب رضی اللہ عنہ کو شیخ اکبر نے شجاع کہا اور کبیر الدعویٰ سے مراد آنحضرت رضی اللہ عنہ کا قول قدمی ھذہ الخ اور یحق ای یصدق جو شیخ اکبر نے فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت غوث اعظم نے یہ جو فرمایا ہے وہ حق ہے اور امر حق سے ہے۔

ویحکم عدلا سے بھی آپ کے اس قول کی جانب اشارہ ہے۔ حضرت شیخ نے اول آپ کی اس طرح تعریف کی کہ منهم رجل واحد الخ اور آخر میں آپ کے اسم مبارک کو تحقیق کے ساتھ ظاہر کیا کہ صاحب ھذہ المقام امامنا وسیدنا السید عبد القادر الجیلی ببغداد وکانت لہ الصولۃ لفظ صولت سے خلق پر تصرف مراد ہے یعنے جب آپ نے اپنا قدم مبارک اولیائے اولین و آخرین کی رقابت ارواح پر رکھا تو اسکے یہ معنے ہوئے کہ آپ کو خدائے تعالیٰ نے کامل تصرف اور دستگاہ عطا فرمایا اور یہ تصرف قیامت تک جاری ہے۔

شیخ عبد الکریم الصوفی الگیلانی رحمۃ اللہ علیہ

صاحب مخازن قادریہ لکھتے ہیں کہ انسان کامل میں شیخ عبد الکریم جیلانی نے تجلیات ذاتی کی بحث میں لکھا ہے کہ حضرت سلطان الاولیاء رضی اللہ عنہ پر تجلی ذات ہوئی ہے اور وہ اصل ولایت ہے چنانچہ حضرت رضی اللہ عنہ نے اپنے کلام میں اس مقام کی جانب اس طرح اشارہ فرمایا ہے۔

فاعطانی المولیٰ اجل ولایته   ولم یعطها غیری لیوم القیامة

یعنے مولیٰ تعالیٰ نے مجھے بزرگ ترین ولایت عطا فرمائی ہے جو قیامت تک میرے سوا کسی کو وہ عطا نہ فرمائے گا یہ دلیل قوی ہے کہ جس کو بزرگ ترین ولایت دی گئی ہو اسکا قدم تمام اولیائے اولین و آخرین کی گردنوں پر کس طرح نہ ہوگا بلکہ رجل ولایتہ سے بھی قول قدمی ھذہ الخ ہے

۱ صاحب مجمع الفضائل و مناقب غوثیہ باسناد صحیح لکھتے ہیں کہ ایک روز آنحضرت علیہ السلام بیٹھے ہوئے تھے امیر المومنین امام حسن اور امیر المومنین امام حسین علیہما السلام آئے آنحضرت علیہ السلام نے امام حسن سے فرمایا آؤ اے امام الامام اور امام حسین سے فرمایا آؤ یا امام الائمہ امام حسن نے پوچھا یا سیدی آپ نے مجھے امام الامام سے خطاب کیا اور میرے بھائی حسین کو امام الائمہ سے خطاب کیا اس میں کیا راز ہے آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا پسر حسین سے نو امام آنے والے ہیں اور تمہاری پشت سے ایک امام پیدا ہوگا جو مرتبہ اور مقام میں ان نو ائمہ کے مثل ہوگا پھر امام حسن نے دریافت کیا اس کا کیا نام ہوگا آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا اس کا نام عبدالقادر اس کا لقب محی الدین اسکی کنیت ابو محمد اور اس کا خطاب غوث اعظم ہے وہ میرا اور خدا کا محبوب ہے اور وہ وسط قرن خامس میں ظاہر ہوگا۔ صاحب مناقب غوثیہ لکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ نے اپنے ملفوظ میں اشارہ فرمایا کہ اگر کسی شخص کے دس فرزند ہوں اور اسکے دل میں ہو کہ اسکی تمام نعمت اور ترکہ کو اپنے دسویں فرزند کو دوں گا تو وہ دسویں فرزند کو پہونچیگا پس حق تعالیٰ نے نو تن کو جو ائمہ دین کو ہیں بتدریج متفرق کیا اور ان سب کے ترکہ اور نعمت کو دسویں فرزند کو پہونچا دیا اور یہ دسویں فرزند حضرت غوث الثقلین ہیں۔

وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ بظاہر یہ کلمہ قدمی ھذہ الخ اس خطرہ شخصی کا جواب ہے کہ ان نو اماموں کے تمام کمالات آپ کی ذات شریف میں کسطرح جمع ہوئے۔

دوسری روایت میں ہے کہ ایک روز آنحضرت علیہ السلام مدینہ میں بعد نماز چاشت قیلولہ فرمارہے تھے عالم رویا میں دیکھا کہ علی مرتضیٰ، فاطمہ الزہرا حسن مجتبیٰ اور حسین شہید دشت کربلا علیہم السلام ایک اونچے مقام پر بیٹھے ہیں اور ان کے درمیان سے نورانی مشعلے اندر سے ہیں جب شعلے دسویں تک پہونچا تو نو مشعل ایک طرف اور ایک مشعل دوسری طرف ٹھہر گیا ان نو حضرات نے ان نو مشعلوں کو اشارہ کیا کہ وہ سب ایک جگہ جمع ہو کر ایک مثل مشعل عطا کریں پس ان ہر نو مشعلوں کا لمعہ جدا ہو کر ایک شعلہ کی شکل میں نمودار ہوا اور دسویں شعلہ نے مثل ماہتاب کے روشن ہو کر تمام عالم کو روشن کر دیا جب خواجہ عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بیدار ہوئے تو آپ کے دل میں یہ بات گذری کہ یہ کون لڑکا ہوگا اسی وقت فرمان الٰہی پہونچا کہ اے میرے حبیب اور محبوب آپ نے جو یہ نو مشعل دیکھے یہ حسین کے نور چشم تھے جن میں ہر ایک منصب امامت پر فائز ہوگا اور وہ دسویں مشعل

جو علیحدہ بھی فرزند ارجمند اولاد حسن تھا اور یہ مشعل تا ابد روشن رہے گی اسی وجہ سے حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے ؎

افلت شموس الاولین وشمسنا   ابد علی فلک العلے لا تغرب

شیخ احمد فاروقی ترمذی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ جناب قدس تک جو راستے پہونچاتے ہیں دو راستے ہیں ایک وہ راستہ ہے جو قرب نبوت سے تعلق رکھتا ہے اور اس راستہ کے موصل انبیاء علیہم السلام ہیں اور ان میں افضل خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ دوسرا راستہ قرب ولایت سے تعلق رکھتا ہے اور اس راستے کے پیشوا اور ان کے منبع فیضان امیر المومنین علی علیہ السلام ہیں کرم اللہ وجہہ یعنی اس منصب علم کا تعلق امیر المومنین سیدنا علی سے ہے اور اس مقام میں ان کے فرق مبارک پر آنحضرت علیہ السلام کے دونوں قدم ہیں الامین مقربین اس مقام میں شریک ہیں۔

وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ حضرت حضرت امیر المومنین علیہ السلام اپنے ظہور وجود عنصری سے قبل ہی اس مقام میں تھے جس کے بعد ظہور وجود عنصری ہر ایک کو اس راستے سے فیض و ہدایت بتوسط آنحضرت حاصل ہے کہ حضرت امیر المومنین اس راستے کے سر نقطہ ہدایت ہیں اس مقام کلام کرکا آپ سے تعلق ہے۔

وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ جب آنحضرت کا دورہ تمام ہوا تو یہ منصب عظیم القدر حضرت حسنین علیہما السلام کے تفویض ہوا اور ان دو شہزادگان کو حق کے بعد یہ منصب عالی ہر ایک امام منجملہ ائمہ اثنا عشر کے حسب ترتیب امامت تفویض ہوا اگرچہ ان کے زمانہ میں اقطاب و ابدال وغیرہ تھے لیکن یہ ائمہ انکے ملاذ و ملجاء تھے جن سے رجوع کئے بغیر چارہ نہ تھا تا آنکہ یہ منصب عالی حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کو ملا اب اس منصب پر کوئی اور قیامت تک فائز نہ ہوگا اب اقطاب، نجباء وغیرہم کو فیوض و برکات آپ ہی کے واسطے سے حاصل ہوتے ہیں۔

سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ

صاحب مناقب غوثیہ ملفوظ اسرار السالکین سے جو شیخ جنید نبیرہ شیخ فرید گنج شکر کی تصنیف ہے نقل کرتے ہیں کہ حضرت شیخ نے چودھویں مجلس میں لکھا ہے کہ سلطان المشائخ حضرت غوث الثقلین

سے بہرہ ور ہو کر خرقہ خلافت پہنایا یعنی جب سلطان المشائخ مکہ تشریف لے گئے شیخ العارفین سیدنا عمر رحمۃ اللہ علیہ جو فرزند حضرت سلطان الاولیاء غوث الثقلین رضی اللہ عنہ سے تھے وہاں تشریف فرما تھے آپ نے ایک خادم کو سلطان المشائخ کے پاس بھیجا خادم نے حاضر خدمت ہو کر کہا شیخنا یدعوک سلطان المشائخ نے پوچھا کہ سید عمر مجھے کیسے جانتے ہیں اور یہاں میرے پہونچنے کا حال ان کو کیسے معلوم ہوا۔ بہرحال جب سلطان المشائخ سیدنا سید عمر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے تو حضرت سید عمرؒ نے فرمایا من یوم رکبت عن الھند عینی الیک خذ منی الخلافۃ پس سلطان المشائخ نے آپ سے خلافت لی اور آپ کے قدم کو قبول کیا۔

وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ سلطان المشائخ سے مقام محبوبیت منسوب کیا جاتا ہے تو کہنا چاہئیے کہ آپ بتوسط سید عمرؒ اس منصب پر فائز ہوئے۔

وہ یہ بھی لکھتے ہیں خزانۂ مجمع الفضائل میں ہے کہ مشائخ چہاردہ خانوادہ صوفیہ عالیہ عہد دولت حضرت مقدسہ محبوبیہ رضی اللہ عنہ تھے خدائے تعالیٰ نے انکو معلوم کرادیا تھا کہ آئندہ زمانہ میں اولاد امجاد سید المرسلین خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد امجاد سے ایک فرزند پیدا ہوگا جس کا نام سید عبدالقادر ہوگا اور وہ قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ و ولیۃ اللہ کہے گا۔ اس الہام کے بعد تمام مشائخ چہاردہ خانوادہ نے امر الٰہی کو قبول کیا اور اپنی گردنیں خم کردیں۔

وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ صاحب مخازن قادریہ یہ کہتے ہیں کہ بارہ اماموں سے حضرت سیدنا امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنے وقت میں اپنا سجادہ مبارک اپنے احباب سے ایک کو سپرد کیا اور فرمایا کہ تم میں سے جو رہے یہ سجادہ حفاظت سے رکھے کہ یہ سید عبدالقادر کی امانت ہے جو وسط قرن خامس میں ظاہر ہونگے ان کو میرا سلام پہونچانا اور یہ امانت انہیں دے دینا اسی طرح شیخ معروف کرخی نے اس خرقہ خلافت کو جو حضرت سدنا امام علی موسیٰ رضا علیہ السلام سے پہونچا تھا خواجہ جنید بغدادی کو دیا اور انہوں نے خواجہ ممتاز دینوری کو اور انہوں نے شیخ احمد اسود الدینوری دینوری کے سپرد یہ کہہ کر کیا کہ یہ سلطان الاولیاء غوث الثقلین سید عبدالقادر جیلانی کی امانت ہے۔

وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ بعض اکابر سادات باسناد صحیح بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا امام علی

بن الحسین الملقب سجاد زین العباد علیہما السلام نے خرقۂ خلافت و نعیم ملبوسات امامت و عنایت امیر المومنین علیہ السلام و حضرتین الامامین علیہما السلام اپنے عہد میں حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے لئے خواجہ ابو العباس خضر علیہ السلام کے سپرد کیا تھا اور بشارت دی تھی کہ عراق عجم میں ذریت ابی محمد الحسن بن علی کرم اللہ وجہہ عالی منزلت عند اللہ و عند الرسول سید عبد القادر ابن ابی صالح پیدا ہوں گے اور مرتبۂ امامت و وراثت میں ہمارے آباؤ اجداد کے خاندان کے لئے باعث افتخار ہوگا۔ جیسا کہ ہم اور ہماری اولاد دعوت کیلئے مامور ہے وہ بھی رہیں گے اور امت محمدی کے اولیاء ان کے زیر قدم رہیں گے پس ان کو میرا سلام پہونچانا اور انکی امانتیں ان کے سپرد کر دیا۔

وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ جب حضرت غوث الثقلین کی بارہ سال کی عمر ہوئی تو ان تبرکات و ملبوسات اور امانات و نعمت خلافت کو خضر علیہ السلام سے آپ نے حاصل فرمایا۔ اس بناء پہ عارف نامی حضرت عبد الرحمٰن جامی شواہد النبوت میں تحریر فرماتے ہیں کہ فضائل و کمالات اہل بیت طاہرین کو ان بارہ تنوں پہ منحصر نہ سمجھو کیونکہ افضل و اکمل اہل بیت بہت تھے جیسا کہ سلطان الاولیاء غوث الثقلین سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ جو حضرت رسول الثقلین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے قربت تمام رکھتے ہیں۔

چنانچہ ملفوظ غوثیہ میں مذکور ہے کہ ایک روز حضرت غوث الثقلینؓ نے فرمایا کہ میں بغداد میں بالائے ممبر تھا میں نے حضرت سید المرسلین علیہ افضل الصلوٰۃ و تسلیم کو جن کے پہلو میں حضرت موسیٰ کلیم اللہ تھے ہوا میں دیکھا۔ میرے دادا نے حضرت موسیٰ سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ کیا آپ کی امت میں کوئی سید عبد القادر کے مانند ہے موسیٰ علیہ السلام نے کہا لا یا اخی الصالح اسکے بعد آنحضرت علیہ السلام نے مجھے اپنی جانب آنے کے لئے فرمایا۔ میں آنحضرت علیہ السلام کی خدمت میں گیا آنحضرت علیہ السلام نے مجھے اپنی آغوش میں لے کر آپ کے جسم مبارک پہ جو خلعت تھی مجھے پہنا دی اور فرمایا ھذہ خلعت الغوثیہ علی الاقطاب و الابدال و الاوتاد اور تین بار اپنے لعاب دہن مبارک کو میرے منہ میں ڈالا اور پھر مجھے منبر پہ چھوڑ دیا۔ صاحب مناقب غوثیہ لکھتے ہیں کہ جب حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو چار روز تک مرقد مبارک سلطان الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر

ہاتھ باندھے ہوئے یہ مناجات پڑھتے رہے۔

ذنوبي كموج البحر بل هي اكثر　　كلها مثل الجبال بل هي اكبر
ولكن عند الكريم اذا عفا　　كجناح البعوضة بل هي اصغر

دوسری بار جب حجرہ شریفہ آنحضرت علیہ السلام کے قریب گئے تو یہ شعر پڑھا

في حالة البعد روحي كنت ارسلها　　تقبل الارض عني وهي نائبتي
وهذه نوبت الاشباح قد حضرت　　فامدد يديك لكي تحظ بها شفتي

مرقد مبارک سے آنحضرت علیہ السلام کے دونوں دست مبارک ظاہر ہوئے حضرت غوث الثقلین نے ان کو بوسہ دیا اور اپنے سر پر رکھ لیا اس مضمون کو فارسی اشعار میں اسطرح نظم کیا گیا ہے۔

ہنگامیکہ غوث اعظم مادر طریقہ شد　　گفتہ ست نزد مرقد سلطان انبیا
یا سید البشر چو بدم من ہلاک خویش　　روحم فرستمت کہ بود نائبے زما
او می رسید و بوسہ بدادے زجانبم　　بر ارض و مرقدت کہ بود بر دو شما
این نوبت آمدہ کہ رسیدم بہ این جسد　　در حضرت شریف تو اے شاہ اصفیا
خواہم وہی کہ دست مبارک کہ بوسش　　گیرم نصیب خویش از الطاف او عطا
از گفتنش رسول خدا ہر دو دست خویش　　کردہ دراز سوئے قطب شاہ اولیاء
بوسید و یافت گوہر نعمت ازاں دو کف　　این بس کمال جیست کہ شد مرجع ہدیٰ
این گفتہ است بندۂ محتاج فیض او　　گو عشقی است و شائق روئش زابتداد

ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم

مقام ششم

بیان وصال آنحضرت رضی اللہ عنہ

منجملہ اقوال مشائخ کبار کے صاحب مناقب غوثیہ باسناد صحیح لکھتے ہیں کہ حضرت قطب الآفاق سیدنا سید تاج الدین عبدالرزاق فرماتے ہیں کہ آنحضرت رضی اللہ عنہ کو مرض موت سے پہلے عارضہ بشری لاحق ہوا اور اس مرض کے غلبہ سے آپ بے ہوش ہوگئے ہم آپ کے اطراف

بیٹھے ہوئے رو رہے تھے یکایک آپ ہوش میں آئے اور فرمایا کہ مت رو میں ابھی نہ مروں گا میری پشت میں مثلاً فرزند یحییٰ ہے جس کا دنیا میں آنا مقدر ہے۔ میں نے خیال کیا کہ آپ غلبۂ مرض سے اس طرح فرما رہے ہیں لیکن کچھ عرصہ میں اس مرض سے صحت حاصل ہو گئی آپ کو جاریہ حبشیہ سے سید یحییٰ پیدا ہوئے جو آپ کے آخری فرزند ہیں آپکی ولادت کے عرصہ دراز کے بعد آپ اس سرائے فانی سے دار البقا منتقل ہوئے۔

حضرت امام عبداللہ یافعی تکملہ میں جو روضۃ الریاحین سے مشہور ہے تحریر فرماتے ہیں کہ اس امر پر سب کا اتفاق ہے کہ حضرت غوث الثقلین نے مکرر لوگوں کے روبرو فرمایا کہ آفتاب طلوع نہیں ہوتا جب تک وہ مجھے معلوم نہ کرے اور سال آنے سے قبل مجھ پر سلام کرتا ہے اور جو کچھ اس سال میں ہونے والا ہے اس سے مطلع کرتا ہے اور ہر مہینہ اور ہر ہفتہ اور ہر دن مجھ پر سلام کرتا ہے اور جو واقعات ان میں ہونے والے ہیں بیان کرتے ہیں اور فرمایا حضرت عز و جل کی قسم ہر روز سعادت و شقاوت مجھ پر پیش کی جاتی ہیں اور ہمیشہ میری نظر لوح محفوظ پر ہوتی ہے۔ نیز فرمایا کہ میں غواص دریائے علم و مشاہدہ حق تعالیٰ ہوں میں تم پر حجۃ اللہ ہوں تم سب پر نائب پیغمبر ہوں اور زمین میں انکا وارث ہوں۔

شیخ ابو القاسم احمد بن محمد بغدادی کہتے ہیں کہ میں اور شیخ ابو مسعود حریمی اور شیخ ابو الخیر بن محفوظ اور شیخ ابو حفص اور شیخ ابو العباس احمد بن الکاتب و شیخ الاحباب سیدنا سید سیف الدین عبدالوہاب حضرت غوث الثقلین کے نزدیک بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت شیخ الکل ہم سے گفتگو فرما رہے تھے کہ ناگاہ ایک خوبصورت جوان آیا اور آپ کے روبرو بیٹھ گیا اور کہا السلام علیک یا ولی اللہ انا شہر رجب الاخیر ا یعنی آپ نے فرمایا کہ اس ماہ رجب میں لوگ بجز بھلائی کے کچھ اور نہ دیکھیں گے۔ راوی کا بیان ہے کہ واقعی اس مہینہ میں بجز خیر کے کوئی اور واقعہ ظہور میں نہ آیا پھر سلخ رجب کو ایک شخص کو یہ منظر آیا اور ہم آپ کے پاس اس وقت بھی بیٹھے ہوئے تھے فقال السلام علیک یا ولی اللہ انا شہر شعبان یعنی اس نے کہا اے ولی اللہ آپ پر سلام میں شعبان کا مہینہ ہوں اور اس مہینہ میں جو مقدر ہے اسکی اطلاع دینے آیا ہوں۔ بغداد، حجاز اور خراسان کے شہروں میں شدید گرمی ہوگی راوی کا بیان ہے کہ اس اطلاع کے بموجب ان مقامات میں سخت گرانی اس ماہ میں ہونے کی خبر آئی

ہے؛ اور پھر اس نے جو کچھ ہونے والا تھا اسکی خبر دی فقال فلم یر الناس فی رجب ذالک

وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت شیخ بھی ۲۹ شعبان روز دوشنبہ کو سخت علیل ہوئے ہم سب آپ کے نزدیک تھے شیخ علی ہیتی، شیخ ابو النجیب سہروردی شیخ ابو الحسن جوسقی، قاضی ابو العلا بن بزاز بھی حاضر تھے ایک باوقار شخص آیا اور السلام علیك یا ولی اللہ انا شهر رمضان اور کہا انا جئتك حتی اودعك هذا اخر اجتماعی بك یعنی میں آپ کو وداع کرنے آیا ہوں یہ میرے اور آپ کے ابین آخری اجتماع ہے اسکے بعد وہ چلا گیا۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ اس سال کے ربیع الآخر میں اس دنیا سے تشریف لے گئے اور دوسرا رمضان نہ پایا۔

شیخ ابو القاسم بن احمد کہتے ہیں کہ یہ گہرا راز تھا کہ کئی دفعہ غوث الثقلین کو فرماتے ہوئے سنا کہ خدا نے تعالیٰ کے ایسے بندے ہیں کہ ماہ رمضان ان کے روبرو آکر عذر خواہی کرتا ہے کہ اس مہینے میں ان کو مرض لاحق ہوگا اور در اصل کنایۃً آپ نے اپنی رحلت سے اطلاع دی تھی۔ جب آپکی عمر کا آفتاب غروب ہونے کے قریب ہوا تو عزرائیل علیہ السلام ایک لپٹا ہوا مکتوب درگاہ رب العزت جل سلطانہ سے ۵۶۱ھ کے ربیع الثانی کے عشرہ میں لائے اور آپ کے فرزند ارجمند قطب الاحباب سیدنا سیف الدین عبد الوہاب کے ہاتھ میں وہ سرنامہ میں مرقوم تھا۔

یصل هذا المکتوب من المحب الی المحبوب یعنے محب کی جانب سے محبوب کو یہ مکتوب پہونچے۔ اس مکتوب کا مضمون پڑھنے کے بعد سیدنا عبد الوہاب غمگین ہوئے اور رونے لگے اور ناچار ملک الموت اور سید الباکین سید سیف الدین مکتوب الٰہی کے ساتھ حضور غوث الثقلین رضؓ کے روبرو آئے کہ بامر الٰہی وصال محب سے آپ ہم آغوش ہوں اس وقت دوسرا نامہ مشتمل بر بشارت مغفرت جمیع اہل ایمان و محبان و مخلصان و مریدان پہونچا کہ میں تمام گناہ گاروں کو بخش دوں گا اور آپکی ان کے بارے میں شفاعت قبول کروں گا جس طرح شیخ صنعان کے بارے میں آپ کی میں نے دعا قبول کی اور یہ بھی عہد کرتا ہوں کہ آپ کے مریدوں کو بغیر ایمان اور توبہ کے اس دنیا سے نہ جانے دوں گا حضرت غوث الثقلین رضؓ اس مژدہ غیبی الہام کے بعد سر بسجدہ ہوئے اور کہا

ولقد اخذت من اللہ سبعین موثقا ان لا یموت مریدی الا علی التوبة والایمان یعنے آپ نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے ستر دفعہ عہد واثق لیا کہ میرا مرید بجز توبہ اور ایمان کے نہ مرے اسکے بعد آپ نے فرمایا اسکی عزت و جلال کی قسم میں اپنے پروردگار

کے سامنے سے قدم نہ اٹھاؤں گا جب تک میرے مریدوں کو میرے ساتھ جنت کی جانب روانہ نہ کرے اور فرمایا کہ میرے ہاتھ میں ایک کاغذ دیا گیا جہاں تک نظر جا سکی اتنا طویل ہے اور میں نے جب دیکھا تو اس میں میرے ان تمام مریدوں کے قیامت تک نام ہیں جو مجھ سے درست نسبت رکھتے ہیں اور یہ حکم ہوا ہے کہ میں نے ان سب کو بخش دیا یہی وجہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر میرا کوئی مرید مغرب میں برہنہ ہو جائے تو میں مشرق سے اس کا ستر عورت کروں گا۔

اسکے بعد چند اور حکم مرید کے بارے میں آپ نے فرمائے از آں جملہ آپ کا یہ مقولہ ہے کہ البضیۃ منا بالالف والفرخ لا یتقوم یعنے ہمارے انڈے کی قیمت ایک ہزار ہے اور ہمارا چوزہ لاقیمت یعنے میرے مبتدی مرید کی قیمت ایک ہزار ہے اور متوسط مرید کی قیمت متعین نہیں ہو سکتی

صاحب مناقب غوثیہ لکھتے ہیں اس قول میں آپ نے مبتدی مرید کو انڈے سے تشبیہ دی اور متوسط مرید کو چوزہ سے تشبیہ دی مرغ کے بارے میں سکوت فرمایا کہ معلوم ہے کہ اس کے تین مدارج ہیں اسی طرح مرید کے تین درجے ہیں درجہ اول مبتدی کا ہے دوسرا درجہ متوسط مرید کا ہے درجہ سوم منتہی مرید کا ہے۔

صاحب مناقب غوثیہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ آپ کا مبتدی مرید دوسرے مشائخوں کے مرید سے افضل و اکمل ہوتا ہے اس شخص کی سعادت مندی ہے جو حضرت کے سلک ارادت میں منسلک ہو جائے اور اس شخص کی شقاوت ہے جو بدقسمتی سے اپنے شہر یا اس خانوادہ شریف سے اپنا رشتہ منقطع کر کے دوسرے میں داخل ہو۔

کتاب درر الجواہر میں شیخ ابو الفتح ابن جوزی نقل کرتے ہیں کہ حضرت شیخ علی ابن الہیتی نے فرمایا کہ دوسرے پیروں کے مریدین سے مریدان حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ سے زیادہ سعادت مند اور فاضل تر ہیں۔ اور شیخ بقا بن بطو نے فرمایا کہ میں نے سعادتمندوں کی مجلس میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مریدوں کو سراپا روشن و تاباں دیکھا کسی مشائخ نے حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ سے متقی اور تمام مریدوں کے حال کے متعلق پوچھا فرمایا البادلی والفاجر انا لہ یعنے نیکوکار مریدان میرے ہیں اور گنہگار مرید کا میں ہوں۔ شیخ عدی بن مسافر نے فرمایا دوسرے شیخ کے مریدوں کو میں خرقہ پہناتا ہوں۔ مگر سید عبد القادر جیلانی کے مرید کو میں خرقہ نہیں پہنا سکتا کیونکہ یہ دریائے رحمت حق میں اترے

ہیں اور جو دریا میں اترا ہو چھوٹی سی نہریں کیا آئے گا۔

اس کے بعد سید الیاکین سید عبد الوہاب نے عرض کیا اوصنی یا سیدی بما اعمل اللہ تعالیٰ بہ بعدک فقال رضی اللہ عنہ علیک بتقوی اللہ عزوجل ولا تخف احدا الا اللہ ولا ترجوا سوی اللہ وکل الحوائج کلھا الیہ واطلبھا من اللہ ولا تتلذ باحد غیر اللہ ولا تعتمد الا علیہ

یعنے میرے آقا مجھے وصیت فرمائیے کہ میں اس پر اللہ تعالیٰ کے لئے آپ کے بعد عمل کروں پس آنحضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کے تقویٰ کو خود پہ لازم کر لو اور سوائے خدا کے کسی سے خوف نہ کرو اور نہ خدا کے سوا کسی سے امید رکھو اور اپنی حاجتیں اس کے تفویض کرو اور انکو اللہ سے طلب کرو اور غیر اللہ سے لذت حاصل نہ کرو اور نہ اسکے سوا کسی پر اعتماد کرو۔

واعلم یا ولدی ان طریقتنا ھذا کلہ من جدنا فلا تشبہ لشیئ من الھزل نعذا وصیتی الیک والی کل من یسمعھا من سایر الفقراء والمریدین۔

اور میرے بیٹے جان لے یہ ہمارا تمام راستہ ہمارے جد بزرگوار صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے لہذا شک وشبہ کو اس میں دخل نہ دو یہ تم کو اور ہر اس شخص کو جو فقراء اور مریدین سے سنے میری وصیت ہے۔

اسکے بعد تمام اولاد امجاد سے جو آپ کے گرد بیٹھے تھے فرمایا اٹھو جگہ دو اور ارواح اعزہ یہاں حاضر ہیں ان کے آداب بجا لاؤ۔ رحمت عظیم زرفشانی کر رہی ہے پھر فرمایا علیکم السلام ورحمۃ اللہ۔

صاحب مناقب و مخازن وغیرہ کہتے ہیں کہ شب وروز آپ یہ کلمات بہت کہا کرتے تھے انا لا ابالی بشیئ ولا بملک الموت یعنی مجھے کسی چیز کی پرواہ ہے نہ ملک الموت کا خوف ہے ثم اتاہ الموت ونودی الیہ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ

پھر آپ کو موت آئی اور آپ کی جانب ندا آئی کہ اپنے پروردگار کی جانب بہ رضا وخوشی سے رجوع ہو جائے۔

پھر آپ نے کہنا شروع کیا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اللہ اللہ اللہ پھر آپکی روح نکل گئی فرضوان اللہ تعالیٰ علیہ وسلامہ

صاحب تحفۃ الابرار لکھتے ہیں کہ بعد کلمہ طیبہ عین تلفظ اسم ذات کی تین مرتبہ تکرار کے وقت، آپ کی روح پرواز ہوئی۔

علامہ شمس الدین ابو المظفر الجوزی اپنی تاریخ میں جو مرآۃ زماں کے نام سے موسوم ہے لکھتے ہیں کہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی وفات ہفتہ کی شب میں بعد عشاء دس ربیع الآخر سنہ ۵۶۱ھ کو ہوئی اور کثرت اژدہام کے باعث رات ہی میں آپ کو دفن کیا گیا کیونکہ بغداد میں کوئی ایسا نہ رہا تھا جو آپ کے جنازہ میں حاضر ہونے کی آرزو نہ رکھتا ہو اور تمام راستے کوچہ و بازار سوار اور پیادہ اشخاص تھے جو شرکت کے لئے آرہے تھے معمور ہو گئے تھے جس کی وجہ سے دن کے وقت تدفین ممکن نہ تھی۔

وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ حافظ محب الدین بن النجار نے کہا کہ آپ کی تجہیزات ہی کو تمام ہوئی نماز جنازہ آپ کے صاحبزادے عبد الوہاب نے آپ کے صاحبزادوں اور اصحاب کے ساتھ جو جماعت میں شامل تھے پڑھائی پھر باب الازج میں مدرسہ میں دفن کیا گیا اور مدرسہ کا دروازہ دن بلند ہونے تک کھولا نہیں گیا اس کے بعد لوگ قبر شریف پر نماز کے لئے جوق در جوق جمع ہونے لگے وہ دن زیارت مزار کا دن نظر آرہا تھا۔

عمر مبارک اکانوے سال تھی انیس ۱۹ سال کی عمر میں آپ جیلان سے بغداد تشریف لائے تھے سات سال تک تحصیل علم میں مصروف رہے پچیس سال تک عالم تجرید میں رہے چالیس سال کے بعد سے دعوت خلق الی الحق شروع فرمائی۔

صاحب مناقب غوثیہ لکھتے ہیں کہ آپکی تاریخ وفات شریف میں اختلاف ہے

بہجۃ الاسرار میں جو مناقب غوثیہ میں سب کتابوں سے مقدم ترین کتاب ہے تاریخ وفات نو ربیع الآخر بیان کی گئی ہے۔ شاہ میر لاہوری اور داراشکوہ قادری کا بھی یہی معمول تھا۔ کتاب نور احمدی میں جو سید احمد کبیر رفاعی کی ملفوظ ہے تاریخ وفات ۱۰ ربیع الآخر بیان کی گئی ہے۔ تحفۃ القادریہ میں سترہ ماہ مذکور تاریخ وصال بیان کی گئی ہے۔ سید نور الدین محمود قادری نے بھی اوراد قادریہ میں یہی تاریخ لکھی ہے بعض روایات میں تیرہ اور چودہ تاریخ بھی آئی ہے اور ایک روایت میں سات اور آٹھ تاریخ بیان کی گئی ہے اور بعض بزرگوں کے رسائل میں آخر روز جمعہ ربیع الآخر اور ایک روایت میں سلخ ربیع الثانی سنہ ۵۶۰ھ اور خزانہ جلالی مخدوم جہانیاں میں

شب جمعہ سترہ رمضان مبارک سنہ ۵۶۲ھ مذکور ہے لیکن جمہور کا اتفاق گیارہ ربیع الآخر ہے۔

آپ کی جملہ اولاد انتالیس تھی جن میں ستائیس فرزندان تھے اور باقی دختران تھیں آپ کی چار ازواج مطہرات تھیں۔ مادہ تاریخ وفات سفینۃ الاولیاء میں "معشوق" اور مناقب غوثیہ میں "معشوق الٰہی" ہے۔ مدت عمر شریف بقول اول سال ولادت سے نود سال سات مہینے نو روز تھی اور بقول ثانی ۸۹ سال سات مہینے نو روز تھی۔

وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ ہندوستان میں آپ کا عرس اکثر گیارہ تاریخ ہوتا ہے اور بعض سترہ تاریخ کو کرتے ہیں لیکن بغداد خیر البلاد میں سترہ تاریخ ہی کو ہوتا ہے۔

آپ کی وفات زمانہ سلطنت مستنجد باللہ میں ہوئی جو عباسی خلیفہ تھا۔ صاحب مناقب غوثیہ لکھتے ہیں کہ مدت عمر شریف بحساب جمل لفظ اکمل سے اور تاریخ تولد شریف کلمہ "عشق" سے نکلتی ہے ان دونوں کا مجموعہ "عشق کامل" ہے جس سے تاریخ وفات برآمد ہوتی ہے۔

داراشکوہ قادری نے مادہ تاریخ اسطرح تحریر کیا ہے۔

سنینش کامل و عاشق تولد ٭ وصالش دان ز (معشوق الٰہی)

ذکرِ شریف

سیّد السّادات قطبِ عالم سلطان الثقلین معشوق اللہ سلطان سید احمد کبیر الرفاعی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا سلسلہ نسب حسبِ ذیل ہے۔

سید احمد کبیر رفاعی بن ابو الحسن علی الرفاعی بن یحییٰ بن ثابت بن حازم بن علی بن حسین ثانی بن مہیلانی بن ابو القاسم بن حسین بن احمد بن موسیٰ بن ابراہیم مرتضیٰ بن سیدنا امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ورحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

صاحب مراۃ الاسرار لکھتے ہیں کہ آپ صاحب مقامات بزرگ واحوال بلند تھے آپ سے جتنی کرامات اور تصرفات ظاہر ہوئے بہت کم اس طائفہ میں ظاہر ہوئے آپ گنجینۂ ہدایت تھے ہزاروں اشخاص نے آپ سے ہدایت پائی اور درجہ کمال حاصل کیا لیکن آپ کے اصحاب کے دو فرقے ہیں۔ ایک فرقہ ارباب ہدایت وتمکین کا اور دوسرا بدعت وتلوین کا جو آگ میں کود جاتے ہیں سانپوں سے کھیلتے ہیں اور دوسری چیزیں بتاتے ہیں۔

صاحب نفحات تحریر فرماتے ہیں کہ آپ سیدنا امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں ام عبیدہ میں جو بسطام کے شہروں سے ایک شہر ہے سکونت پذیر تھے نسبت خرقہ تصوف پانچ واسطوں سے خواجہ ابو بکر عبد اللہ شبلی سے ہے جسکی ترتیب اس طرح ہے۔

سید احمد کبیر رفاعی شیخ ابو علی فارمدی سے اور انہوں نے شیخ ابو الفضل بن کامخ سے اور انہوں نے شیخ ابو علی علام بن ترکان سے اور انہوں نے شیخ علی قاری سے اور انہوں نے شیخ علی عجمی سے اور انہوں نے شیخ ابو بکر عبد اللہ شبلی سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔

نور احمدی میں ہے کہ آپ نے ایک خرقہ خلافت واجازت اپنے ماموں سید منصور بن ابی بکر الرفاعی سے بھی پایا ہے جنہوں نے دو جانب سے خرقہ خلافت حاصل کیا تھا ایک سید ابو الحسن علی الرفاعی پدر بزرگوار سید احمد کبیر الرفاعی سے جنہوں نے اپنے والد سید یحییٰ سے اور انہوں نے اپنے والد سید ثابت الحی سے خرقہ پہنا تھا اور دوسرا طریق اجازت اپنے ماموں ابی سعید النجاری سے جنہوں نے سدوس الکبر

سے اور انہوں نے ابی علی فارمذی سے اور انہوں نے محمد رویم سے اور انہوں نے سید الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی سے خرقہ حاصل کیا تھا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

صاحب نفحات لکھتے ہیں کہ آپ کے بھانجے نے کہا ایک روز میں آپ کے در خلوت پر بیٹھا تھا کسی شخص کی آواز سنائی دی جب میں نے دیکھا تو آپ کی خدمت میں ایک شخص کو دیکھا جسکو میں نے کبھی نہ دیکھا تھا کچھ دیر کے بعد وہ شخص دیوار کے سوراخ سے باہر نکلا اور ہوا میں بجلی کے مانند گذر گیا میں نے حضرت سے پوچھا یہ کون شخص تھا آپ نے دریافت کیا کہ کیا تم نے دیکھا میں نے کہا جی ہاں فرمایا یہ رجال اربعہ سے تھا کہ جن کو حق تعالیٰ بحر محیط کی حفاظت کرنے مامور کیا ہے۔ تین روز ہوئے کہ اسکو مہجور کر دیا گیا لیکن معلوم نہیں میں نے کہا یا سیدی اس مہجوری کا کیا سبب ہے۔ فرمایا کہ وہ بحر محیط کے ایک جزیرہ میں مقیم ہے وہاں تین روز تک لگاتار شب و روز بارش ہوتی رہی اس کے دل میں یہ خیال آیا کہ کاش یہ بارش آبادی میں ہوتی اسکے بعد اس سے استغفار کیا لیکن اس اعتراض کی وجہ سے اسکو مہجور کر دیا گیا۔ میں نے پوچھا کہ کیا آپ نے اسکو اس حال سے آگاہ فرما دیا فرمایا مجھے شرم آئی اسلئے نہیں کہا۔ میں نے کہا اگر ارشاد ہو تو میں اسکو مطلع کروں فرمایا گریبان میں سر جھکاؤ میں نے حسب ارشاد میں نے گریبان میں سر جھکا لیا۔ کچھ دیر کے بعد میرے کان میں آواز آئی کہ یا علی سر اٹھاؤ۔ میں نے سر اٹھایا تو خود کو جزیرہ بحر محیط میں پایا میں حیران ہو گیا کچھ دور چلا تھا کہ وہ مرد نظر آیا اور اس کا وہ قصہ سنایا اس نے مجھے قسم دے کر کہا اس کے خرقہ کو اس کی گردن میں ڈال کر اس کو زمین پر کھینچوں اور منادی کر دوں کہ یہ اس شخص کی سزا ہے جو خدا کے فعل پر اعتراض کرے۔ میں نے اس کے کہنے کے مطابق اس کے گلے میں اسکا خرقہ ڈالا اور پھر چاہتا تھا کہ اس کو زمین پر کھینچوں کہ ہاتف نے ندا دی کہ علی چھوڑ دے کہ آسمان کے فرشتے اس کے لئے گریہ و زاری کر رہے ہیں۔ حق تعالیٰ اس سے راضی ہو گیا۔ جب میں نے یہ آواز سنی تو خوش ہو گیا جب اپنے حال پر لوٹا تو خود کو سید احمد کبیر رفاعی کی خدمت میں پایا واللہ مجھے معلوم نہیں کہ کیسے گیا اور کیسے واپس ہوا۔

صاحب تکملہ لکھتے ہیں کہ ایک وقت سید احمد کبیر ایک دریا کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے اصحاب آپ کے ارد گرد تھے آپ نے فرمایا تلی ہوئی مچھلی کھانا چاہتا ہوں ہنوز یہ بات تمام نہ ہوئی تھی کہ قسم قسم کی مچھلیاں با سطح آب پر نمودار ہوئیں اور حرکت کرتی ہوئی

کنارے پر آگئیں۔ سید احمد کبیر نے فرمایا کہ یہ مچھلیاں مجھ سے استدعا کر رہی ہیں کہ کچھ ہمارا گوشت کھائیے۔ اصحاب نے مچھلیاں پکڑیں اور تل کر حضرت کی خدمت میں پیش کیا جب آپ کھانے سے فارغ ہوئے تو ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ مرد متمکن کی کیا صفت ہے۔ فرمایا تمام خلائق میں اسکو کامل التصرف عطا کیا جاتا ہے پھر پوچھا گیا کہ اسکی کیا علامت ہیں فرمایا اگر وہ مچھلیوں کو باقی اجزاء کو حکم دے کہ اٹھو تو وہ مچھلیاں اللہ کے حکم سے رواں ہو جائیں گی۔ اسیوقت مچھلیوں کے باقی اجزاء مجتمع ہو کر سالم مچھلیوں کی صورت اختیار کی اور پانی میں چلی گئیں۔ صاحب مراۃ الاسرار لکھتے ہیں کہ ایک وقت ایک شخص نے آپکی خدمت میں حاضر ہو کر تعویذ طلب کیا اور ایک کاغذ لایا آپکا یہ طریقہ تھا کہ سیاہی نہ ہوتی تو آپ ہاتھ میں کاغذ لیکر اس پر بے سیاہی کے لکھتے۔

وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک روز آپکے مرید صحرا کے لئے نکلے تھے ایک مرید نے دوسرے سے پوچھا کہ اس مدت میں تم کو حضرت سے کیا حاصل ہوا اس نے جواب دیا کہ تیری جو خواہش ہے بیان کر اس نے کہا کہ میری تمنا ہے کہ دوزخ سے میری آزادی کا پروانہ اس وقت آسمان سے نازل ہو۔ پہلے مرید نے کہا یہ خدا کے کرم سے دور نہیں اس وقت ایک سفید کاغذ آسمان سے اترا اسکو اٹھائے لیکن اس میں کچھ لکھا ہوا نظر نہ آیا۔ بالآخر اسکو حضرت سید احمد کبیر کے سامنے پیش کیا اور اپنا حال کہے بغیر اس ورق کو آپ کے دست مبارک میں دیدیا جب آپ نے دیکھا تو حق تعالیٰ کا سجدہ کیا اور جب سر اٹھایا تو فرمایا خدا کا شکر ہے کہ اس نے میرے اصحاب کو آتش دوزخ سے اس دنیا میں آزادی بخشی عرض کیا گیا کہ یا سیدی یہ تو سفید کاغذ ہے فرمایا قدرت الٰہی سیاہی سے نہیں لکھتی یہ کاغذ نور سے لکھا ہوا ہے۔

نور احمدیہ میں عبد اللہ مطہری لکھتے ہیں کہ سید محمد معدن محبت اللہ فرزند سلطان العارفین سید احمد کبیر الحسینی الرفاعی فرماتے ہیں کہ میں نے ایک روز اپنے پدر بزرگوار سے پوچھا کہ آپ نے خدائے تعالیٰ کو کیسے پایا اور حق عز و جل سے کیسے واصل ہوئے فرمایا۔

كنت بوابا لقلبي منذ ستين سنة وما حضرت نفسي غير الله ثم فنيت في الله ثم فنيت في فناء الفناء ثم بقيت بالله ثم بقيت ببقاء البقاء ثم بقيت ببقاء لقاء البقاء والآن لا أجد ذاتي ولا أنا الا هو۔

یعنی میں ساٹھ سال تک اپنے دل کا اسطرح دربان رہا کہ غیر حق کا خطرہ نفس میں نہ آنے پایا

پھر میں نے خود کو ذات خدائے تعالیٰ میں فنا کر دیا پھر خود کو فنا الفنا میں فنا کیا اور اسکے بعد فنا فناء الفناء میں کیا پس میں نے ذات خدا میں بقا پائی پھر اسکی بقاء البقا سے باقی ہوا بقاء بقاء البقا سے باقی ہوا اور اب میں اپنی ذات کو نہیں پا رہا ہوں میں خود نہیں ہوں مگر اللہ ہی اللہ ہے۔

عبداللہ مطہری کہتے ہیں کہ پھر سید احمد کبیر رفاعی سے پوچھا گیا کہ فقیر کون ہے اور فقیر کیا ہے۔ آپ نے فرمایا:۔

الفقیر من لیس عندہ وجودٌ لغیر اللہ علما وحالا ومشاھدۃ وکان فانیا فیہ وباقیًا بہ ولا یبصر لا یسمع ولا ینطق ولا یمشی ولا یعلم الا بہ عزوجل والفقر محو البشریۃ فی ظھور الحق۔

یعنے فقیر وہ ہے کہ جسکے نزدیک غیر اللہ کا بروے علم و حال و مشاہدہ وجود نہ ہو اور جو اللہ میں فانی اور اسی سے باقی رہے اور سوائے اس سے نہ دیکھے نہ سنے نہ بولے نہ چلے اور فقر ہی بشریت کو ظہور حق میں گم کر دیتا ہے۔

وہ یہ بھی کہتے ہیں حضرت شیخنا قطب العالم شیخ السموات والارض سلطان سید احمد کبیر معشوق اللہ کے بہت سے مریدین واصلان کامل ہے جن کا شمار نہیں کیا جا سکتا لیکن ازاں جملہ اکیس لاکھ صاحبان حالات سنیہ و مقامات علیہ ہیں اور ان میں بعض اقطاب و ابدال تھے بعض ان میں افراد و اوتاد تھے اور بعض ان میں عباد و زہاد تھے اور بعض ان میں نجباء و نقباء تھے اور بعض ان میں ایسے تھے کہ اگر وہ کسی امی مرد یا وحشی عورت پر نظر ڈالیں تو اسی وقت واصل بحق ہو جائے اور بعض ان میں وہ تھے جنہوں نے پہاڑوں اور اطراف زمین و آفاق اور وادیوں میں بعد وفات حضرت قطب عالم سیدی احمد کبیر بہ بنائے قرآن اور بغرض عبادت تمام عمر کے لئے سکونت اختیار کرلی تھی اور بعض ان میں حضرت کی زندگی میں بھی پہاڑوں میں رہنے لگے تھے یہ لوگ درختوں کے پتوں پر گذر بسر کرتے تھے۔ ان میں بعض ایسے تھے کہ ان میں سے کوئی پہاڑ پر نظر کر دے تو وہ چاندی اور سونے کا ہو جائے۔ اور اگر ہاتھ سے اشارہ کرے تو ان کے پاس پہاڑ چلتا ہوا آتے اور بعض ایسے تھے کہ انکا خانہ کعبہ طواف کرتا تھا اور کبھی ان کی طرف آتا تھا۔ بعض ایسے تھے جو پانی پر چلتے تھے

اور ہوا میں اُڑتے تھے اور بوقت ضرورت وقت واحد میں زمین طے کرتے تھے اور بعض ایسے تھے کہ مردہ پر نظر ڈالتے اور قم باذن اللہ کہتے تو وہ زندہ ہو جاتا اور وہ کہتا السلام علیک یا ولی اللہ اور مصافحہ کرتا اور بعض ایسے تھے کہ آفتاب کا نور انکے نور جمال کے آگے ماند پڑ جاتا۔

راوی کہتے ہیں کہ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے خرقہ ارادت و بیعت آپ سے پہنا تھا اور شریعت و طریقت و حقیقت کو آپ سے حاصل کیا تھا یہ لوگ اپنی عمر کی ابتدا سے انتہا تک حضرت کی صحبت میں رہے لیکن آپ کے مریدین میں جن کا خاص حال تھا اور آپکے ذی مرتبت خلفاء تھے ان کی تعداد بارہ ہزار تھی جو آپ کی مجلس میں ہر روز حاضر رہتے اور آپ کے گھر اور مطبخ سے خورد و نوش کرتے یہ لوگ سفر اور حضر میں آپ کے ہمراہ رہتے تھے ان میں سے اگر کوئی کسی جاہل شخص کی طرف حالت ذوق میں نظر ڈالتا تو وہ واصل الی اللہ ہو جاتا اور اپنی چشم دل سے اسی وقت حق تعالیٰ کا مشاہدہ کرتا۔ سلطان محمد رومی ایسے ہی خلفاء میں تھے۔

عبداللہ بطری کتاب نور احمدی میں لکھتے ہیں کہ سلطان محمد رومی المعروف بہ حاجی رجب اُمراء اور سلاطین روم سے تھے اور ان ایام میں سلطان محمد کے لقب سے مشہور ہو گئے تھے اپنے والد کی وفات کے بعد شہر واسط میں آئے پھر وہاں سے بطائح آئے اور پھر ام عبیدہ کے قریہ میں قطب عالم سید احمد کبیر رضی اللہ عنہ سے بیعت و ارادت کے لئے آئے اور آپ کے روبرو اور دنیا کو ترک کر دیا اپنے ملک و مال کو چھوڑ کر درویشی اختیار کی اور شیخ کی خدمت میں رہے۔ حضرت شیخ کے بعض فقراء ان دنوں شہروں میں دف بجاتے اور گاتے پھرتے ہیں اور دہکتی ہوئی آگ کو پکڑ کر سرد کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم حضرت کے اہل خاندان کے مریدوں سے ہیں۔ یہ لوگ درویشوں کا لباس پہنتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے دنیا اور اسکے مال و متاع کو چھوڑ دیا ہے۔

سلطان محمد کا تعلق بھی اسی گروہ سے تھا۔

اسی راوی کا بیان ہے کہ حضرت سلطان سید احمد کبیر معشوق اللہ الحسینی الرفاعی رضی اللہ عنہ کا سا لباس آخری عمر میں بادشاہوں کے لباس کیطرح ہوتا اور آپ گھوڑے پر سوار ہوتے یا پاپیادہ اپنے مکان سے مسجد کو یا بجانب رواق ام عبیدہ تشریف لے جاتے تو آپ کے آگے آگے ایک لاکھ فرشتے ہاتھوں میں نقرئی عصا لئے ہوئے دوڑتے ان میں بعض سونے کے نیزے پکڑے ہوئے رہتے اور بآواز بلند مشہور کو کہ اللہ کا محبوب اور معشوق آرہا ہے کا نعرہ لگاتے آپ کی تعظیم و تکریم کے لئے اسی

نکر نعرہ لگاتے لیکن جو فرشتے آپ کے سامنے پیچھے اور بازو آپ کے ہمراہ رہتے وہ بیشمار و بے حساب ہوتے۔ عبداللہ مصری۔ شیخ ابو یعقوب بن کرار سے راوی ہیں کہ جو لوگ دمشق سے بطایح کو آپ سے حصول ارادت و توبہ کے لئے آئے ان کی تعداد ایک سو بیس تھی ان میں سے ایک مرد صالح سے آپ کا حال دریافت کیا تو اس نے کہا حضرت کو وفات پاکر پانچ سال گذر گئے یہ لوگ زین پر روتے روتے زمین پر گر پڑے اور سب کے سب بطایح میں آپ کے روضہ کے پاس آئے اور کہنے لگے یا سلطان العارفین ہم آپ کی حیات میں آپ کے دست مبارک پر توبہ اور بیعت کرنے کے لئے نکلے تھے اور آپ وفات فرما گئے اب آپ کی کیا مرضی ہے اور خوب رونے لگے۔ پس حضرت کی قبر شق ہو گئی اور بلند آواز سے آپ نے فرمایا میرے بھائیو آؤ اور اپنی قبر سے یہ آیت تلاوت فرمائی ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاءٌ عند ربھم یرزقون۔ پھر آپ اپنی قبر سے برآمد ہوئے اور ان میں سے ہر ایک کو خرقۂ ارادت پہنایا اور تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت فرمائی پھر ان کو رخصت کیا اور آپ کا دست مبارک غائب ہو گیا اور قبر اپنی اصلی حالت پر جیسے پہلے تھی ہو گئی۔

راوی کا بیان ہے کہ اس موقع پر جو حاضر تھے وہ بھی آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے آپ نے باآواز بلند اپنی قبر سے فرمایا ہماری اولاد اور خلفاء سے رجوع ہو جاؤ انشاء اللہ تعالیٰ تم کو بہت فوائد حاصل ہونگے۔

عبداللہ مطری یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں نے شیخ نصیرالدین روذی سے ملاقات کی اور ان سے پوچھا کہ میں نے ایک شخص سے سنا کہ آپ نے اپنے مریدوں کی مجلس میں فرمایا کہ مرتبۂ شیخ نظام الدین بر دائی تمام اولیاء اللہ تعالیٰ سے افضل ہے اور روئے زمین پر اس آسمان کے نیچے ان کے مانند کوئی نہیں ہے کیا آپ نے اس طرح فرمایا یا نہیں۔ شیخ نصیرالدین نے جواب دیا ہاں میں نے اس طرح کہا ہے۔ شیخ نصیرالدین نے کہا واقعی میں نے اس طرح کہا ہے میں نے ان سے کہا کہ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدی احمد کبیر الرفاعی کے بارے میں فرمایا ہے اور یہ حدیث صحیح ہے جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ :-

انبیاء میں سب سے بہترین آخری نبی ہیں اور ان کے اصحاب میں بہترین ان کے پہلے اصحاب ہیں

اور اولیاء میں بہترین ان کا درمیانی وہی میرا فرزند سید احمد کبیر بن ابی الحسن علی بن یحییٰ ہے اور مشائخ عظام کا اجماع ہے کہ سید احمد کبیر رفاعی کا مرتبہ محبوبیت و معشوقیت میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام اولیاء سے بجز اصحاب آنحضرت علیہ السلام کے افضل ہے ان کے آبا و اجداد و مشائخ اولیاء متقدمین و متاخرین تا دور قیامت داخل ہیں۔ پس شیخ نصیر الدین یہ سن کر بڑی دیر تک سر جھکائے رہے اور پھر سر اٹھا کر کہا اے شیخ عبداللہ مطہری خدا کی قسم میں ان کی فضیلت مرتبہ اور مرتبہ معشوقیت کو تمام اولیاء اولین و آخرین پر سوائے اصحاب آنحضرت علیہ السلام کے آنحضرت علیہ السلام سے اس حدیث کی تحقیق کے بعد قبول کرتا ہوں اور کہا یا شیخ عبداللہ مشائخ متقدمین سے جو ان کے آبا و اجداد سے تھے اور ان کے مشائخ سلسلہ ارادت و خلافت سے شیخ نظام الدین بدوانی افضل تھے وہ اپنے زمانے کے مشائخ اور متاخرین مشائخ سے بھی جو انکی اولاد اور مریدوں میں ہونگے افضل ہیں۔

کتاب نور احمدی میں شیخ ابو الفتح بن الغنایم الوسطی سے شیخ عبداللہ مطہری روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ ایک روز بغداد میں حضرت غوث الثقلین غوث الاعظم سید عبدالقادر الحسنی الحسینی الجعفری الجیلانی کی ملاقات کے لئے واسطے سے آیا اور میرے دل میں خیال آیا کہ میں آپ سے بیعت اور خرقہ ارادت حاصل کروں یہ شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ مسجد میں سر جھکائے ہوئے اور دیوار سے ٹیکا لگائے ہوئے بیٹھے تھے آپ نے سر مبارک اٹھا کر میری جانب دیکھا اور اونچی آواز سے فرمایا یا اخی ابا الفتح تمہارے شیخ سلطان سید احمد کبیر رفاعی ہیں میں تمہاری پیشانی پر [illegible] انکی مریدی کی علامت لکھی ہوئی دیکھ رہا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اولئک علےٰ ھدیً من ربھم و اولئک ھم المفلحون اور فرمایا کہ وہ ایسے شیخ ہیں کہ اس وقت بعض مراتب اور مقامات محبوبیہ میں مجھ سے افضل ہیں۔

یہ بھی عبداللہ مطہری کہتے ہیں کہ بعض مشائخ کہتے ہیں کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اپنے اہل زمانہ سے مطلقاً تمام مراتب غوثیہ میں افضل ہوں۔

چند دوسرے مشائخ آنحضرت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا بہت جلد سلطان احمد کبیر رفاعی اپنی آخری عمر میں میری وفات کے بعد مجھ سے چالیس مراتب و مقامات میں ترقی کریں گے اور یہ بھی فرمایا کہ وہ اپنی آخری عمر میں میری وفات کے بعد خدا کے حکم سے قدمی ھذہ

علےٰ رقبۃ کل ولی اللہ کہیں گے جیسا کہ میں نے اپنے زمانہ میں کہا۔

عبداللہ مطہری کہتے ہیں کہ شیخ جمال الدین بن حمزہ واسطی و شیخ عمر بن عبدالرحمٰن العرانی کہتے ہیں کہ ہم نے شیخ ابی محمد حاتم ہمدانی اور شیخ عزیز الدین خراسانی اور صالح بن احمد ابی مدین اور شیخ ابراہیم عرب اور شیخ ابو الفتح بن غنایم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہم مجلس سلطان سید احمد کبیر الرفاعی میں حاضر تھے جبکہ وہ رواق ام عبیدہ میں دعوت و ارشاد کے لئے کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے اس اثناد میں شیخ یعقوب بن کرار آئے اور آپ سے پوچھا کہ سلطان العارفین بتائیے آج غوث الاعظم کون ہے اور بعد وفات غوث الثقلین سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کون تھا حضرت سید احمد کبیر الحسینی الرفاعی نے باواز بلند فرمایا اے یعقوب ابن کرار آج میں غوث اعظم ہوں اور اب میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔ پھر شیخ یعقوب نے آپ سے پوچھا اے سلطان العارفین قدم کے کیا معنی ہیں۔ فرمایا اس مقام پر قدم سے مراد فضیلت مرتبہ اور تصرف ہے جب کوئی شخص مقام غوثیت پر پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو تمام خلائق میں تصرف عام عطا فرماتا ہے اور دونوں جہاں کے کام اسکے تفویض کر دیتا ہے اور دعوت خلق الی اللہ و فی اللہ اس کے سپرد ہوتی ہے اور اس کے زمانہ کے تمام مشائخ اور اولیاء کو بجز افراد کے اسکے زیر تصرف کر دیتا ہے اور اسکی وفات کے بعد اسکی جگہ دوسرے کو غوث مقرر فرماتا ہے یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہتا ہے۔

پھر آپ سے شیخ ابو الفتح الواسطی نے کہا یا سلطان العارفین بتائیے شیخ محی الدین غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی الحسنی رضی اللہ عنہ سے قبل کون غوث تھا فرمایا اس غوث کا نام ابو الوفا تاج العارفین ہے جس نے قدم و تصرف میں ابتدائے حال میں سیدنا عبدالقادر سے تھے اور اپنے انتہائے حال میں بعد وفات تاج العارفین غوث اعظم ہو گئے آپ نے شیخ ابو مدین مغربی کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ اے ابا مدین میری وفات کے بعد تم غوث ہوں گے۔

ابو مدین مغربی سے یہ بھی مروی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے تاج العارفین ابو الوفا کو

یہ کہتے ہوئے سنا کہ انہوں نے سلطان بایزید بسطامی سے سنا اور انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت خضر علیہ السلام سے سنا کہ سلطان الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے روز تمام انبیاء اور مرسلین میں سلطان سیدی احمد کبیر پہ فخر فرمائیں گے اور سیدی احمد کبیر کا ہاتھ پکڑ کر پیغمبروں سے پوچھیں گے کہ آپ کی امت میں میرے اس فرزند احمد کبیر کے مانند ہے۔

نور احمدی میں عبد اللہ مطہری یہ بھی تحریر کرتے ہیں کہ شیخ جمال الدین خطیب و شیخ محی الدین علی بن عثمان و شیخ رضی الدین جلال مغربی و شیخ ابو الفتح غنایم روایت کرتے ہیں کہ ایک روز ہم سلطان سید احمد کبیر الرفاعی کی مجلس میں حاضر تھے اور آپ رواق پر سر رکھے ہوئے پیاس کی حالت میں دعوت و ارشاد میں مصروف تھے کہ اسی اثناء میں شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی و خواجہ عثمان ہارونی و خواجہ معین الدین چشتی آپ کی ملاقات کے لئے آئے آپ نے دست مبارک سے بیٹھنے کے لئے اشارہ کیا اور یہ سب بیٹھ گئے اور بہت دیر تک آپ کا کلام دعوت سنتے رہے۔ پھر شہاب الدین سہروردی و خواجہ عثمان ہارونی اٹھے اور آپ سے خرقہ خلافت کی استدعا کی آپ نے یہ استدعا سن کر اپنا سر جھکایا اور بہت دیر کے بعد اٹھایا پھر ان کو خرقہ خلافت اور اجازت عطا فرمایا پھر ان دونوں کو رخصت فرمایا۔

اسی راوی کا بیان ہے کہ آپ کو پانچ طریقوں سے خرقہ خلافت و اجازت ملا تھا اور وہ خرقہ خلافت جو آپ کو اپنے پدر بزرگوار سے ملا تھا اس کا سلسلہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام تک پہونچتا ہے۔ دوسرا خرقہ خلافت آپ کے حقیقی ماموں شیخ منصور بن ابی بکر الرفاعی سے تیسرا شیخ علی قاری الواسطی سے چوتھا خضر علیہ السلام جنکو انہوں نے آنحضرت علیہ السلام سے پایا تھا پانچواں خرقہ تبرک و اجازت آنحضرت علیہ السلام سے دوبار پہلی دفعہ بیداری میں بلا واسطہ اپنے سر پر پایا دوسری دفعہ خواب میں اسکو بھی اپنے سر پر پایا جو بیدار ہونے کے بعد بھی موجود تھا۔

عبد اللہ مطہری یہ بھی لکھتے ہیں کہ حکم خدائے تعالیٰ سے قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ سوائے دو اشخاص کے کسی نے نہیں کہا ان میں ایک شیخ اکمل ابی محمد محی الدین غوث الاعظم سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ ہیں اور دوسرے شیخ العالم سید سلطان احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت سید احمد کبیر الرفاعی کی ولادت سنہ ۵ھ میں ہوئی اور وفات ۸ جمادی الاول ۵۷۸ھ بروز پنجشنبہ بہ زمانہ سلطنت ابو العباس احمد بن مستقی باللہ جس کا لقب ناصر تھا اور جو خلفائے

بنی عباس سے تھا واقع ہوئی۔ صاحب مراۃ الاسرار لکھتے ہیں کہ آپ خواجہ احمد بن مودود چشتی کے ہم عصر تھے رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر شریف

منبع اسرار ربانی مرکز فیوض رحمانی قطب ارشاد خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

آپ مقتدائے اہل بصرہ تھے تمام علوم صوری و معنوی میں مرتبۂ کمال رکھتے تھے۔ خرقہ خلافت حضرت حاجی شریف زندانی سے پہنا تھا۔ قصبۂ ہارون آپ کا وطن تھا جو نیشاپور کے نواح اور مملکت خراسان میں واقع ہے ایک قول کے مطابق قصبۂ ہارون دیار مرغانہ میں ملک ماوراءالنہر میں ہے اکثر اوقات سفر اور تجرید و تفرید میں رہتے اور تمام بزرگان وقت کی صحبت پائی تھی ہر فن میں منتہی تھے صاحب تصرف تھے آپ کے کمالات ولایت کا اس واقعہ سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ جیسے ولی عظیم القدر آپ کی تربیت یافتہ تھے۔ چنانچہ انیس الارواح میں آپ لکھتے ہیں کہ ایکبار مسجد خواجہ جنید بغدادی میں مجلس خواجہ عثمان ہارونی میں مجھے شرف بیعت سے خواجہ عثمان ہارونی نے مشرف فرمایا۔ پہلے آپ نے دوگانہ نماز ادا کرنے کا حکم دیا اسکے بعد رو بقبلہ بٹھا کر سورہ بقر پڑھنے کا حکم دیا اسکے بعد فرمایا کہ کلمہ سبحان اللہ سات بار پڑھوں اسکے بعد آپ کھڑے ہوئے آسمان کی جانب منہ کیا میرا ہاتھ پکڑا اور کہا اس کو میں تیرے سپرد کرتا ہوں جس وقت یہ کہا میرے سر پر قینچی چلائی اور کلاہ چہار ترکی میرے سر پر رکھی اور فرمایا کہ سورہ اخلاص میں ہزار بار پڑھوں اس کے بعد فرمایا ہمارے خانوادہ میں ایک شب و روز کا مجاہدہ ہے آج کا دن اور تمام رات شغل باطن مشغول رہو۔ میں نے اسطرح کیا دوسرے روز پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا فرمایا بیٹھ جاؤ میں بیٹھ گیا پھر فرمایا نظر اوپر کرو جب آسمان کی جانب دیکھا تو دریافت فرمایا کہاں تک دیکھ رہے ہو میں نے کہا کہ عرش تک۔ فرمایا زمین میں دیکھو جب میں نے دیکھا تو دریافت فرمایا کہ کہاں تک دیکھ رہے ہو میں نے کہا تحت الثریٰ تک پھر فرمایا کہ سورہ اخلاص ہزار بار پڑھو میں نے پڑھا پھر فرمایا آسمان کی جانب دیکھو جب آسمان کی جانب دیکھا تو پوچھا کہ کہاں تک دیکھ رہے ہو میں نے کہا اٹھارہ ہزار عالم دیکھ رہا ہوں فرمایا جاؤ تمہارا کام پورا ہو گیا۔ پھر فرمایا کہ چند روز ہماری صحبت

پیش رہو اور خود سفر پر روانہ ہوئے دس سال تک لوٹا اور حضرت خواجہ کے سونے کے کپڑے سر پر لے کر چلتا رہا سفر سے واپسی کے بعد حضرت خواجہ نے بغداد میں گوشہ عزلت اختیار کیا اور مجھے بجانب ہندوستان روانگی کی اجازت دی۔

صاحب سیر العارفین لکھتے ہیں کہ خواجہ عثمان ہارونی چند روز کے بعد فرط محبت سے خواجہ بزرگ کی طلب میں اپنے مقام سے نکلے اور ایک مقام پر پہونچے جہاں مغاں رہتے تھے اور ایک آتش کدہ تھا جس پر گنبد تعمیر کرکے روزآنہ بیس ارابہ لکڑی اسمیں جلایا کرتے تھے خواجہ وہاں پہنچے تو فاصلہ پر ایک درخت کے نیچے نہر کے کنارے اترے اور خادم سے فرمایا کہ تھوڑی سی آگ لاکر کھانا تیار کرے خادم آگ کے لئے اس آتشکدہ کو گیا مغاں آگ کے اطراف بیٹھے تھے انہوں نے اس کو آگ میں ہاتھ ڈالنے کی اجازت نہیں دی فخر الدین نے حضرت خواجہ سے صورت حال بیان کی خواجہ کی غیرت احدیت جوش میں آئی اٹھے اور آتشکدہ پہونچے وہاں ایک مغ مختار نام کو ایک لکڑی کے تختہ پر ایک سات سالہ لڑکے کو گود میں لئے ہوئے آگ کے کنارے دیکھا اسکے گرد و پیش بہت سے مغاں آگ کی طرف متوجہ ہوکر بیٹھے ہوئے تھے خواجہ نے اس سے پوچھا کہ آگ کی پرستش سے کیا فائدہ ہے جو تھوڑے سے پانی سے معدوم ہوجاتی ہے تم قادر مطلق کی پرستش کیوں نہیں کرتے جو تمہارے کام آتے آگ بھی اسی کی مخلوق ہے مغ نے جواب دیا کہ آگ کی بڑی ہستی ہے ہم کیوں نہ اسکی پرستش کریں خواجہ نے اس لڑکے کو مغ کی گود سے اپنی گود میں کھینچا اور متوجہ آتش کدہ ہوئے مغوں نے چیخ و پکار شروع کی خواجہ نے بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کہکر آیت قلنا یا نار کونی بردًا و سلامًا علیٰ ابراھیم پڑھی اور آتش کدہ میں داخل ہوگئے اور کامل چار ساعت تک رہے آگ کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ خواجہ نے ولایتِ ابراہیم علیہ السلام پائی تھی۔ پس جملہ مغان مسلمان ہوگئے خواجہ نے اس مختار کا نام عبداللہ اور اس کے بیٹے کا نام ابراہیم رکھا اور ان دونوں کی تربیت فرمائی یہاں تک کہ مرتبۂ ولایت تک پہونچا دیا اور خود ڈھائی سال تک وہاں ٹھہرے رہے اور پھر وہاں سے روانہ ہوئے اس آتش کدہ پر ایک خوبصورت عمارت بنائی گئی جسکو مقبرہ عبداللہ و ابراہیم سے موسوم کیا گیا۔

عبارت گنج الاسرار سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں سے حضرت خواجہ بہ کمال مہربانی خواجہ بزرگ

کو دیکھنے کے لئے دہلی تک تشریف لائے اور چند روز دونوں بزرگ دہلی میں مل کر رہے۔ لیکن یہ روایت ضعیف ہے اسلئے کہ کتاب مذکور اور دیگر جمع کردہ رسائل پر جن میں یہ روایت ہے صحیح نہیں ہے کہ نصیر الدین رودی نے اس سے انکار کیا ہے۔

الحاصل خواجہ عثمان ہارونی بہت مسافرت کے بعد آخر عمر میں دوسری بار مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور وہاں معتکف ہوگئے اور حق تعالیٰ سے دو درخواستیں کیں ایک یہ کہ آپکی قبر مکہ میں ہو اور اسکا نشان قبر مٹایا نہ جائے جیسا کہ عرب کا معمول ہے کہ وہ کسی کی قبر کو باقی نہیں رکھتے۔ دوسری خواجہ معین الدین کو ایسی ولایت عطا ہو جو کسی اور کو نہ ملی ہو۔ ہر دو مقاصد کو شرف اجابت عطا ہوا چنانچہ تا حال مکہ معظمہ میں آپ کی قبر باقی ہے اور ہندوستان کی ولایت خواجہ بزرگ کے تصرف میں ہے آپ کے کمالات و خوارق عادات بے شمار ہیں جن کا احصار ناممکن ہے آپ کی رحلت ۶ر شوال ۶۱۷ھ میں ہوئی رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر شریف

وارث علوم نبی عربی کاشف اسرار سرمدی کلید حقائق شیخ ابو مدین مغربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا اسم مبارک شعیب بن الحسین بن الحسن ہے ریاضت و مجاہدہ میں بے نظیر اور کشف و کرامات میں ممتاز تھے شیخ ابو سعید اندلسی سے نسبت و خرقہ ارادت تھی جن کو شیخ ابو البرکات سے ارادت تھی اور وہ شیخ ابو الفضل بغدادی کے خلیفہ تھے جنہیں شیخ احمد الغزالی سے خلافت ملی تھی۔

صاحب مرآت الاسرار لکھتے ہیں کہ شیخ ابو مدین مریدوں کی تعلیم و تربیت میں بے نظیر تھے کئی مشائخین نے انکی صحبت میں رہکر تربیت پائی تھی۔ منجملہ انکے شیخ اکبر محی الدین بن علی العربی ہیں جنہوں نے اپنی تصانیف میں آپ کا بہت ذکر کیا ہے اور آپکے ارشادات معارف کو نقل کیا ہے شیخ اکبر کی یہ تربیت حضرت شیخ ابو مدین کے کمال ولایت کی دلیل قاطع ہے۔

صاحب نفحات الانس امام عبداللہ یافعی سے روایت کرتے ہیں کہ اکثر شیوخ یمن شیخ الثقلین سید عبدالقادر الحسنی الحسینی الجیلانی رضی اللہ عنہ سے نسبت رکھتے ہیں اور بعض

شیخ ابو مدین سے نسبت رکھتے ہیں۔ وہ فتوحات سے بھی نقل کرتے ہیں کہ اس طائفہ سے کسی نے کہا کہ میں نے خواب میں ابلیس کو دیکھا میں نے اس سے پوچھا کہ شیخ ابو مدین کی توحید و توکل میں تیرا حال کیسا ہے۔ کہا کہ میں ان کے متعلق اپنے دل میں کوئی بات لاتا ہوں تو اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص بحر محیط میں پیشاب کرکے یہ خیال کرے کہ اس کا پانی ناپاک ہوگیا اور اب اس سے طہارت نہیں کیجا سکتی اس شخص سے بڑھکر کون نادان ہوگا۔

وہ یہ بھی فتوحات میں نقل کرتے ہیں کہ اگر حصول سعادت کے لئے ابو مدین کے دست مبارک کو چومتے ہیں اور اپنا سر جھکاتے ہیں کسی نے آپ سے پوچھا کہ کیا اپنے نفس میں آپ اس کا اثر پاتے ہیں۔ فرمایا حجر اسود کو باوجود اسکے کہ انبیاء اور مرسلین اور اولیاء نے اسکو بوسہ دیا لیکن وہ پتھر کا پتھر رہا اسکی حجریت نہ جاسکی اس سے معلوم ہوا کہ آپ کوہ خلقت تھے کسی کے خیرہ تبر سے آپ کو جنبش نہ ہوئی۔

یکلہ میں شیخ ابو سعید اللہ مغربی کہتے ہیں کہ میں نے شیخ ابو مدین مغربی سے ان کی مجلس میں سنا کہ ابدال عارف کے قبضہ میں ہیں اسلئے کہ ابدال کا ملک آسمان سے زمین تک ہے اور عارف کا ملک عرش سے ثریٰ تک ہے شیخ کے اس کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابو مدین قطب مدار تھے۔

عبداللہ یافعی فرماتے ہیں کہ ابو محمد عبدالرزاق نے خضر علیہ السلام سے شیخ ابو مدین کا مقام پوچھا۔ جواب میں فرمایا وہ اس وقت امام صدیقین ہیں خدا تعالیٰ نے ان کو ستر کتوں کی کنجی عطا کی ہے اس وقت کوئی شخص ابو مدین کے جیسا جامع الکمال نہیں ہے آپکی وفات شعبان [illegible] میں ہوئی

ذکر شریف

مقتدائے قوم آزادی صاحب مقام اوتادی شیخ صدقہ بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

آپ طائفہ ملامتیہ کے پیر بے باک تھے جو اپنے باطن کی آراستگی میں کوشاں رہتے ہیں علمائے ظاہر کا نقطہ نظر آپ کے متعلق سخت تھا

صاحب نفحات لکھتے ہیں کہ ایک روز شیخ صدقہ نے ایسی بات کہی جو بظاہر شرع سے مطابق نہ تھی اس پر ان کو مواخذہ ہوا۔ خلیفہ نے ان کو طلب کیا اور علماء سے کہا کہ سزا دیں جب علماء نے شیخ کو برہنہ کیا۔ خادم نے فریاد کی جس شخص نے شیخ کو ضرب لگانے کا قصد کیا تھا اسکا ہاتھ شل ہو گیا اور اس پر ہیبت طاری ہو گئی جب خلیفہ نے اس حال کا مشاہدہ کیا تو اس پر بھی ہیبت طاری ہو گئی اور حکم دیا کہ شیخ کو چھوڑ دیا جائے۔

صاحب مرأت الاسرار لکھتے ہیں کہ شیخ صدقہ معاصرین حضرت غوث الثقلین سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے تھے اکثر آپ کی صحبت کا شرف حاصل کیا تھا رحمۃ اللہ علیہ

ذکر شریف

امین مخزن محفوظی شیخ الشیوخ قطب وقت شیخ عبدالرحمن طفسونجی رحمۃ اللہ علیہ

آپ طائفہ اہل باطن کے مقتداء تھے آپ کا عجیب حال تھا ایک روز طفسونج میں جو بغداد کے توابع سے ہے برسر منبر فرمایا انا بین الاولیاء کالکرک بین الطیور اطولھم عنقا یعنی میں اولیاء میں پرندوں میں کلنگ کے مانند ہوں جس کی گردن سب سے لانبی معلوم ہوتی ہے شیخ ابوالحسن علی بن احمد جو اصحاب غوث الثقلین رضی اللہ عنہ سے تھے ایک روز ان کی مجلس میں تھے اٹھ کر اپنی گودڑی جسم پر سے نکال دی اور کہا کہ آؤ تاکہ میں تم سے کشتی لڑوں شیخ نے تیر پھینکا مگر کوئی اثر نہ ہوا پس عبدالرحمن خاموش ہو گئے اور اپنے اصحاب سے کہا کہ مجھے ان میں بال برابر بھی عنایت الٰہی نظر نہیں آتی پھر شیخ ابوالحسن نے کہا کہ اپنی گودڑی تو پہن لیجئے انہوں نے کہا مرد اپنی دلق اتار دینے کے بعد پھر اسکو نہیں پہنتے۔ اس پر ہوا کی جانب منہ کر کے کہا اے فاطمہ میرے پہننے کے لئے کپڑا لا۔ اس وقت ہوا سے کپڑا سامنے آگرا۔ شیخ عبدالرحمن نے پوچھا تمہارا شیخ کون ہے انہوں نے جواب دیا کہ شیخنا عبدالقادر۔

پس اسی وقت اپنے اصحاب سے کہا کہ میں نے بعض اصحاب سے سید عبدالقادر کا ذکر سنا ہے میں چالیس سال سے درکات الٰہی کا دربان بقدرت ہوں مگر انکو وہاں نہیں دیکھا۔ لہذا اپنے مریدوں

ئی ایک جماعت سے کہا کہ بغداد جاؤ اور سید عبدالقادر جیلانی سے ملکر ان کو میرا سلام پہونچاؤ اور کہو کہ میں چالیس سال سے درکات الٰہی کا لوٹا آب قدرت ہوں لیکن آپ کو اندر دیکھا نہ باہر۔

غوث الثقلین سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے اسی وقت اپنے بعض اصحاب سے فرمایا طفسونج جاؤ تمہارے راستے میں شیخ عبدالرحمن کے اصحاب ملیں گے ان کو اپنے ہمراہ واپس لیجاؤ اور جب شیخ عبدالرحمن کے سامنے پہونچو تو ان سے کہو کہ سید عبدالقادر نے سلام بھیجا ہے اور آپ سے یہ کہنے کے لئے کہا ہے کہ آپ کمتر مقام میں ہیں جو شخص کہ نچلے درجہ میں ہو وہ اس شخص کو نہیں دیکھ سکتا جو سلطان حقیقی کے حضور میں ہو جو شخص حضور میں ہو وہ اس شخص کو خلوت میں نہیں دیکھتا ہے میں نہاں خانہ میں ہوں میں اس میں استفاضہ کے لئے آتا ہوں اور افاضہ کے لئے باہر نکلتا ہوں میری آمد و رفت پوشیدہ راستہ سے ہے جس کو آپ نہیں دیکھتے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ میں فلاں خلعت آپ کے لئے لیکر باہر آیا تھا یہ خلعت میرے ہاتھ میں تھی آپ کو یہ خلعت دینے میں واسطہ تھا اور وہ رضا کی خلعت تھی۔ دوسری مثال یہ ہے کہ فلاں رات میں فلاں تشریف بصورت شیخ آپ کو میرے ہاتھ سے ملی تھی اور ایک نشانی یہ ہے کہ درکات میں بارہ اولیاء اللہ کے سامنے آپ کو میں نے خلعت ولایت پہنائی تھی۔

قصہ مختصر اثنائے راہ میں اصحاب شیخ عبدالرحمن سے ان اصحاب کی ملاقات ہوئی جنہوں نے ان کو پلٹایا اور حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے ارشادات شیخ عبدالرحمن طفسونجی کو پہونچائے آپ نے سن کر فرمایا صدق شیخنا عبدالقادر ہو سلطان الوقت وصاحب التصرف فیہ

صاحب تحفۃ الابرار لکھتے ہیں کہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی چار صاحبزادیاں تھیں اور ان میں مشہور خدیجہ تھیں جو شیخ عبدالرحمن طفسونجی سے بیاہی گئیں رحمۃ اللہ علیہا۔

الغرض کمالات حضرت شیخ عبدالرحمن طفسونجی حد تحریر سے باہر ہیں جو تفصیل سے یہاں بیان نہیں کئے جاسکتے

ذکر شریف

کاشف سر سبحانی واقف راز حقانی شیخ محمد الاوانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ابن القائد سے مشہور ہیں اور اس طائفہ کے کاملین سے تھے بلند ہمت اور قوی ولایت

کے حامل تھے تمام مراتب سلوک طے کرکے مقام فردانیت پر پہونچ گئے تھے۔

صاحب نفحات، فتوحات سے نقل کرتے ہیں کہ آپ اصحاب غوث الثقلین سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے تھے جن کو آنحضرت رضی اللہ عنہ مقرب آنحضرت فرماتے تھے اور یہ بھی فرمایا کہ محمد بن القاید مفردین سے تھے۔

صاحب فتوحات نے لکھا ہے کہ مفردین دائرہ قطب سے خارج ہیں اور بے واسطہ قطب حق سے فیض حاصل کرتے ہیں۔ خضر علیہ السلام اس طبقہ سے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بعثت سے قبل انہی سے تھے۔

ابن قاید کا قول ہے کہ میں تمام چیزوں کو چھوڑ کر حضرت کی جانب رخ کیا ناگاہ اپنے منہ کے سامنے نشان قدم دیکھا مجھے غیرت آئی میں نے کہا کہ یہ نشان قدم کس کا ہے کیونکہ میرا اعتقاد تھا کہ کوئی مجھ پر سبقت نہیں رکھتا ہے کہا گیا کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم کا نشان ہے۔ جس سے میرے دل کو تسکین ہوئی۔ رحمۃ اللہ علیہ

ذکر شریف

مقتدائے عالم علوی پیشوائے اصحاب قلبی صاحب تصرف جلی شیخ ابو المسعود شبلی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بزرگان روزگار اور عارفان صاحب اسرار سے تھے قوی حال، علم وافر نفس قاطع رکھتے تھے آپ کے تصرفات و کرامات و ملبوسات بے اندازہ تھے۔ بعشق صحبت زندگی بسر کی حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے اصحاب کبار سے تھے۔

صاحب نفحات فتوحات سے نقل کرتے ہیں کہ ایک روز شیخ ابو المسعود بغداد کی دریا کے کنارے سے گذر رہے تھے ان کے دل میں یہ بات گذری کہ آیا حضرت حق سبحانہ کے ایسے بھی بندے ہوں گے جو اسکی پانی میں پرستش کرتے ہوں یہ خطرہ تمام ہوا تھا کہ پانی پھٹا اور ایک مرد نمودار ہوکر کہا ہاں اے ابا مسعود حق تعالیٰ کے ایسے بندے ہیں اور میں انہی میں سے ہوں۔

کہتے ہیں کہ آپ کا عجب حال تھا کہ جو کچھ مل جاتا اس کو رد نہ کرتے اور کسی سے کچھ طلب نہ فرماتے لباس پرتکلف پہنا کرتے اور کھانا بھی پرتکلف تناول فرماتے۔

ایک دن آپ کے سامنے ایک شخص آیا اور دیکھا کہ آپ کے سر پہ ایک دستار ہے جسکی قیمت بائیس دینار بھی کم ہوگی اپنے دل میں کہا کہ یہ کیا اسراف ہے کہ اتنی قیمت میں بائیس درویشوں کا لباس اور خورد و نوش فراہم ہو سکتا تھا۔ شیخ نے روشن ضمیری سے یہ اعتراض معلوم کر لیا اور فرمایا اے فلاں ہم نے یہ دستار اپنے سر پر از خود نہیں باندھی ہے اگر تو چاہتا ہے تو لے اس کو بیچ دے اور درویشوں کے لباس اور کھانا لے آ۔ اس شخص نے وہ دستار لی اسکو فروخت کر کے پرتکلف سفرہ ترتیب دیا اور دوسری دستار لایا جب اندر آیا تو دیکھا کہ وہی پہلی دستار شیخ کے سر پر ہے۔ حیران ہو گیا۔ شیخ نے کہا حیرت کیوں کرتے ہو فلاں خواجہ سے پوچھ کہ یہ دستار کہاں سے لایا ہے۔ خواجہ نے کہا اس سال ہم کشتی میں تھے مخالف ہوا چلنے لگی ہم نے منت مانگی کہ اگر ہم صحیح و سالم اتریں گے تو شیخ کے لئے بیش قیمت دستار لائیں گے اب ہم چھ ماہ سے بغداد میں ایسی دستار کو ڈھونڈ رہے ہیں جسکو ہمارا دل چاہتا ہے مگر دستیاب نہیں ہوتی کہ جسکو لے کر شیخ کے سلام کے لئے حاضر ہوں آج یہ دستار ہم نے فلاں دوکان میں دیکھی تو کہا کہ یہ شیخ کے قابل ہے اور خرید کر لائے شیخ نے فرمایا کہ دیکھا اسکو دوسرے نے ہمارے سر پہ باندھا۔

اس قسم کے کمالات اور خوارق عادات بہت ہیں۔ آپ کی تاریخ وفات نظر سے نہیں گذری رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر شریف

واقف اسرار باری فرد وقت شیخ عدی بن مسافر الحکاری رحمۃ اللہ علیہ

آپ جامع کمالات اور بلند ہمت تھے تصوف میں شیخ عقیل منبجی سے نسبت تھی۔

صاحب نفحات لکھتے ہیں کہ شیخ علی جامع اخلاق حسنہ ہیں جبل حکاویہ میں جو موصل کے توابع

سے ہے۔ خلق سے منقطع ہو گئے تھے وہاں ایک زاویہ تعمیر کر لیا تھا اس دیار کے لوگ آپ کے مرید و معتقد ہو گئے تھے آپ کی کرامات ظاہر تھیں تاریخ یافعی میں مذکور ہے کہ آپ کے ایک مرید کا ارادہ بھی خلق سے انقطاع کا ہوا شیخ مدینؒ سے کہا میں چاہتا ہوں کہ اس صحرا میں رہ جاؤں کیا اچھا ہوتا کہ یہاں پانی ہوتا جو پینے میں آتا اور کوئی چیز میری قوت کے لئے ہوتی۔ شیخ اٹھے وہاں ایک بڑا پتھر تھا اس پر پاؤں مارا پانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔ دوسرا قدم مارا تو انار کا درخت نمودار ہوا فرمایا کہ انشاء اللہ یہ درخت ہر روز ایک میٹھا انار اور دوسرے روز کھٹا انار دے گا۔ چنانچہ اسی طرح انار ملنے لگے آپ کی وفات ۵۵۵ھ میں واقع ہوئی آپ کا قبر دیار موصل میں واقع ہے جس سے لوگ اکتساب فیض کرتے ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ

ذکر شریف

شریف ابن شریف شیخ ابو اسحاق ابن ظریف رحمۃ اللہ علیہ

آپ قوی حال اور عظیم الشان کے حامل تھے آپ کے کمالات کا اسی سے اندازہ لیا جا سکتا ہے کہ شیخ اکبر محی الدین علی العربی نے آپ سے تولد کیا چنانچہ صاحب نفحات فتوحات سے نقل کرتے ہیں کہ آپ بزرگ ترین مشائخ ہیں۔ شیخ مدین مغربی کے معاصر تھے تاریخ وفات نظر سے نہیں گذری

ذکر شریف

عارف روشن ضمیر شیخ جاگیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

شیخ جاگیر اصل میں کردان سے تھے۔ صحرائے عرب میں ایک شب وہاں ٹھہرے اور وہیں سے دنیا سے رخصت ہو گئے ان کی قبر بھی وہیں ہے۔ صاحب نفحات شیخ جاگیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک اصحاب سے نقل کرتے ہیں ان کا بیان ہے کہ ایک دن میں شیخ جاگیر کے ساتھ تھا۔ گایوں

کا ایک گلہ سامنے سے گذرا تو آپ نے فرمایا کہ یہ گائے حاملہ ہے بچھڑا اس طرح کا فلاں روز جنے گی اور وہ ہمارے پاس رہے گا۔ اور فلاں فلاں اسکو کھائیں گے اور پھر دوسری گائے کی جانب اشارہ کیا اور فرمایا یہ بھی پیٹ سے ہے گوسالہ جنے گی اور فلاں فلاں اسکو کھائیں گے اور ایک لال کتے کو بھی اسی سے حصہ ملے گا خدا کی قسم جو کچھ آپ نے فرمایا تھا اسی طرح ظہور پذیر ہوا۔ لال کتا بھی اس زاویہ میں آیا اور گوشت کا ایک ٹکڑا لے گیا بہرحال آپ صاحب کشف وکرامات تھے آپکی وفات سنہ ۵۹ھ میں بہ زمانہ سلطنت ابو العباس احمد واقع ہوئی رحمۃ اللہ علیہ

ذکر شریف
مقتدائے قوم علوی شیخ عمر بن الفارض الحموی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی کنیت ابو حفص اور لقب شرف الدین ہے قبیلہ بنی سعید اور اولاد حلیمہ سعدیہ سے تھے جو آنحضرت علیہ السلام کی دائی تھیں۔

صاحب نفحات لکھتے ہیں کہ شیخ عمر حموی الاصل ہیں مصر میں بڑے ہوئے آپ کے والد مصر کے بڑے علماء سے تھے۔ شیخ ابراہیم خضری کہتے ہیں کہ میں نواح خضر میں سیاحت میں مصروف تھا کہ ناگاہ ایک صاحب تجلی کہ اندر ہوا میں گذرے میں نے پوچھا کہاں جارہے ہو۔ فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ شیخ عمر کے انتقال کے وقت حاضر رہوں اور ان پہ نماز پڑھوں۔ میں بھی ان کے پیچھے روانہ ہوا یہاں تک کہ ہم شیخ عمر کے پاس پہونچ گئے اور انکو سلام کیا۔ جواب دیکر فرمایا اے ابراہیم بشارت ہو کہ تم اولیاء اللہ سے ہو۔ میں نے کہا یاسیدی میں سمجھتا ہوں کہ یہ بشارت منجانب حق تعالیٰ ہے جو آپ کی زبان سے مل رہی ہے۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ اس کا سبب معلوم ہو۔ فرمایا کہ میں نے حق تعالیٰ سے درخواست کی تھی کہ میرے انتقال کے وقت اولیاء اللہ کی ایک جماعت موجود رہے۔ تم آگئے میں سمجھتا ہوں کہ ضرور تم اولیاء اللہ سے ہو۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ بہشت متمثل ہوئی جب انہوں نے دیکھا تو آہ کی اور بہت رونا شروع کیا یہاں تک کہ ان کا رنگ متغیر ہوگیا اور کہا کہ اگر تیرے پاس

مقام ہستی میں یہ منزلت ہے جو مجھے نظر آئی تو میں نے اپنا وقت ضائع کیا میں نے کہا یا سیدی یہ بڑا مقام ہے۔ فرمایا اے ابراہیم رابعہ نے جو عورت تھیں کہا تھا اگر میں نے دوزخ کے خوف سے تیری پرستش کی ہو تو مجھے دوزخ میں جلا دے کہ میں نے اس کو طلب کیا ہے اور اگر جنت کے لئے تیری پرستش کی ہوں تو اس کو مجھ پر حرام کر دے۔ مجھے تیری محبت کافی ہے کہ میں نے اسکو طلب کیا ہے اور تمام عمر میں نے اسکی جستجو میں بسر کی ہے۔ اسکے بعد ساکن ہوئے اور خنداں رو واصل بحق ہو گئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ انکا مقصود مل گیا۔ ان کے انتقال کے وقت اولیاء اللہ کی کثیر جماعت حاضر تھی۔ میں نے اپنی عمر میں اس سے بڑا جنازہ نہیں دیکھا۔ سبز و سفید پرندے اس پر اڑ رہے تھے اور بہت لوگوں نے اس پر حمل کیا کہ روح مقدس حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئی اور شریک نماز جنازہ ہوئی تھی کثیر اژدہام کے باعث آپ کی تدفین میں تاخیر ہوئی۔ ان کی وصیت کے مطابق تین روز تک میں انکی قبر پر ٹھیرا رہا عجیب و غریب حالات مشاہدہ میں آئے جو عقل میں نہیں آسکتے آپکی وفات ماہ جمادی الثانی ۵۳۲ھ میں بزمانہ سلطنت ابو جعفر بن طائر مستنصر باللہ ہوئی رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر شریف

محقق ربانی مجسم بروحانی واصل حق شیخ موسیٰ سدرانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ابو مدین مغربی رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب کبار سے تھے آپ کے عجیب احوال تھے کہ ان کے انداز اس زمانہ میں بہت کم کسی کو حاصل ہوئے ہونگے۔

صاحب نفحات قدس نے مشائخ سے نقل کرتے ہیں کہ شیخ عماد الدین محمد بن شیخ شہاب الدین عمر سہروردی فرماتے ہیں کہ میرے پدر بزرگوار کی مجلس میں بعض حاضرین نے شیخ موسیٰ کے مناقب کا بیان شروع کیا از آں جملہ ایک شخص نے کہا وہ دن رات میں ستر ہزار قرآن ختم کیا کرتے تھے میرے والد خاموش ہو گئے دوسرے شخص نے جو اصحاب کبار سے تھے

قسم کے ساتھ والد سے کہا کہ یہ بات سچ ہے لیکن میرے دل میں وسوسہ تھا یہاں تک کہ شیخ موسیٰ کو میں نے طواف کعبہ میں دیکھا اور انکے پیچھے پڑ گیا میں نے دیکھا کہ انہوں نے حجر اسود کی زیارت کی سورہ فاتحہ سے تلاوت کرتے اور چلے جاتے ان کے حرف حرف کو سمجھ رہا تھا جب خانہ کعبہ کے دروازے تک آئے جو حجر اسود سے کم و بیش چار گام کا فاصلہ ہے تو ان کا ایک قرآن ختم ہو جاتا چنانچہ میں نے تمام قرآن کو حرف بہ حرف سنا۔ جب میں نے اپنے والد سے یہ واقعہ نقل کیا اور اصحاب نے بھی تصدیق کی تو میں نے اسکے بعد اپنے والد سے اس کے متعلق سوال کیا۔ فرمایا یہ بسط زمانی کے قبیل سے ہے جو بعض اولیاء اللہ کو حاصل ہوتا ہے۔ پھر فرمایا لوگو ابن سکینہ کا ایک انگریز مرید تھا اس کا یہ معمول تھا کہ صوفیوں کے مصلوں کو جامع مسجد لیجا کر ڈالتا اور نماز کے بعد پھر ان مصلوں کو جمع کر کے خانقاہ کو لاتا اور ایک جگہ ایک پر ایک انکو جما دیتا ایک جمعہ کو وہ ان مصلوں کو جامع مسجد میں لیجا کر بچھا دیا اور پھر مسجد سے ساحل دریا پہونچا تاکہ جمعہ کا غسل کرے اپنے کپڑوں کو ساحل دریا رکھ کر پانی میں اترا جب سر باہر نکالا تو دیکھا کہ وہ ساحل نہیں ہے دوسری جگہ ہے پوچھا کہ یہ کونسی جگہ ہے کہا گیا کہ مصر کا دریائے نیل ہے۔ یہ سن کر متحیر ہوا پانی سے باہر نکلا اور شہر کو گیا۔ ناگاہ ایک رنگ ریز کی دوکان پر پہونچا اور وہاں کھڑا ہو گیا۔ دوکاندار نے فراست سے تاڑ لیا کہ یہ صباغ ہے اس سے کام لیا تو معلوم ہوا کہ یہ فن خوب جانتا ہے اس کو عزت و احترام سے رکھا اپنے گھر لے گیا اور اپنی لڑکی سے عقد کر دیا اس لڑکی سے اسکو تین لڑکے ہوئے اس طرح اس کو وہاں رہتے ہوئے سات سال گذر گئے ایک دن نیل کے کنارے آیا پانی میں غوطہ لگایا جب سر باہر نکالا دیکھا کہ بغداد کے دریا دجلہ میں ہے اور اسی جگہ ہے جہاں سات سال قبل آیا تھا اور اپنے کپڑے جو ساحل پر رکھا تھا اسی طرح رکھے ہوئے ہیں بہرحال لباس پہن کر خانقاہ گیا دیکھا کہ صوفیوں کے مصلے اسی طرح رکھے ہوئے ہیں بعض اصحاب نے کہا کہ جلدی کرو کہ جماعت کے اکثر لوگ مسجد کو سویرے سے ہی چلے گئے ہیں وہ جملہ مصلوں کو مسجد لے گیا اور پھر خانقاہ کو لایا اور بہ عجلت اپنے گھر کو گیا اسکی بیوی نے کہا کہ مہمان کے لئے تلی ہوئی مچھلی تیار کر کے رکھنے کے لئے آپ نے فرمایا تھا میں نے مچھلی تیار کر دی ہے وہ مہمان کہاں ہے لاکر مچھلی کھلائیے اس کے بعد اپنے شیخ ابن سکینہ سے جو کچھ گذرا تھا بیان کیا شیخ نے کہا کہ بغداد سے اپنے فرزندوں کو حاضر کرو۔

جب لڑکیوں کو حاضر کیا گیا تو تصدیق ہوگئی کہ ابن سکینہ نے جو کہا تھا وہ سچ تھا۔ شیخ نے ابن سکینہ سے سے پوچھا اس روز تم نے کیا سوچا تھا جواب دیا کہ اس روز میرے دل میں اس آیت کا خیال آیا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا کے پاس دن ایک ہزار سال کے برابر ہوتا ہے یہ کیسے ممکن ہے۔

شیخ نے فرمایا یہ واقعہ حق تعالیٰ کی طرف سے تم پر رحمت ہے کہ اس سے تمہارے شکوک و شبہات رفع ہوئے اور ایمان کی تصحیح ہوگئی حق تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ بزرگوں کو بسط زمانی عطا کرے اور زمانے باوجود اسکے کوتاہ ہونے کے دراز کردے اسی طرح وہ چاہے تو کسی کے حق میں زمانہ کو کوتاہ کرسکتا ہے۔

صاحب نفحات و فتوحات نے بھی اسطرح کے کلمات تحریر کئے ہیں الحاصل انکے خوارق عادات حد سے زیادہ ہیں ان کا سن وفات نظر میں نہیں آیا لیکن وہ شیخ الشیوخ کے معاصر تھے رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر شریف

مقرون دریائے ہستی، محفوظ از سہو غلطی قبلہ وقت شیخ علی ابن ہیتی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بطائح کے کبار مشائخ سے تھے۔ تاج العارفین ابو الوفا کے مرید تھے جو شیخ ابو محمد شنبکی کے اور وہ شیخ ابوبکر بن ہوارا کے مرید تھے جن کو طریق اویسیہ بیعت تھی لیکن شیخ علی مذکور حضرت غوث الثقلین سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں رہے اور آپ سے فیوض و برکات حاصل کیا۔ جس وقت حضرت رضی اللہ عنہ نے قدمی ھذہ الخ تو آپ پہلے شخص تھے جنہوں نے منبر پر چڑھ کر آپ کے قدم مبارک کو اپنی گردن پر رکھا اور آپ زیر سایہ دامن آئے کہتے ہیں کہ ایک روز شیخ علی حضرت غوث الثقلین کی مجلس میں آپکے برابر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کو نیند آگئی حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ منبر سے اتر گئے اور اہل مجلس سے خاموش رہنے کے لئے کہا اور خود شیخ علی ہیتی کے آگے ہاتھ باندھ کر انکی جانب دیکھتے ہوئے کھڑے رہے جب شیخ علی بیدار ہوئے حضرت غوث الثقلین نے پوچھا کیا تم نے انحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دیکھا اور آپ نے تم کو کیا وصیت کی شیخ علی نے کہا

کہ واقعی میں نے خواب میں آنحضرت علیہ السلام کو دیکھا آپ نے مجھے وصیت کی کہ آپکی ملازمت اختیار کروں حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اسی لئے باادب کھڑا تھا شیخ علی نے کہا کہ میں نے جو خواب دیکھا غوث الثقلین نے اسکو بیداری میں دیکھا ۔

صاحب سفینۃ الاولیاء لکھتے ہیں کہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ ان کی بہت تعریف کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے جو شخص اولیائے الٰہی سے عالم غیب و شہادت سے بغداد میں داخل ہوتا ہے وہ میرا مہمان ہے اور میں شیخ علی ہیتی کا مہمان ہوں ۔

صاحب مراۃ الاسرار یہ لکھتے ہیں کہ شیخ علی جب اپنے مقام اقامت ازراں سے حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آتے تو اپنے مریدوں سے کہتے کہ غسل کرو اور خود بھی غسل کرتے اور ان سے کہتے کہ ہوشیار رہو اور اپنے دل کی نگرانی کرو ہم ایک بادشاہ کے سامنے جارہے ہیں اور جب آپ کی خدمت میں پہونچتے تو حضرت غوث الثقلین فرماتے کہ ان کو کیا دیکھتے ہو یہ اکابر عراق سے ہیں شیخ علی کہتے کہ آپ ہی بادشاہ عراق ہیں میری نظر آپ ہی پہ ہے اور میں آپ ہی کے حفظ و حمایت میں ہوں۔ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ فرماتے لاخوف علیکم۔ صاحب سفینہ کہتے ہیں کہ شیخ علی کی کرامات ایسی ظاہر ہیں جیسے کہ کسی شخص کے سامنے شیر آجائے اور ان کا نام لے تو وہ پلٹ جائے۔

آپ کی وفات سنہ ۵۶۴ھ میں بعمر ۱۲۰ سال ہوئی آپکی قبر ازراں میں ہے رحمۃ اللہ علیہ

ذکر شریف

مقتدائے وقت شیخ بقا ابن بطو رحمۃ اللہ علیہ

صاحب مراۃ الاسرار لکھتے ہیں آپ صاحب کرامات و مقامات عالیہ اور زہد و تقوی میں کامل تھے شیخ تاج العارفین ابوالوفا کے مرید تھے۔ ہمیشہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی مجلس میں حاضر رہتے تھے آپ کی وفات سنہ ۵۵۳ھ میں واقع ہوئی۔

آپ کی قبر باب یونس میں ہے جو بغداد کے دیہات سے ہے رحمۃ اللہ علیہ

ذکر شریف

واقف اسرار ازلی کاشف انوار جلی قبلہ وقت شیخ قضیب البان موصلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے مریدانِ کامل سے تھے ان سے خوارق غریبہ اور کرامات عجیبہ ظاہر ہوئیں۔

صاحب نفحات لکھتے ہیں موصل کے قاضی ان کے سخت منکر تھے ایک روز موصل کی ایک گلی میں ان دونوں کا آمنا سامنا ہوا۔ قاضی نے دل میں کہا کہ ان کو گرفتار کر کے حاکم کے پاس لیجانا چاہیے تاکہ ان کو سزا دی جاسکے ناگاہ انکی کُردی کی صورت نظر آئی جب کچھ اور سامنے آیا تو اعرابی کی شکل وصورت نظر آئی اور جب اور نزدیک ہوا تو ایک فقیہ نظر آئے اور جب قاضی تک پہونچے تو کہا اے قاضی تو کونسے قضیب البان کو حاکم کے پاس لیجائیگا۔ اور سزا دلائے گا قاضی نے انکار سے توبہ کی اور آپ کا مرید ہوگیا۔

کسی نے حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ قضیب البان نماز نہیں پڑھتے آپ نے فرمایا انہیں کچھ نہ کہو وہ ہمیشہ در خانہ کعبہ پہ سجدہ کی حالت میں رہتے ہیں۔ انکی وفات سنہ ۵۷۳ھ میں ہوئی قبر موصل میں ہے۔

ذکر شریف

سالک طریق حقیقی کشاف رموز طریقی شیخ مقتدا خواجہ ابو عمر صدیقی رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ

آپ کا نام عثمان ہے۔ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے مرید تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے ہدایت اس طرح حاصل ہوئی کہ حرمین میں ایک رات میں آسمان کی طرف منہ اور

اور زمین کیجانب پیٹھ کر کے لیٹا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ پانچ کبوتر ہوا میں سے گذر رہے ہیں۔ اور ہر ایک فصیح آواز سے حق تعالیٰ کی تسبیح کر رہا ہے جب میں نے یہ تسبیح سنی تو بے خود ہو گیا جب ہوش میں آیا تو دنیا و ما فیہا کی محبت دل سے جاتی رہی تھی جب صبح ہوئی تو میں نے خدا تعالیٰ سے عہد کیا کہ میں خود کو ایسے شخص کے تفویض کروں گا جو مجھے خدائے تعالیٰ کی طرف رہنمائی کرے میں پھر روانہ ہوا اور میں خود نہیں جانتا تھا کہ کہاں جاؤں۔ ناگاہ ایک معمر اور باوقار شخص نے دیکھا اور کہا السلام علیکم یا ابا عمر میں نے سلام کا جواب دیا اور قسم دیکر پوچھا آپ کون ہیں کہ میرا نام جان گئے۔ کہا میں خضر ہوں حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے سامنے تھا حضرت نے فرمایا یا ابا العباس کل حریقین میں ایک شخص نے جذبہ کی حالت میں خدائے تعالیٰ سے عہد کیا ہے کہ وہ خود کو ایسے شخص کے سپرد کر دیگا جو اسکی طرف رہبری کرے جاؤ اور اسکو میرے سامنے پیش کرو خضر نے مجھ سے کہا یا عثمان حضرت غوث الثقلین سید عبد القادر سید العارفین اور قبلہ واصلین ہیں لہذا تم ان کی خدمت خود پر لازم کر لو اور پھر خضر غائب ہو گئے میں حضرت غوث الثقلین سید عبد القادر رضی اللہ عنہ کے روبرو حاضر ہوا۔ فرمایا مرحبا اے عثمان بہت جلد تم کو خدائے تعالیٰ ایک مرید دیگا جس کا نام عبد الغنی بن نقطہ ہے اس کا مرتبہ کئی اولیاء سے بلند ہے اور خدائے تعالیٰ اس سے ملائکہ پر فخر کرتا ہے اس کے بعد میرے سر پر طاقیہ رکھا جسکی خوشبو اور خنکی دماغ تک پہونچ گئی معاً میرے دل پر کشف ملکوت ہو گیا اور میں نے تمام عالم کو اور جو کچھ عالم میں ہے اسکو خدائے تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہوئے سنا اسکے بعد حضرت نے مجھے چند ماہ خلوت میں بٹھایا خدا کی قسم ظاہر و باطن کی کوئی چیز مجھ سے مخفی نہ رہی کہ جس کے متعلق میں نہ کہہ سکوں یا اسکی خبر نہ دے سکوں حضرت نے مجھے خرقہ پہنایا اور مجھ سے عبد الغنی بن نقطہ نے خرقہ پہنا درمیان میں پچیس سال ہوئے اور ابن نقطہ ویسے ہی تھے جیسا کہ حضرت نے فرمایا تھا رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر شریف

قبلہ صوری، کعبہ معنوی، مقتدائے عصر شیخ ابو سعید قیلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

صاحب سفینۃ الاولیاء لکھتے ہیں کہ آپ سادات حسینی اور کبار مشائخ سے تھے۔ صاحب کرامات عالیہ و کشف جلیلہ تھے خرقۂ ارادت حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ سے پہنا تھا کہتے ہیں کہ ایک روز طہارت کے لئے نکلے ایک مرید کے ہاتھ میں لوٹا تھا جو اسکے ہاتھ سے گر پڑا اور ٹوٹ گیا شیخ ابو سعید نے اپنا ہاتھ اس لوٹے پر پھیر ایا۔ اسی وقت وہ صحیح و سالم ہو گیا اور پانی سے بھر گیا اور اس لوٹے سے آپ نے طہارت فرمائی آپکی وفات ۵۵۷ھ میں ہوئی قبر قیلویہ میں واقع ہے رحمۃ اللہ علیہ

ذکر شریف

حضرت شیخ احمد بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے خادم تھے آپکی بزرگی کی دلیل اس سے بڑھکر اور کیا ہوگی کہ حضرت غوث الثقلینؓ کی خدمت کی سعادت آپ کے حصہ میں آئی صاحب سفینہ لکھتے ہیں کہ جب حضرت غوث الثقلین وعظ کیلئے کرسی پر جلوس فرماتے تو یہ آپکے لئے کرسی پر اپنا مرقع بچھا دیتے سنہ ۴۱ھ میں وفات پائی رحمۃ اللہ علیہ

ذکر شریف

قبلۂ ارباب عرشی کعبۂ اصحاب فرشی شیخ ابو مرزوق القریشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا نام عثمان بن مرزوق بن حمید بن سلام ہے آپ حنبلی المذہب اور مرید و شاگرد

حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ تھے مصر کے اکابر مشائخ میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ خوارق و جامع علوم ظاہر و باطن تھے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ایک سال دریائے نیل میں طغیانی ہوئی۔ اہل مصر نے آپ سے طغیانی کم ہونے کی استدعا کی شیخ ساحل کے کنارے آئے اور آپ نیل سے طہارت کیا اسی وقت پانی کم ہو گیا دوسرے سال رود نیل کا پانی کم ہو گیا۔ لوگ پھر آپ سے رجوع ہوئے شیخ نے وہاں جاکر اپنے لوٹے کے پانی سے جو ہمراہ تھا وضو کیا فوراً نیل کا پانی بڑھ گیا۔ آپ کی وفات سنہ ۵۶۴ھ میں واقع ہوئی بوقت وفات ستر سال عمر تھی۔
قبر مصر میں نزدیک قبر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

برگزیدہ مطلع مسدس، روح اطہر اقدس شیخ موفق الدین بن محمد المقدس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا نام عبداللہ بن محمد بن احمد بن قدامہ الحنبلی ہے۔ صاحب تصانیف و مقامات ارجمند اور جامع علوم ظاہر و باطن تھے حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے مرید اور شاگرد تھے آپ کی وفات سنہ ۶۲۰ھ میں ہوئی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

محقق حق شناسی، مدفن بے وسواسی شیخ ابو العباس بن عریف الاندلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا نام احمد بن محمد ہے۔ عالم علوم ظاہر و باطن تھے۔
صاحب نفحات شیخ اکبر محی الدین بن علی العربی سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ایک روز میرے شیخ ابو عبداللہ الغزالی نے فرمایا کہ ایک وقت اپنے شیخ ابن عریف کے پاس سے باہر نکلا اور صحرا کی سیر کی جس پودے یا درخت کے پاس سے میرا گذر ہوتا تھا وہ مجھ سے کہتا تھا

کہ مجھے تو میں فلاں عارضہ کے لئے مفید ہوں مجھے حیرت ہوئی اپنے شیخ ابن عراقت کی خدمت میں واپس ہوا اور یہ قصہ بیان کیا کہ ہم نے اسکے لئے تمہاری تربیت نہیں کی تھی حقیقی نافع و ضار حق سبحانہ تعالیٰ ہے جس وقت یہ پودوں اور درخت اپنے نفع و ضرر کی تجھے خبر دیں گے تو اس وقت حق سبحانہ تعالیٰ سے غافل رہے گا اور ان میں مشغول رہے گا۔ میں نے کہا سیدی میں ان اشغال خوارق عادات سے توبہ کرتا ہوں شیخ نے فرمایا کہ دراصل تیرا امتحان اور آزمائش تھی اب جبکہ تو نے توبہ کرلی ہے تو توبہ کی صداقت کی علامت یہ ہے کہ تو اسی مقام پر جائے تو وہاں کے پودے و درخت تجھ سے کچھ نہ کہیں۔ میں پھر اس مقام کو گیا تو وہاں مجھے شیخ کی باتیں سنائی دینے لگیں میں نے حق سبحانہ تعالیٰ کا سجدہ شکر ادا کیا اور پھر شیخ کے پاس آکر اپنا حال بیان کیا فرمایا **الحمد للہ** کہ اللہ عزوجل نے تجھے اپنے لئے اختیار کیا اور مخلوق کا محتاج نہیں کیا۔ آپ کی وفات سنہ ۵۳۶ھ میں ہوئی رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر شریف

محرم راز کبریائی، واقف اسرار خدائی، غرق قلزم وحدت شیخ مجد الدین عرف حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ

آپ کی کنیت ابو محمد اور نام مجد الدین بن آدم آپ اپنے عم پدر شیخ رضی الدین کے ساتھ رہتے تھے تصوف میں نسبت ارادت خواجہ ابو یوسف ہمدانی سے تھی۔

صاحب نفحات لکھتے ہیں کہ حکیم سنائی طائفہ صوفیا کے بڑے شعراء سے تھے ان کے اشعار کو صوفیا نے اپنی تصانیف میں بطور ثبوت نقل کیا ہے۔ چنانچہ سیر الاولیاء وغیرہ میں یہ منقول ہیں مولانا جلال الدین رومی نے ان کی تعریف میں اس طرح فرمایا ہے کہ ؎

عطار روح بود و سنائی دو چشم او ٭ ما از پس سنائی و عطار آمدیم

کتاب حدیقۃ الحقائق آپ کے کمال پر دلیل قاطع ہے۔

آپ کے توبہ کا یہ سبب ہوا کہ سلطان محمود سبکتگین بہ موسم سرما بعض کفار کے شہروں پر حملہ کرنے غزنی سے باہر نکلا تھا سنائی محمود کی مدح میں قصیدہ لکھ کر سلطان محمود کی خدمت

میں پیش کرتے نکلے اتفاق سے ایک مئے خانہ کے دروازہ پر پہنچے ایک مجذوب کی جو مئے خواری میں مشہور تھے اور مسلسل شراب پیا کرتے تھے وہاں آواز سنی کہ وہ اپنے ساقی سے کہہ رہے ہیں کہ ’’ پرکن قدحے بگور محمود سبکتگین مخدوم‘‘ یعنی محمود سبکتگین کی قبر کا واسطہ میرا پیالہ بھر دے تاکہ میں پیوں ۔

ساقی نے کہا محمود غازی اور بادشاہ اسلام ہے۔ مجذوب نے کہا اے مردک تو نے ناحق بات سنی جو کچھ اس کے تحت حکم آیا ہے وہ اسکے قید تصرف سے باہر جا رہا ہے ۔ دوسرا اسکی ملکیت لے رہا ہے پس ایک جام لے کر نوش کیا اور پھر کہا کہ دوسرا جام دے بگور سنائی ساقی نے کہا سنائی مرد فاضل اور لطیف الطبع ہے۔ مجذوب نے کہا اگر وہ لطیف الطبع ہوتے تو ایسے کام میں مشغول ہوتے جو ان کے کام آتا۔ چند کاغذات پر جو لاف زنی کی ہے وہ کیا کام آئے گی انہیں یہ نہیں معلوم کہ ان کو کس لئے پیدا کیا گیا ہے۔ سنائی نے جب یہ کلام سنا تو ان کا حال متغیر ہو گیا۔ ان کو ایک مئے خوار کی باتوں نے ہشیار کر دیا۔ لہذا انہوں نے راہ سلوک میں قدم رکھا اور خواجہ ابو یوسف ہمدانی کی روش اختیار کی۔ گوشہ نشینی اختیار کی خلق سے منقطع اور اہل دنیا سے کنارہ کش ہو گئے ۵۲۵ھ میں وفات پائی جس کی تاریخ خود انہوں نے نظم کی تھی رحمۃ اللہ علیہ ۔

ذکر شریف

مرد میدان مردی قبلۂ زور شیردی شیخ ماجد کردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ شیخ تاج العارفین ابو الوفا کے مرید اور صاحب کشف و کرامات تھے بہت لوگ آپ سے مستفید ہوئے حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے معتقدوں میں تھے ۔

کہتے ہیں کہ ایک روز ایک شخص شیخ احمد کی خدمت میں آیا اور کہا کہ بقدم تجرید مکہ جانے کا ارادہ ہے شیخ نے اپنا کوزہ دیا اور کہا کہ جب تم کو پیاس لگے تو میٹھا پانی اور جب بھوک لگے تو اسے تلقان شکر سے ملا ہوا تم کو ملے گا ۔

آپ کی وفات سنہ ۵۶۰ھ میں ہوئی۔ قبر جیل میں ہے رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

ذکر شریف

شیخ صوری، پیر معنوی، قبلۂ وقت شیخ نظامی گنجوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ علوم ظاہر و باطن سے آراستہ اور فرخ زنجانی کے آخر مریدین سے تھے اول سے آخر تک عمر گراں مایہ قناعت، تقویٰ اور عزلت میں گذاری صاحب کشف و کرامات تھے بادشاہوں سے ملاقات کرنے سے احتراز کرتے تھے حق تعالیٰ نے آپ کو قادر کلام کیا تھا آپ کے سارے اشعار حقیقت اور معارف کے بیان پر مشتمل ہیں۔
آپ کی وفات سنہ ۵۹۶ھ میں واقع ہوئی، قبر گنجہ میں ہے رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر شریف

شاہ عشق جلی، عارف ولی، پیر زماں شیخ روزبہان بقلی رحمۃ اللہ علیہ

صاحب نفحہ لکھتے ہیں ان کی کنیت ابو محمد بن ابی نصر ہے سراج الدین محمود بن خلف کے مرید تھے شیخ ابو النجیب سہروردی کے ساتھ سماع بخاری میں شریک تھے پند و نصائح میں آپ کی بہت تصانیف ہیں از آں جملہ تفسیر عرائس البیان ہے۔ وجد و ذوق و استغراق میں کامل الحال تھے پانچ سال تک جامع عتیق شیراز میں وعظ گوئی اور مجلس کرتے تھے آخر عمر میں وجد و سماع ترک کر دیا۔ شیخ ابو الحسن کردی کہتے ہیں کہ بعض صوفیاء کی دعوت میں شیخ روزبہان سے یکجائی ہوئی میں ان کے حالات سے واقف نہ تھا میرے دل میں خیال آیا کہ علم رجال میں ان سے زیادہ ہوں میرے اس خیال سے مطلع ہو کر فرمایا۔ اے ابو الحسن اس خطرے کو دل سے دور کرو کہ آج کوئی شخص روزبہان کے پایہ کا نہیں ہے۔

وہ یگانہ روزگار ہے ۔

آپ کی وفات ۱۵ ؍ محرم سنہ ۶۰۶ھ میں واقع ہوئی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

ذکر شریف

عاشق تر دماغ، عارف روشن چراغ ابو الحسن علی ابن صباغ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

آپ کی کنیت ابو الحسن اور نام علی بن حمید تھا آپ سے بہت کرامات ظاہر ہوئیں ۔ آپ رنگریز تھے ۔ چاہتے تھے کہ بیٹا بھی رنگریزی کرے ان پر یہ بات گراں گذری کہ صوفیاء کی خدمت میں ان کی آمد و رفت تھی ایک روز ان کے باپ دوکان پر آئے تو دیکھا کہ لوگوں کے کپڑوں کو رنگ نہیں ہوا بہت غصہ میں آئے دوکان میں بہت کپڑے تھے اور ہر ایک کا رنگ علاحدہ تھا جب باپ کے غصہ کو دیکھا تو تمام کپڑوں کو ایک خم میں رکھدیا باپ اور خفا ہوئے اور کہا کہ لوگوں کے کپڑوں کو ضائع کر دیا ہر ایک کا علاحدہ رنگ ہے تو نے سب کو ایک رنگ کر دیا۔ ابو الحسن خم میں ہاتھ ڈالے اور سب کپڑوں کو باہر نکالا ہر کپڑے کا وہی رنگ تھا جیسکی اس کے مالک کو خواہش تھی ۔ جب باپ نے یہ تصرف دیکھا تو رنگ ریزی معاف کر دی ۔

آپ کی وفات ۱۱ ؍ شعبان سنہ ۶۱۲ھ میں ہوئی قبر مصر کے ایک گاؤں میں واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۔

مشکوٰۃ چہاردہم

ذکر شریف

قطب آفاق، مظہر جمیل علی الاطلاق سیدنا سید تاج الدین عبدالرزاق رضی اللہ عنہ

صاحب نفحات و فتوحات لکھتے ہیں کہ آپ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے پانچویں فرزند تھے قدوۃ الاولیاء اور اکمل الاتقیا تھے۔ علم ظاہری و باطنی اپنے پدر بزرگوار سے بدرجہ کمال حاصل کیا تھا آپ کے فیض صحبت سے بہت لوگ درجہ کمال پر پہونچ گئے۔ تفکر اور سکوت آپ پر غالب رہتا تھا۔ زہد و تقویٰ اس درجہ تھا کہ دو سال تک شرم و غیرت الٰہی سے اپنا سر اونچا نہیں کیا۔ صاحب سفینہ کہتے ہیں کہ ایک روز آپ اپنے پدر بزرگوار کی مجلس میں مردان غیب کو ہوا میں دیکھ کر ڈرے۔ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے عبدالرزاق یہ لوگ مردان غیب ہیں خوف نہ کرو تم بھی اسی جماعت میں سے ہو۔

آپ کی ولادت سنہ ۵۲۸ھ میں ہوئی اور وفات بغداد میں ہفتہ کی شب میں ۶ شوال سنہ ۶۲۳ھ میں ہوئی۔ باب الازج میں اپنے والد کے نزدیک دفن ہوئے۔ صاحب تحفۃ الابرار کہتے ہیں کہ مصنف روضۃ النواظر نے آپ کے تمام خوارق و کرامات درج کیا ہے وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ آپ کے پانچ فرزند تھے۔ ۱ سیدنا عماد الدین ابی صالح نصر۔ ۲ سیدنا ابوالقاسم عبدالرحیم۔ ۳ سیدنا ابو محمد اسمٰعیل۔ ۴ ابوالمحاسن فضل اللہ۔ ۵ سید جمال الدین جو حضور غوث الثقلین سے بہت مشابہ تھے اور ان سب نے اپنے والد بزرگوار اور عم شریف سید سیف الدین عبدالوہاب سے علوم صوری و معنوی حاصل کیا سب کامل و اکمل اور اپنے زمانہ کے قطب ہوئے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

قطب الاقطاب، فرد الاحباب، زبدہ ارباب، قدوہ اصحاب سیدنا سیف الدین عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے صاحب نفحات لکھتے ہیں کہ آپ نے علوم ظاہری و باطنی اپنے والد ماجد سے حاصل کیا تمام علوم میں کمال حاصل تھا۔

حضرت غوث الثقلین کے بعد حضرت کے مدرسہ میں آپ وعظ کیا کرتے تھے آپ کے فیض صحبت سے بہت لوگ مستفید ہوئے۔ چنانچہ صاحب تحفۃ الابرار لکھتے ہیں کہ ولم یکن فی اولادہ امینٌ منہ وکان فقیہاً فاضلاً ولہ شانٌ فصیحٌ فی الوعظ وکان لہ مروّتٌ و سخاء ولہ حسن الکلام فی المسائل ولم یکن فی اولاد ابیہ افقہ منہ۔

آپ کی ولادت ماہ شعبان سنہ ۵۱۲ھ میں ہوئی اور وفات ۲۵ شوال سنہ ۶۳۰ھ کو ہوئی۔ قبر بغداد میں ہے آپ کے دو فرزند تھے۔ سیدنا ابو المنصور عبد السلام ؒ اور سیدنا عبد الفتح سلیمان ؒ ہر دو فرزند عالم و کامل وقت تھے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

منزّہ از عیوب ہر زشتی، طوفان ضلالت را کشتی قطب وقت سیدنا خواجہ معین الدین حسن چشتی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے پدر بزرگوار کا نام قطب زمن سید غیاث الدین حسن ہے ان کے باپ سید نجم الدین بن سید طاہر الدین سید عبد العزیز بن سید ابراہیم مرتضیٰ ابن سیدنا امام علی کاظم علیہ السلام تھے۔ بعض کتب میں ناموں کے اختلاف کے ساتھ آپ کا نسب امام مذکور تک پہنچتا ہے۔ الغرض آپ کبار اولیاء اور مقتدائے روزگار تھے آپ کے بہت کمالات اور خوارق عادات ہیں بیان نکات حقائق و توجیہہ میں بلند مقام رکھتے ہیں۔ آپ قوی الحال تھے جو آپ کے حال کا مشاہدہ کرتا وہ بے تکلف

وحدت حق اور رسالت آنحضرت علیہ السلام کا قائل ہو جاتا۔ ہندوستان میں جہاں کہیں مشرکین دعویٰ انا ولا غیری کرتے اور مقید پرستی کرتے تو آپ انکو مقید پرستی سے ذات حق کیجانب ہدایت فرماتے اسی لئے آپ کو وارث ملک ہند الولی کہتے ہیں آپ کا لقب خواجہ بزرگ ہے آپ نے خرقہ خلافت حضرت خواجہ عثمان ہارونی کے ہاتھ سے پہنا تمام مشائخین وقت کو پایا۔ چنانچہ پانچ ماہ سات روز حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی صحبت میں بھی رہے۔ اور آپ سے اکتساب فیض کیا۔ آپ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے آخری زمانہ میں معاصر رہے۔ ولادت قصبہ سنجر میں ۵۳۷ھ میں ہوئی خراساں میں نشو نما ہوئی۔

سیر العارفین میں ہے کہ جب خواجہ بزرگ کی عمر پندرہ سال کی ہوئی تو آپ کے والد خواجہ غیاث الدین حسن نے وفات پائی۔ آپ کے والد کا ایک باغ تھا اس میں ایک مجذوب ابراہیم نامی آئے۔ خواجہ بزرگ نے ان کی بہت تعظیم کی اور انگور کا ایک خوشہ ان کے سامنے رکھا۔ اور خود باادب ان کے سامنے بیٹھے رہے۔ ابراہیم نے اپنے بغل سے ایک کنجارہ کا ٹکڑا کھینچا اسکو چبایا اور خواجہ بزرگ کے منہ میں ڈالدیا۔ بمجرد اسکے کھانے کے آپ کے باطن میں نور معرفت چمکنے لگا اور دل مال ومتاع املاک اور گھر بار سے سرد ہوگیا دو تین روز کے بعد درویشوں میں اس کو تقسیم کر کے مسافرت اختیار کی ایک مدت تک سمرقند اور بخارا میں رہے۔ قرآن حفظ کیا علم ظاہری حاصل فرمایا اور آخر اس نتیجہ پر پہونچے کہ ان چیزوں سے کشود کار نہیں ہوتا ہے۔ وہاں سے عراق و عرب کی جانب طلب مقصد میں روانہ ہوئے جب قصبہ ہارون پہونچے جو نیشاپور کے نواح میں واقع ہے تو خواجہ عثمان ہارونی سے ملاقات ہوئی ڈھائی سال تک آپ کی خدمت میں رہ کر تربیت پائی ریاضت اور مجاہدہ کے بعد مرتبہ کمال کو پہونچے خواجہ عثمان ہارونی نے خرقہ خلافت عطا فرماکر رخصت کیا۔ لیکن انیس الارواح میں ہے کہ بغداد شریف میں خواجہ عثمان ہارونی کی خدمت میں پہونچے اور خرقہ خلافت حاصل کیا وہاں سے قصبہ سنجان آکر شیخ نجم الدین کبریٰ کی صحبت میں ڈھائی ماہ رہے اسکے بعد پھر بغداد آئے شیخ ضیاء الدین ابو النجیب سہروردی سے ملکر بہت محظوظ ہوئے ایک زمانہ تک آپ کی صحبت میں رہے پھر وہاں سے روانہ ہوئے ہمدان پہونچے وہاں شیخ خواجہ ابو یوسف ہمدانی سے جو بزرگان وقت سے تھے ملے۔ اور پھر تبریز آئے اور شیخ محمد اصفہانی سے جو مشائخ کبار سے تھے ملاقات کی۔ اس زمانہ میں خواجہ

قطب الدین بختیار چاہتے تھے کہ شیخ محمود اصفہانی کے مرید ہوں لیکن جب خواجہ بزرگ کے جمال کا مشاہدہ کیا تو بے اختیار آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہو گئے۔ خواجہ بزرگ کا ان سے بہتر کوئی مرید و مصاحب و محرم راز نہ تھا حضرت خواجہ بزرگ کی عمر باون سال تھی جب آپ حضرت خواجہ عثمان ہارونی سے آپ کو خرقہ خلافت ملا۔ اس کے بعد آپ تبریز کی جانب سے خرقان آئے اور وہاں سے استرآباد آئے اور شیخ ناصر الدین استرآبادی کی صحبت میں رہے جو عظیم القدر اور معمر شیخ تھے جنہوں نے شیخ ابوالحسن خرقانی اور شیخ ابوسعید ابوالخیر کو دیکھا تھا۔ پھر وہاں سے متوجہ ہرات ہوئے اور ایک مدت تک اس نواح میں رہے۔ وہاں سے سبزوار آئے وہاں کا حاکم سید محمد یادگار ایک تند مزاج اور فاسق شخص تھا لیکن خواجہ بزرگ کے خوارق عادات دیکھنے کے بعد جس کا قصہ طویل ہے آپ سے شرف بیعت حاصل کیا اور خواجہ اس کی تربیت کی جانب متوجہ ہوئے۔ چند ہی روز میں وہ عارف کامل اور صاحب ارشاد ہو گیا۔ پھر آپ وہاں سے حصار شادمان میں آئے اور وہاں سے بلخ تشریف لائے جہاں مولانا ضیاء الدین بلخی آپ کے مرید ہوئے۔ اس کے بعد عازم غزنی ہوئے اور شیخ عبدالواحد سے ملاقات کی وہاں سے لاہور کے خطہ میں پہونچے۔ اسوقت شیخ حسین زنجانی بقید حیات تھے شیخ موصوف اور خواجہ بزرگ کے درمیان اتحاد فوق الحصر ہو گیا تھا چند روز وہاں رہکر متوجہ دہلی ہوئے۔ اس زمانہ میں دہلی رائے پتھورا کا پایہ تخت تھا۔ اور اتنا متعصب تھا کہ مسلمانوں کی صورت دیکھنے کو گناہ سمجھتا تھا۔ خواجہ بزرگ قوت کمال ولایت سے اپنے اصحاب کے ساتھ شہر دہلی میں پہونچے کہتے ہیں کہ چالیس صوفی آپ کی خدمت میں رہتے تھے اور پنجوقتہ نماز کے لئے اذان دیکر نماز پڑھا کرتے تھے کفار یہ حال دیکھ کر جلنے لگے ہر چند چاہا کہ خواجہ بزرگ کو اذیت پہونچائیں اور مزاحمت کریں لیکن اس خیال کے ساتھ ہی ان کے جسم میں لرزہ پڑ جاتا تھا اور وہ بے دست، و پا ہو جاتے تھے۔ کلمات الصادقین میں مرقوم ہے کہ ایک روز آپ کا گذر کفار کے بت خانہ کی طرف سے ہوا وہاں سات پجاری بت پرستی میں مشغول تھے۔ مجرد خواجہ کو دیکھنے کے بے طاقت ہو کہ اپنے سر آپ کے قدموں میں رکھدیا اور مسلمان ہو گئے ایک برہمن کو آپ نے حمید الدین کا لقب دیا شیخ حمید الدین دہلوی ان ہی سات لوگوں میں سے ہیں جب خلق کا اژدہام زیادہ ہوا تو خواجہ دہلی سے متوجہ اجمیر ہوئے اس زمانہ میں رائے پتھورا اجمیر میں تھا۔ خواجہ بزرگ کی ولایت و ظہور کرامات سے اس نے آپ اور آپ کے ہمراہیوں کا پیچھا چھوڑ دیا۔ جوگی اجپال نے بھی

جس کے جادو کے کرتب باطل ہوگئے بالآخر خواجہ بزرگ کے دست مبارک پر مشرف باسلام ہوگیا رائے پتھورا سلطان معز الدین غوری کے لشکر سے مقابلہ میں ہلاک ہوگیا۔ اس تاریخ سے ہندوستان میں اسلام شایع ہوا۔

منتخب التواریخ میں ہے کہ ۵۸۹ھ میں دہلی سلاطین اسلام کا پایۂ تخت ہوگیا۔ سلطان معز الدین غوری چند روز دہلی میں رہا اور پھر قطب الدین ایبک کو جو اسکے غلاموں میں سے ایک غلام تھا دہلی کی حکومت تفویض کر کے غزنی کی جانب واپس ہوگیا چند سال اس نے خراسان میں سلطنت کی اور بتاریخ ۳ شعبان ۶۰۲ھ میں غزنی کے نواح میں قتل کر دیا گیا اس کے بعد قطب الدین ایبک نے پائے تخت دہلی پر قدم رکھا اور اطراف واکناف میں ملک گیری کی۔ میر سید حسین مشہدی کو جو سید حسین خنگ سوار کے لقب سے مشہور رہے اجمیر کا حاکم کیا۔ سید مذکور حضرت خواجہ بزرگ سے انتہائی عقیدت رکھتا تھا کہتے ہیں کہ یھدی من یشاء ویضل من یشاء پر خاص نظر تھی۔ مشرب صوفیہ کے مطابق کسی کو امر معروف نہ کرتے جب کوئی خلوص دل سے اسلام کی طرف میلان ظاہر کرتا تو اسکو اسلام کی تلقین کرتے اور جو اپنا ارادہ اسلام کی جانب نہ کرتا تو اس کے مزاحم نہ ہوتے۔ کمال وحدت الوجود سے ہر فرقہ کے ساتھ تواضع فرماتے اسی باعث کافر و مسلمان دونوں آپ کے فیض سے بہرہ مند ہوئے چنانچہ اب تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ میر سید حسین مشہدی آخر ایام سلطنت قطب الدین ایبک میں کفار کے ہاتھوں سے ہیکل کے قلعہ میں قتل کر دیا گیا اور وہیں مدفون ہوا سلطان قطب الدین ایبک نے بیس سال دہلی پر حکومت کی اور گیند کھیلتے ہوئے گھوڑے پر سے گر کر ہلاک ہوگیا اس کے بعد سلطان شمس الدین التمش جو اس کا غلام تھا لیکن جسکو وہ اپنا بیٹا پکارتا تھا دہلی کے تخت پر بیٹھا وہ حضرت قطب الدین بختیار کا مرید تھا۔

مراۃ الاسرار میں ہے کہ بعض تواریخ میں مثل تاریخ اکبر اور اقبال نامہ جہانگیری میں مرقوم ہے کہ خواجہ بزرگ کو کوئی اولاد نہ تھی صرف درگاہ کے مجاوروں کا ذکر کیا گیا ہے لیکن ملفوظات پیران چشت سے معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ بزرگ کے دو فرزند سید فخر الدین اور سید حسام الدین تھے اور ایک صاحبزادی بھی تھیں جن کا نام بی بی حافظہ جمال تھا۔ جو بی بی امۃ اللہ کے بطن سے تھیں۔ بی بی امۃ اللہ ایک راجہ کی لڑکی تھیں جسکو گرفتار کر کے لایا گیا تھا اور دونوں لڑکے بی بی عصمت بنت سید وجیہہ الدین عم سید حسین مشہدی کے بطن سے تھے سید حسام الدین نے صغر سنی سے ابدالوں کی صحبت اختیار کی ان سے کوئی اولاد نہ ہوئی

سید فخر الدین خواجہ بزرگ کے محبوب ترین فرزند تھے وہ اجمیر کے قریب زراعت میں مشغول رہے خواجہ بزرگ کے بعد بیس سال تک بقید حیات رہے۔ قصبۂ سروآر جو اجمیر سے سولہ کروہ کے فاصلہ پر ہے وفات پائی اور حوض سروآر کے نزدیک مدفون ہوئے۔

ان کے ایک فرزند سید حسام الدین سوختہ تھے جو تمام کمالات سے آراستہ تھے۔ یہ حضرت سلطان المشائخ کی صحبت میں رہے ان کی قبر شاہیر میں اجمیر کے جانب سر راہ واقع ہے۔ اور بی بی حافظ جمال حضرت خواجۂ بزرگ کے مرقد کے پائیں مدفون ہوئیں۔ خواجہ معین الدین خورد اور خواجہ قیام الدین بن حسام الدین سوختہ عارف کامل تھے۔ خواجہ خورد نے مرید ہونے کے قبل بھی اس قدر ریاضت میں محنت شاقہ کی تھی کہ بے واسطہ خواجہ بزرگ کی روحانیت سے انہوں نے اکتساب فیض کیا۔

اور خواجہ بزرگ کے ایماء سے خواجہ نصیر الدین محمود کے مرید ہوئے اور ان سے خرقہ خلافت پہنا۔

فوائد الفواد میں مرقوم ہے کہ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ خواجہ احمد نبیرۂ خواجہ بزرگ اور ان کے بھائی خواجہ وحید حضرت گنج شکر کے سامنے مرید ہونے کی غرض سے آئے آپ نے فرمایا میں نے تمہارے خانوادے سے دریوزہ گری کی ہے میری کیا مجال کہ تمہارا ہاتھ پکڑوں لیکن خواجہ وحید نے بہت عاجزی کی اور آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوگئے اور یہ جو بعض جہال کہتے ہیں کہ خواجہ بزرگ کی اولاد نہیں ہے محض غلط ہے۔ تصانیف پیران چشت نے تحقیق کے ساتھ آپ کی اولاد کا ذکر کیا ہے اور آج تک بھی آپ کی اولاد موجود ہے۔ فرزندان خواجہ قیام الدین حسن بن حسام الدین سوختہ نے اجمیر میں سکونت اختیار کی اور خواجہ بزرگ کے جانشین ہوتے۔ خواجہ قطب الدین نے دلیل العارفین میں خواجہ بزرگ کے تمام ملفوظات جمع کئے ہیں تبرکاً انکے بعض کلمات یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

۱۔ خواجہ بزرگ فرماتے ہیں۔ عاشق آتش زدۂ محبت ہوتا ہے جو بھی اس کے مقابل آئے اسکو جلاکر نیست و نابود کر دیتا ہے۔

۲۔ تین خصلتیں ایسی ہیں جن کو خدائے تعالیٰ پسند فرماتا ہے اول سخاوت مثل سخاوت دریا۔ دوسری شفقت مانند شفقت آفتاب۔ تیسری تواضع مانند تواضع زمین۔

۳۔ سالک پانی کی نہر کی طرح جاری و ساری ہوتا ہے تو اس سے آواز آتی ہے لیکن جب دریا سے مل جاتا ہے تو جب ساکن ہو جاتا ہے۔

۴۔ فقر کا وہ مستحق ہے جو عالم میں فانی ہو جائے اور کچھ باقی نہ رہے۔

۵۔ محبت کی یہ علامت ہے کہ محبوب کا مطیع رہے اور اطاعت خوف سے نہ کرے۔

۶۔ عارف جو ارادہ کرتا ہے وہ اسکے سامنے ظاہر ہوتا ہے اور جس سے بات کرتا ہے اس سے جواب سُنتا ہے۔

۷۔ عارف کا کمتر ین درجہ ہے کہ اس میں صفات حق ظاہر ہوں۔

۸۔ اہل محبت وہ لوگ ہیں جو بے واسطہ اپنے محبوب کا کلام سنتے ہیں۔

۹۔ فاضل ترین اوقات وہ ہیں جو وسواس عالم سے پاک ہوں۔

۱۰۔ عالم بحر محیط ہے اور معرفت اسکی ایک نہر ہے۔

۱۱۔ حق تعالےٰ کے پاس بہترین طاعت یہ ہے کہ مجبوروں کی فریاد رسی کی جائے اور بھوکوں کو سیر کیا جائے۔

۱۲۔ حاجیان قالب ہے خانۂ کعبہ کا طواف کرتے ہیں اور اس وقت خانۂ کعبہ میرا طواف کرتا ہے۔

۱۳۔ حقیقت میں متوکل وہ شخص ہے جو خلق سے اپنی محبت اٹھالے۔

۱۴۔ اس راستے میں دو چیزوں پر قیام ضروری ہے ایک ادب عبودیت دوسرے تعظیم حق تعالیٰ۔

۱۵۔ محبت اس کا نام ہے کہ محبوب کو دل سے یاد کرے نہ کہ زبان سے اور اسکے غیر سے قطع کلام کرے۔

۱۶۔ محبت کا تقاضہ یہ ہے کہ جیسے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے بندو جب میرا ذکر تم پر غالب ہو جائے تو میں تمہارا عاشق ہو جاتا ہوں۔

وفات

حضرت خواجہ بزرگ نے درویشوں سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا اے درویشو مجھے یہاں لایا گیا تھا اب میرا مدفن بھی یہیں ہو گا۔ چند روز میں اس دنیا سے میں سفر کروں گا اور پھر شیخ علی سنجری سے لکھنے کے لئے فرمایا میں نے اپنی خلافت خواجگان چشت کا سجادہ قطب الدین کے لئے رکھا ہے اسکے بعد شیخ علی سنجری کے حوالہ کیا وہ کہتے ہیں کہ میں لے کر روانہ ہوا اور دہلی میں آیا وہاں چالیس روز نہ گذرے تھے کہ خبر ملی کہ میرے اجمیر سے نکلنے کے بعد خواجہ بزرگ بیس روز بقید حیات رہے۔ صاحب سیرۃ الاولیاء لکھتے ہیں کہ جس رات میں خواجہ بزرگ نے نقل مقام کیا چند بزرگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ خدا کا دوست معین الدین سنجری آرہا ہے میں اس کے استقبال کے لئے آیا ہوں۔ جب خواجہ بزرگ کا انتقال ہوا تو آپ کے دو شانوں کے درمیان سبز خط سے لکھی ہوئی یہ تحریر ظاہر ہوئی ھذا حبیب اللہ مات فی حبّ اللہ۔

آپ کے کمالات و خوارق عادات اتنے زاید ہیں کہ یہاں مفصلاً تحریر نہیں کئے جا سکتے مختصر یہ کہ آپ نے تمام مقامات غوثیت و قطبیت کو طے کر کے مقام فردانیت حقیقی کو پہونچ گئے تھے۔

آپ کی وفات روز دوشنبہ ۶ رجب ۶۳۳ھ کو واقع ہوئی۔ "آفتاب ملک ہند" مادۂ تاریخ وفات ہے۔ بوقت وفات آپکی عمر ستانوے سال تھی چالیس سال تک آپ اجمیر میں رہے اور اسی حجرہ میں مدفون ہوئے۔

کہتے ہیں کہ سلطان غیاث الدین محمود خلجی اپنے باپ کی وفات کے بعد مالوہ کا بادشاہ ہوا وہ خواجہ حسین ناگوری بن قیام الدین بن حسام الدین سوختہ کا بہت معتقد تھا اس نے کئی ہزار روپے بطور نذر آپ کی خدمت میں گذرانے۔ خواجہ حسن نے اس رقم سے خواجہ بزرگ کی مزار پر عمارت تعمیر کی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ذکر شریف

ہادمِ اصنام وکلیسا فائض فیض کلام موسیٰ حضرت سید شرف الدین عیسیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کی کنیت ابو عبدالرحمٰن ہے۔ آپ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے دوسرے فرزند تھے تمام علوم ظاہری و باطنی اپنے والد بزرگوار سے حاصل فرمائے تھے اپنے پدر بزرگوار کے بعد حدیث، فقہ اور وعظ میں مشغول ہوئے کتاب جواہر الاسرار جو علم صوفیہ میں حقائق و معارف پر مشتمل ہے آپ ہی کی تصنیف ہے حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ نے کتاب فتوح الغیب آپ کے لئے ہی تصنیف فرمائی تھی

وقال ابن النجار فی تاریخہ خرج من بغداد بعد وفات والدہ وسمع بدمشق حدث عن والدہ ثم انہ دخل مصر واقام بہا الی حین وفاتہ وکان یعظ الناس علی منابرہا بقبول من اللہ۔

صاحب سفینہ کہتے ہیں کہ آپ کی وفات مصر میں ۵۷۳ھ میں ہوئی رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر شریف

قطب اقطاب کبیر، فخر اصحاب تمیز، سیدنا حضرت شمس الدین عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کی کنیت ابوبکر ہے آپ حضرت غوث الثقلینؓ کے تیسرے فرزند تھے۔ آپ نے بھی علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل اپنے پدر بزرگوار سے کی اور فیض صحبت کی برکت سے کثیر خلق مستفید ہوئی آپ بجانب سنجار روانہ ہوئے اور وہیں سکونت اختیار کرلی وقال ابن النجار رحل الی الجبل واستوطنها فی حدود وذریته با الجبال الی یومنا هذا وولد فی شوال وتوفی بالجبال یوم الاربع ثامن من ربیع الاول من اثنتی وستّ مائة رحمة الله تعالیٰ علیه۔

ذکر شریف

قطب الکبار، فرد الاخیار، شیخ الابرار سیدنا سراج الدین عبد الجبار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کی کنیت عبد الرحمٰن ابو الفرج ہے آپ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے چوتھے صاحبزادے تھے آپ نے اپنے پدر بزرگوار سے علم حاصل کیا۔ مفتی عراق تھے آپ بڑے اچھے خطاط تھے۔ رسالہ جلاء الخاطر جو حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے ملفوظات سے ہے آپ کے خط سے تفصیلی شرح کے ساتھ کتب خانہ روضہ مقدسہ حضرت غوث الثقلین میں موجود ہے۔ دارا شکوہ قادری نے سفینۃ الاولیاء میں تحریر کیا ہے کہ وہ آپ کا قلمی ملفوظ اس مرید باخلاص کے پاس ہے جس میں مرقوم ہے کہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ فرماتے کہ طامع خالی ہے مانند حرف طمع۔

صاحب نجار لکھتے ہیں کان ذا کتابة حسنة وسالکًا بطریق التصوف ومصاحبًا لارباب القلوب وکان یکتب خطا عجیبا ومات قبل عبد الرزاق

نحو ثمان وعشرين سنة وهو شاب دفن برباط والده من بغداد في تاسع عشر ذي الحجة في سنة خمس وسبعين وخمس مائة رحمة الله عليه

ذکر شریف

مظہر سرِ ہو العظیم، معنی رمز مستقیم سیدنا ابو الاسحاق ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے چھٹے صاحبزادے تھے تمام علوم کا اکتساب اپنے پدر بزرگوار سے کیا کمالات ظاہری و باطنی سے متصف تھے آپ کی وفات ۲۵ ذی قعدہ سنہ ۶۰۰ھ کو واقع ہوئی۔ قبر واسط میں ہے رحمۃ اللہ علیہ

ذکر شریف

قطب رندان محرم سرِ صمد سیدنا ابو الفضل محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے ساتویں صاحبزادے تھے آپ نے بھی علوم ظاہری و باطنی کا اکتساب اپنے پدر بزرگوار سے کیا۔ عارف کامل، عاشق واصل و شاغل عامل تھے آپ کی وفات بغداد میں ۲۵ ذی قعدہ سنہ ۶۰۳ھ کو ہوئی رحمۃ اللہ علیہ ۔

ذکر شریف

قطب نجبا، شیخ نقبا سیدنا عبد الرزاق یحییٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے نویں صاحبزادے تھے۔ صاحب سفینہ لکھتے ہیں کہ تمام علوم فقہ و تصوف آپ نے اپنے پدر بزرگوار سے حاصل کیا۔ آپ کے معاصرین میں کوئی آپ کے مانند نہ تھا

آپ کی ولادت ۶ ربیع الاول سنہ ۵۵۰ھ میں ہوئی۔ ابن نجار لکھتے ہیں انتفع الناس بہ وقدم مصر وھو اصغر اولادہ ولد قبل الموت ابیہ لنحو احد عشر سنۃ ورزق بمصر ولداً اسماہ عبد القادر ثانی وجاء بہ الی بغداد وھو کبیر۔

صاحب سفینہ کہتے ہیں کہ آپ کی وفات شب برأت میں سنہ ۶۰۲ھ میں واقع ہوئی۔ قبر بغداد میں اپنے بھائی سیدنا عبد الوہاب کی قبر کے نزدیک ہے رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر شریف

مخزن راز علی معدن اسرار غفار السیدنا ابو نصر موسیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ بقول صاحب سفینۃ الاولیاء حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے دسویں فرزند تھے۔ صاحب تکملہ وبہجۃ الاسرار ومناقب غوثیہ وتحفۃ الابرار وغیرہ نے سیدنا ابو ذکریا یحییٰ کو فرزند دہم بتایا ہے اور سیدنا ابو النصر موسیٰ کو فرزند نہم لکھا ہے۔ الغرض آپ نے بھی تمام علوم ظاہری ومعنوی اپنے پدر بزرگوار سے حاصل کئے تھے صاحب سفینہ لکھتے ہیں کہ حضرت غوث الثقلین رض کے آخری صاحبزادے تھے۔

آپ فقیہ وقت، محدث زمانہ، عارف یگانہ تھے آپ کی ولادت سلخ ربیع الاول سنہ ۵۳۰ھ کو ہوئی۔ ابن نجار نے لکھا ہے دخل مصر ثم عاد الی دمشق واستقام بہا الی ان مات وانتفع بہ الناس وتوفی بمحلۃ العقبۃ بدمشق اول جمادی الاخریٰ فی سنۃ سبع وعشرون وست مائۃ ودفن بسفح قاسیون وھو اخر من مات اولاد غوث الثقلین رضی اللہ عنہ

ذکر شریف

شاہد مقام وراء قطب الارشاد شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا نام احمد بن عمرو بن محمد بن عبد اللہ الخوقی تھا۔ آپ کو عبد اللہ الخوی بھی کہتے ہیں۔ کنیت شیخ ابو الجناب ہے۔ آنحضرت علیہ السلام سے آپ کو کبریٰ کا لقب عطا ہوا۔ اسلئے کہ مناظرہ میں ہر شخص پر

ب آتے تھے۔ کاملان وقت سے تھے۔ تمام مشائخین وقت آپ کے کمالات اور ولایت کے قائل تھے۔ خاندان فردوسیہ میں سر حلقہ اہل ذوق وسماع تھے آپ کے نزدیک صحو سے حالت سکر عزیز تھی اکثر اوقات فنائے احدیت میں رہتے آپ کی زبان سے جو کچھ نکلتا فوراً اسکا ظہور ہوتا۔ آپ نے چند اولیاء سے خرقہ خلافت حاصل کیا جن کے منجملہ چند نام یہ ہیں۔ اسمٰعیل قصری شیخ عمار یاسر اور شیخ روزبہان مصری۔

صاحب لطائف اشرفی لکھتے ہیں کہ آپ کو ایک خرقہ شیخ ضیاء الدین ابونجیب سہروردی سے بھی بے واسطہ ملا ہے وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ نے بھی ایک خرقہ مبارک آپ کو بے واسطہ عطا فرمایا کہتے ہیں کہ حالت وجد میں آپ کی نظر جس پر پڑ جاتی مرتبہ ولایت پہ پہونچ جاتا تھا چنانچہ ایک روز ایک باز ہوا میں ایک چڑیا کا پیچھا کرتا تھا یکایک شیخ کی نظر اس پر پڑی چڑیا پلٹی اور باز کو پکڑ کر شیخ کے سامنے لائی۔

صاحب نفحات لکھتے ہیں کہ ایک روز خانقاہ کے دروازے پہ کھڑے تھے وہاں ایک کتا آیا شیخ کی نظر اس پر پڑی اسی وقت وہ مرتبہ ولایت اور کمال پہ پہونچ گیا جسکی وجہ سے وہ بے خود ہو گیا۔ شہر سے قبرستان چلا گیا شہر کے تمام کتے اسکے اطراف جمع ہو کر اپنا سر زمین پر ملنے لگے وہ کتا جہاں کہیں بھی جاتا سارے کتے اسکے گرد رہتے اور ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر اس کے سامنے کھڑے رہتے۔ جب وہ کتا مرا تو شیخ نے اسکو دفن کیا اور اسکی قبر پہ نماز پڑھی۔

حضرت شیخ فضیلت طریقت اور تصرف میں یگانۂ وقت اور بے نظیر تھے آپ کے خوارق عادات اور کرامات مشہور عالم ہیں آپ کو کئی طرح سے سلسلہ بیعت حاصل ہوا تھا۔ ایک شیخ عمار یاسر سے اور دوسرے شیخ ابو القاسم گرگانی سے نیز ایک سلسلہ بیعت شیخ اسمٰعیل قصری سے اور دوسرا شیخ روزبہان مصری سے بھی تھا۔

صاحب نفحات یہ بھی کہتے ہیں کہ شیخ ابتدائے حال میں اپنے استاد سے مدرسہ میں شرح السنہ پڑھی ناگاہ ایک درویش باہیبت آیا اس کا حال دیکھ کر شیخ کی حالت متغیر ہو گئی اور پڑھنے کی سکت باقی نہ رہی۔ بحالت تحیر دریافت کیا کہ یہ کون ہے حاضرین نے کہا کہ بابا فرج تبریزی مجذوب ہیں۔ شیخ نے وہ رات بیقراری سے گذاری جب صبح ہوئی تو پھر استاد کے پاس آئے اور کہا کہ اٹھیے بابا فرج سے ملنے جائیں گے چنانچہ استاد اپنے اصحاب کے ساتھ بابا فرج کی خانقاہ کے درواز

پر پہونچے۔ خادم نے جب اس جماعت کو دیکھا تو اندر جا کر ان کی باریابی کی اجازت طلب کی۔

بابا فرخ نے کہا کہ جس طرح درگاہ خداوندی میں جاتے ہیں اس طرح اگر آ سکتے ہیں تو آئیں سب نے ویسا ہی ہاتھ سینے پر کمال ادب سے باندھ کر بابا فرخ کی خدمت میں حاضر ہوئے کچھ دیر میں بابا فرخ کا حال تغیر ہوا اور آپ کا چہرہ آفتاب کی طرح دمکنے لگا اور آپ کا لباس پارہ پارہ ہو گیا۔ کچھ دیر کے بعد جب اصلی حالت عود کر آئی تو اٹھے اور وہ لباس شیخ نجم الدین کو پہنا دیا اور کہا کہ اب کتابیں پڑھنے کا وقت نہیں ہے بلکہ ان کو دھونے کا وقت ہے۔ شیخ کہتے ہیں کہ اس کلام سے میرا حال متغیر ہو گیا اور میرا باطن غیر حق سے منقطع ہو گیا۔ جب ہم وہاں سے باہر نکلے تو استاد نے کہا شرح السنہ تھوڑی سی رہ گئی ہے تین دن میں اسے ختم کر لو اب آگے پڑھنے نہ پڑھنے کا تم کو اختیار ہے۔ یہ شرح السنہ علم حدیث میں معتبر کتاب ہے جب میں مدرسہ پڑھنے کے لئے گیا بابا فرخ کو دیکھا کہ کھڑے ہوئے فرما رہے کہ کل تم منزل علم الیقین سے گذرے اور آج پھر علم حاصل کرتے یہاں آئے ہو پس میں نے درس ترک کیا اور ریاضت و خلوت میں مشغول ہو گیا۔ علم لدنی اور واردات غیبی عیاں ہونے لگے۔ میں نے کہا بڑے افسوس کی بات ہے کہ اگر میں ان کو سپرد قلم نہ کروں۔ بابا فرخ کو دیکھا کہ دروازہ سے اندر آ کر کہہ رہے ہیں کہ شیطان تم کو تشویش میں مبتلا کر دیا ہے یہ باتیں لکھنے کی نہیں ہیں۔ پس میں نے دوات قلم پھینک دیا اور سب سے بردا شتہ خاطر ہو گیا کہتے ہیں کہ اسکے بعد حضرت شیخ نے سیر و سیاحت شروع کی لیکن جس بزرگ کے پاس پہونچے تو ان پر اعتقاد نہ لاتے کیونکہ آپ علم بہت پڑھ چکے تھے کوئی آپ کی نگاہ میں جچتا نہیں تھا۔

پھر آپ خوارستان پہونچے وہاں بیمار ہو گئے کسی نے آپ کو نہیں ٹھیرایا بالآخر شیخ اسمٰعیل قصری کی خانقاہ پہونچے۔ شیخ نے درویشوں کی جگہ مقرر کر دی تھی۔ حضرت شیخ نجم الدین سماع سننے کے شدت سے منکر تھے ایک رات وہاں سماع ہوا تو شیخ اسمٰعیل عین محفل سماع سے جو بہت گرم تھی اٹھے اور حضرت شیخ نجم الدین کے سرہانے آئے اور پوچھا کہ کیا تم اٹھنا چاہتے ہو۔

شیخ نے اثبات میں جواب دیا شیخ اسمٰعیل نے ان کا ہاتھ پکڑا اور بغل گیر ہو گئے اسی وقت تندرست ہو گئے گویا کہ کوئی مرض ہی نہ تھا شیخ اسمٰعیل سے اعتقاد پیدا ہوا اور ان کے مرید ہو کر سلوک میں مشغول ہو گئے آپ ایک مدت تک وہاں رہے ایک روز یہ بات دل میں گذری کہ آپ کا علم ظاہر شیخ اسمٰعیل سے زیادہ ہے۔ صبح کو شیخ نے آپ کو طلب کیا اور فرمایا اٹھو اور

سفر پہ نکلو کہ تم کو شیخ عمار یاسر کی خدمت میں جانے کی ضرورت ہے۔ آپ سمجھ گئے کہ شیخ میرے دل کے خطرہ سے واقف ہو گئے۔ کچھ کہے بغیر شیخ عمار یاسر کی خدمت میں چلے گئے اور ایک مدت تک ان سے سلوک حاصل کیا۔ لیکن ایک رات کو پھر اسی طرح دل میں خطرہ گذرا۔ صبح کو شیخ عمار نے فرمایا اٹھو اور شیخ روزبہان کی خدمت میں مصر کو جاؤ کہ وہ تمہارے سر کو پیچھے سے سیلی ضرب دیگا تمہاری انانیت کو تمہارے سر سے نکال لیں گے۔ الغرض آپ مصر گئے شیخ روزبہان کو دیکھا کہ تھوڑے سے پانی سے وضو کر رہے ہیں دل میں یہ بات آئی کہ شیخ کو نہیں معلوم کہ اتنے پانی سے وضو نہیں ہو سکتا یہ کس طرح شیخ ہو سکتے ہیں۔ شیخ روزبہان نے وضو پورا کیا اور ان کے منہ پہ ہاتھ چھڑکا۔ جب ان کے منہ پہ پانی گرا تو بے خودی پیدا ہوئی اسکے بعد شیخ خانقاہ میں آئے۔ تحیۃ الوضو میں مشغول ہو گئے شیخ نجم الدین کھڑے کھڑے بے خود ہو گئے اور دیکھا کہ قیامت قائم ہو گئی ہے۔ اور دوزخ نمودار ہوئی ہے لوگوں کو پکڑا جا رہا ہے اور آگ میں ڈالا جا رہا ہے اور اس آگ کے ڈھیر کے کنارے ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور جو شخص بھی اس شخص سے اپنا تعلق بتا رہا ہے اسکو وہ شخص چھڑا رہا ہے اور دوسروں کو آگ میں ڈالا جا رہا ہے ناگاہ شیخ نجم الدین کو بھی پکڑ لیا گیا اور کھینچنے لگے جب وہاں پہونچے تو کہنے لگے کہ میرا تعلق بھی ان سے ہے ان کو بھی چھوڑ دیا گیا جب یہ پشتہ کے اوپر چڑھے تو دیکھا کہ وہ شخص شیخ روزبہان ہیں یہ فوراً ان کے قدموں پہ گر پڑے انہوں نے ایک سیلی سے ان کے پیچھے سخت ضرب لگائی اور کہا کہ جس طرح پہلے اہل حق کو تم نے انکار کی نظر سے دیکھا آیندہ نہ دیکھنا جب یہ خودی میں آئے تو دیکھا کہ شیخ نماز سے فارغ ہو کر سلام پھیر چکے ہیں ان کے روبرو گیا اور ان کے قدموں پہ گر پڑا۔ شیخ نے روز شہادت میں بھی ان کے پیچھے سیلی سے مارا اور وہی الفاظ کہے اور فرمایا کہ وہ انکار کی بیماری تمہارے باطن سے جاتی رہی اسکے بعد فرمایا کہ پھر تم عمار یاسر کے پاس جاؤ اور خود ایک مکتوب بھی ان کے نام لکھدیا کہ جو کوئی تانبا ہو تو اس کو میرے پاس بھیج دیں میں اس کو زر خالص کر دوں گا اور پھر واپس کر دوں گا۔ الغرض یہ عمار یاسر کے پاس آئے اور ایک مدت تک ان کے پاس جب سلوک تمام کیا تو شیخ عمار نے اجازت دی کہ خوارزم چلے جائیں ان سے عرض کیا وہاں عجیب لوگ ہیں اور اس مشاہدہ کے قیامت میں بھی منکر ہیں۔ شیخ نے کہا جاؤ خوف نہ کرو۔ پس شیخ نجم الدین کبریٰ خوارزم آئے اور طریقہ صوفیہ کی اشاعت کی بہت لوگ آپ کے حلقہ بگوش ہو گئے اور ایک عالم کو آپ سے محبت پیدا ہو گئی۔

صاحب نفحات و مراۃ الاسرار و سفینۃ لکھتے ہیں کہ شیخ مجدالدین بغدادی شیخ نجم الدین کبریٰ کے محبوب ترین مرید تھے جنکو شیخ نے کمال مہربانی سے اپنی فرزندی میں قبول کیا تھا تھوڑی مدت میں ہی انکو درجہ کمال پر پہونچا دیا شیخ کی موجودگی میں مسند ارشاد پر بیٹھ کر دوسروں کی تکمیل میں مشغول رہنے لگے۔ ایک روز شیخ مجدالدین اپنے مریدوں کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ حالت سکر ان پر غالب ہوئی اور کہا کہ میں دریا کے کنارے بیضۂ بط کی مانند تھا۔ شیخ نجم الدین مرغی کی طرح تربیت کے پروں کو مجھ پر پھیلا دیا جسکی وجہ سے میں انڈے سے باہر نکلا بطخ کے مانند دریا میں گیا شیخ کنارے پر رہے۔ یہ بات شیخ نجم الدین کبریٰ نے نور ولایت سے معلوم کرلی اور آپ کی زبان سے یہ کلمہ بے ساختہ نکلا کہ دریا میں مرے جب مجدالدین اپنے حال پر آئے اور یہ کلمہ سنا تو خوف کرنے لگے۔ شیخ سعد الدین حموی کے روبرو آئے اور بہت منت سماجت کی جب شیخ بحال ہوں تو مجھے اطلاع دینا تاکہ میں حاضر ہو کر عذر خواہی کروں الغرض ایک وقت سماع میں شیخ خوش حال نظر آئے سعد الدین نے مجدالدین کو اطلاع دی وہ برہنہ پا آئے آگ سے بھرا ہوا ایک طشت سر پر رکھ کر جوتوں کی جگہ کھڑے ہو گئے شیخ نے انکی جانب نظر ڈالی اور فرمایا چونکہ تم نے درویشوں کے طریقے کے مطابق معذرت خواہی کی ہے اپنے دین اور ایمان کو بچا لیا لیکن تمہارا سر جائیگا اور تم دریا میں مروگے اور تمہارے اور خوارزم کے سرداروں کے سروں کا حال بھی تمہارے سر کی طرح ہوگا اور عالم تباہ و برباد ہو جائے گا۔ یہ سنکر شیخ مجدالدین شیخ کے قدموں پر گر پڑے چند ہی روز میں شیخ کی زبان سے جو بات نکلی تھی وہ عملاً ظہور میں آئی اور یہ قصہ اس طرح پیش آیا کہ شیخ مجدالدین بغدادی نہایت حسین و جمیل تھے اور وہ شیخ سعد الدین کا وعظ سننے کیلئے آیا کرتے تھے اور کبھی کبھی ان سے ملنے کے لئے بھی جایا کرتے تھے۔ حاسدین موقع کے منتظر تھے ایک رات میں جبکہ سلطان نشہ سے بدمست تھا ان لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کے والدہ نے مذہب امام حنیفہ کے مطابق شیخ مجدالدین سے نکاح کرلیا ہے بادشاہ یہ سنکر غضب آگیا اور اسنے حکم دیا کہ شیخ کو دریا میں ڈالدیا جائے۔ چنانچہ فوراً اس حکم کی تعمیل کی گئی۔ جب یہ خبر شیخ نجم الدین کبریٰ کو پہونچی تو آپ کی حالت متغیر ہو گئی انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اور فرمایا مجدالدین کو دریا میں ڈالدیا گیا اور پھر دیر تک سر بسجدہ رہے اور پھر سر اٹھا کر کہا حق تعالیٰ سے میں نے درخواست کی کہ مجدالدین کا خون بہا سلطان محمد سے دلایا جائے میری یہ درخواست قبول ہو گئی جب سلطان کو یہ حال معلوم ہوا تو بہت شرمندہ ہوا۔

حضرت شیخ کی خدمت میں ننگے سر پر روپیوں سے بھرا ہوا طشت جس پر دو تلواریں رکھی ہوئی تھیں لے کر حاضر ہوا اور جس مقام پر جوتے رکھے ہوئے تھے وہاں کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ اگر دیت یعنے خون بہا مطلوب ہے تو یہ طشت حاضر ہے اگر آپ قصاص چاہتے ہیں تو یہ تلواریں حاضر ہیں۔ شیخ نے فرمایا کان ذالك فی الکتاب مسطورا اور ارشاد فرمایا اس کا خون بہا تیرا پورا ملک ہے تیرا سر بھی جائے گا اور بہت لوگوں کے سر بھی جائیں گے اور میں بھی تم میں شامل رہوں گا۔ سلطان محمد مایوس ہو گیا کہتے ہیں کہ کچھ عرصہ میں چنگیز خاں ہلاکو جو ترک بن یافث بن نوح کی اولاد سے تھا۔ مغلستان سے خروج کیا اکثر اطراف و اکناف کے ممالک کو مسخر کیا اور ایک بڑے لشکر کے ساتھ ۶۱۵ھ میں ملک خطا تسخیر کرنے کیلئے آٹھ لاکھ خونخوار تغاتق کے ساتھ سلطان محمود خوارزم شاہ کی جانب متوجہ ہوا اور ملک ماوراء النہر سے قتل و غارت گری آغاز کی جس شہر یا گاؤں میں پہونچا تو وہاں کے لوگوں کے قتل عام کا حکم دیتا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ صرف شہر نیشاپور میں سات لاکھ اشخاص قتل کئے گئے۔ ان میں شیخ فریدالدین عطار بھی تھے اس طرح چھ سال کی مدت میں تمام ترکستان و ایران و توران کے علاوہ ہندوستان کی سرحد تک تمام علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ سلطان محمود خوارزم میں لوگوں کو چھوڑ کر فرار ہو گیا ۶۱۷ھ میں جزیرہ آب کون میں ہلاکو کے ہاتھ سے مارا گیا۔ کہیں اسکی اولاد کا بھی نام و نشان نہیں رہا سب کے سب قتل کر دئے گئے۔ کہتے ہیں کہ چنگیز خاں کے چار لڑکے تھے یہ چاروں بعد میں ایک ایک ملک کا بادشاہ ہوا۔ ہلاکو خاں نے اپنے ایک لڑکے تولی خاں کو اپنے ساتھ رکھا اور باقی تین لڑکوں کو اسی ہزار سواروں کے ساتھ شہر خوارزم پر متعین کیا۔ یہ لڑکے حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ کے کمال حال سے واقف ہوئے آپ کے پاس پیام بھیجا کہ شہر خوارزم سے باہر چلے جائیں تاکہ آپ دست تعدی کا شکار نہ بنیں۔ شیخ نے جواب میں کہلا بھیجا کہ ایام راحت میں میں ان لوگوں کے ساتھ رہا اور اب ایام رنج و زحمت میں بھی ان کے ہمراہ رہوں گا۔

صاحب نفحات کہتے ہیں کہ شیخ نجم الدین کبریٰ اپنی شہادت کے قبل شیخ سعدالدین حموی۔ شیخ سیف الدین باخرزی۔ شیخ نجم الدین رازی۔ شیخ جمال الدین گیلی۔ شیخ رضی الدین علی لالا۔ بابا کمال خجندی مولانا بہاؤالدین ولد مولانا جلال الدین رومی وغیرہم کو جو آپ کے ساٹھ سے زیادہ کامل مریدوں سے تھے یہ کہہکر رخصت فرمایا کہ اس ملک سے باہر چلے جاؤ ہر چند ان لوگوں نے اصرار کیا کہ حضرت شیخ بھی باہر چلیں فرمایا مجھے اس کی اجازت نہیں ہے میں ان لوگوں کے ساتھ شہید ہوں گا۔ مختصر یہ کہ جب

مغلوں کا لشکر بہت کثرت و خون کے بعد شہر میں داخل ہوا تو شیخ نے باقی ماندہ اصحاب کو جمع کر کے فرمایا قوموا باذن اللہ تعالیٰ تقاتلوا فی سبیل اللہ یعنے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اٹھو اور اس کے راستے میں جہاد کرو۔ سب سے پہلے خود حضرت شیخ سنگ ریزے اپنے بغلوں اور ہاتھوں میں لے کر گھر سے باہر نکلے اور ان سے مارنا شروع کیا جب یہ ختم ہو گئے تو نیزے سے کام لیا بالآخر شربت شہادت نوش کیا بہر حال شیخ کی زبان سے جو بات نکلی تھی اس کا ظہور ہوا۔ تمام شہر میں کوئی زندہ باقی نہ بچا۔

آپ کی وفات سنہ ۶۱۸ھ کے قتل عام خوارزم میں واقع ہوئی اور وہیں مدفون ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ

ذکر شریف

ممتاز بہ عشق و جوانمردی قبلہ وقت شیخ شہاب الدین عمر بن محمد سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے تھے راہ سلوک و تصوف میں اپنے چچا شیخ ضیاء الدین ابو النجیب عبد القادر سے ارادت تھی جنکے بعد ان کے مقام پر تشریف فرما ہوئے لطائف اشرفی میں ہے کہ آپ نے خرقہ خلافت شیخ ابو محمد بن عبد اللہ بصری سے حاصل کیا تھا جنہوں نے شیخ ابو مدین مغربی کے ہاتھ سے خرقہ پہنا تھا امام عبد اللہ یافعی کہتے ہیں کہ آپ استادِ اہل زماں، یگانہ وقت مقتدائے عارفاں، عمدہ سالکان اور بزرگ ترین مشائخ و جامع علوم ظاہر و باطن تھے۔ آپ سے سنن نبوی کے منجملہ کوئی سنت آخر وقت تک ترک نہیں ہوئی کئی شاہباز آپ کی دام تربیتی میں آکر مرتبہ ولایت پر پہونچ گئے ان کے منجملہ ایک شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانی ہیں اور شیخ نجیب الدین علی بزغش بھی آپ کے اکمل خلفاء سے تھے۔ میر معز الدین بھی آپ کے خلیفہ تھے جو عظیم القدر اور صاحب حال قوی تھے۔

صاحب نفحات لکھتے ہیں کہ آپ اپنے وقت کے شیخ الشیوخ بغداد تھے ابتدائے حال میں حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ سے رجوع ہوئے آپ کی بہت تصانیف ہیں جنکے منجملہ عوارف آپنے مکہ معظمہ میں

تصنیف کی حضرت گنج شکر نے راحت القلوب میں تحریر کیا ہے کہ شیخ الشیوخ نے چالیس سال تک خلق سے اپنی آنکھیں بند رکھیں جب پوچھا گیا تو فرمایا کہ میں نے اسلئے آنکھیں بند رکھیں تاکہ ان کا کوئی عیب مجھے نظر نہ آئے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ایک روز صحابہ نے آنحضرت علیہ السلام سے عرض کیا کہ فلاں شخص مسجد میں زنا کرتا ہے آنحضرت علیہ السلام نے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو تفحص کرنے کا حکم دیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ مسجد میں پہونچے اپنی آنکھیں بند کرلیں اور آنحضرت علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا میں نے اپنی آنکھوں سے کسی کو وہاں نہیں دیکھا آنحضرت علیہ السلام اس خبر سے خوش ہوئے اور خرقہ خلافت عطا کیا اور زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ یہ خرقہ اس شخص کے سزاوار ہے جو لوگوں کی عیب پوشی کرے۔ راوی کہتا ہے کہ شیخ الشیوخ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اس سنت کو زندہ کردیا۔ اسی سے آپ کے کمالات اور خوارق عادات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

آپ کی وفات غرہ ماہ محرم ۶۳۲ھ کو بروز چہارشنبہ زمانہ سلطنت ابو جعفر منصور بن طاہر میں ہوئی جس کا لقب مستغفر باللہ تھا واقع ہوئی۔ آپ کی ولادت اواخر ماہ رجب ۵۳۹ھ میں ہوئی بغداد میں مدفون ہوئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

متصرف ولایت ابدی و ازلی کاشف حقائق خفی و جلی قطب الافراد اکبر محی الدین بن علی العربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ حاتم بن طائی کی اولاد سے ہیں اور بقول لطائف اشرفی تصوف میں ایک واسطہ سے حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ سے نسبت خرقہ تھی اس طور پر کہ آپ نے شیخ ابو محمد یونس القصاب الہاشمی سے خرقہ پہنا تھا جو حضرت غوث الثقلین کے کبار خلفاء سے تھے۔ دوسرا خرقہ خلافت آپکو شیخ ابوالحسن بن عبداللہ بن جامع سے ملا تھا جنکو حضرت خضر سے خرقہ ملا تھا۔ شیخ ابو مدین مغربی سے بھی آپنے تربیت پائی تھی اور اکثر مشائخین وقت کو پایا تھا اور اس جماعت میں آپ بڑی شان کے حامل تھے آپ سے اتنے کشف حقائق ہوئے کہ دوسروں سے بہت کم ہوئے ہونگے۔ آپ کا قول و فعل و حال تمام صوفیان کیلئے حجت ہے

تمام محققین آپ کے مقلد ہیں۔ لیکن ابتداء شیخ رکن الدین علاء الدین سمنانی کو وجود مطلق کے بارے میں انکار تھا اور آپ سے بھی اس عقیدہ میں انہوں نے انحراف کیا جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے

صاحب نفحات لکھتے ہیں کہ شیخ رکن الدین علاء الدین سمنانی نے شیخ اکبر کی بزرگی اور کمال کے بارے میں فتوحات کے بہت سارے حواشی میں اعتراف کیا ہے اور اب تک ان کی یہ قلمی تحریر فتوحات کے حواشی پر موجود ہے۔ نفحات میں درج ہے کہ شیخ اکبر قدوۃ قائلان وحدۃ الوجود تھے کئی علمائے ظاہر اور فقہاء نے اس خصوص میں طعن کیا اور بہت کم علمائے سنت والجماعت اور صوفیاء ان کی بزرگی کے معترف ہیں۔ اور سب سے بڑی طعن کی وجہ شیخ کی کتاب فصوص الحکم ہے صاحب نفحات یہ بھی خواجہ محمد پارسا سے نقل کرتے ہیں کہ وہ یہ فرماتے تھے کہ فصوص جان ہے اور فتوحات دل ہے۔

صاحب مراۃ الاسرار لکھتے ہیں کہ بغداد کے ایک مشائخ نے شیخ اکبر کے حالات اور مناقب ایک کتاب میں جمع کئے ہیں اس میں مرقوم ہے کہ شیخ اکبر کے مصطلحات پانچ سو سے زائد ہیں اپنی ایک تصنیف میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ میری اس تصنیف کی وجہ دوسروں کی طرح نہیں ہے۔ بلکہ حق سبحانہ تعالیٰ کا مجھ پر حکم وارد ہوا تھا اور قریب تھا کہ مجھے جلا دے لہذا میں اس کام میں مشغول ہوا اور دوسری تصانیف کے لئے حق سبحانہ تعالیٰ کا خواب یا مکاشفہ میں حکم ہوا۔

صاحب سفینہ و نفحات و تکملہ و مراۃ الاسرار لکھتے ہیں آپ کی شیخ الشیوخ سے ملاقات ہوئی ایک کی دوسرے سے نظر لڑی اور پھر یہ بغیر کسی گفتگو کے جدا ہو گئے اس کے بعد شیخ اکبر سے شیخ الشیوخ کے حال کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ وہ سر سے پاؤں تک سنت نبوی سے مملو ہیں اور جب شیخ الشیوخ سے شیخ اکبر کے حال کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ وہ دریائے حقائق ہیں۔

نیز وہ فتوحات سے نقل کرتے ہیں کہ شیخ اکبر نے فرمایا کہ میں ۵۸۶ھ میں ایک مجلس میں حاضر تھا۔ ایک عالم مذہب فلسفہ سے مناظرہ ہوا وہ جس طرح دیگر مسلمان نبوت کا اثبات کرتے ہیں نہ کرتے تھے خوارق عادات اور معجزات انبیاء کے منکر تھے اتفاق سے ایک آتش دان جو اس مجلس میں روشن تھا۔ فلسفی نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا لیکن آگ انکو جلا نہ سکی حالانکہ بالطبع آگ کا کام ہی ہے جلانا۔ اور تاویل کرنے لگا کہ اس آگ سے مراد نمرود کی آتش غضب ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے سے مراد یہ ہے کہ وہ نمرود کی آتش

غضب میں مبتلا ہو گئے۔ شیخ نے کہا کہ یہ آگ جو مجلس میں روشن ہے وہی آگ ہے یا نہیں جسکی خاصیت جلانا ہے کہا کہ ہاں وہی آگ ہے۔ پس شیخ اکبرؒ نے اس آتش داں کو روبرو رکھا اور وہ آگ اپنے دامن میں ڈال لی اور کہا کہ اپنا ہاتھ لاؤ اور جب اس نے آگ پر اپنا ہاتھ رکھا تو ہاتھ نہ جلا۔ شیخ نے کہا کہ آگ کا جلانا یا نہ جلانا خدائے تعالیٰ کے حکم سے ہے۔ مجرد خاصیت کافی نہیں فلسفی نے اقرار کیا اور ایمان لایا۔

الغرض شیخ اکبرؒ تمام مقامات سلوک سے ترقی کر کے مقام فردانیت پر فائز ہو گئے۔ وہ باتفاق اکثر اہل اللہ جماعت صوفیاء کے امام و پیشوا تھے۔ عبدالرزاق نے ان کو چار خاتم ولایت محمدیہ میں شمار کیا ہے جیسا کہ ذکر امیر المومنین کرم اللہ وجہہ میں گذر چکا ہے۔ آپ کی ولادت قصبہ مرسیہ میں جو اندلس کا علاقہ ہے سترہ رمضان ۵۶۰ھ شب دوشنبہ میں ہوئی اور وفات دوسری ربیع الآخر ۶۳۸ھ شب جمعہ بزمانہ سلطنت ابو جعفر منصور بن طاہر ملقب بہ مستنصر باللہ میں واقع ہوئی۔ دمشق کے باہر کوہ قاسیون کے دامن میں مدفون ہوئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

شاہدِ عشقِ جلی، عارفِ ولی، پیرِ زماں شیخ روزبہان بقلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کی کنیت ابو محمد بن ابی نصر ہے۔ مقام ولادت فنوس ہے لیکن شیراز کو آپ نے اپنا مسکن قرار دیا۔ موضع بقل بھی شیراز کے نواح میں ہے۔ جہاں آپ کے والدین سکونت پذیر رہے۔

صاحب نفحات لکھتے ہیں کہ آپ سلطان عرفا برہان علماء اور قدوۃ عشاق تھے۔ شیخ ابو النجیب سہروردی کے ساتھ سماعت صحیح بخاری میں اسکندریہ کے سفر میں شریک رہے اسکے بعد میدان سلوک طریقت میں قدم رکھا اور خرقہ خلافت شیخ سراج الدین بن محمود بن خلیفہ بن عبدالسلام احمد بن ابو الحسن ارسانی کے ہاتھ سے پہنا تھا اور ارسانی اصحاب شیخ ابو مسلم فسوی سے تھے جو اصحاب شیخ ابو علی رودباری سے تھے اور وہ اصحاب سید الطائفہ ابو القاسم جنید سے تھے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم

وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ شیخ روزبہان شیراز کے پہاڑوں میں ریاضت شاقہ میں مشغول رہتے تھے

صاحب استغراق و وجد اور دایم البکاء تھے جنکی رقت کم نہ ہوتی اور اشک ریزی بند نہ ہوتی تھی یہ حال صادق تھا جس میں کسی تکلف کا دخل نہ تھا۔ آپ کی کئی تصانیف ہیں مثل تفسیر عرائس، شرح شطحیات عربی فارسی، کتاب الانوار فی کشف الاسرار، غلبۂ حال میں آپ سے ایسا کلام سرزد ہوتا جو کسی کی سمجھ میں نہ آتا۔ کہتے ہیں کہ آپ ناگاہ ایک مغنیہ عورت کی محبت میں مبتلا ہو گئے تھے جس سے کوئی واقف نہ تھا۔ آپ کا جو وجد اور جو نعرے تھے اسی طرح برقرار تھے لیکن یہ اللہ کے لئے تھے ان مغنیہ عورتوں کے دل میں خیال گذرا کہ آپ کے یہ نعرے اور وجد ان کے لئے ہیں لوگ سمجھتے ہیں یہ نعرے بھی حق کے لئے ہیں۔ آپ صوفیاء کی مجلس میں گئے اپنا خرقہ اتارا اور ان کے روبرو ڈالدیا اور لوگوں سے اپنا قصہ بیان کیا اور فرمایا کہ میں نہیں چاہتا کہ میں اپنے خیال میں جھوٹا ہوں۔ پس آپ نے مغنیہ کی خدمت لازم کرلی کہتے ہیں کہ آپ کے حال سے جب مغنیہ پہ ظاہر ہوا کہ آپ اکابر اولیاء سے ہیں تو اس نے توبہ کیا اور شیخ کی خدمت اختیار کی اسکے بعد شیخ کے دل سے مغنیہ کی محبت زایل ہوگئی اس وقت آپ پھر صوفیوں کی مجلس میں آئے اور اپنا خرقہ پہنا۔

وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ جب روزبہان بیمار ہوئے تو شیخ ابوالحسن کبروی اور شیخ علی سراج جو دونوں بزرگ عارف عالم اور متقی تھے آپ کی عیادت کے لئے آئے آپ نے انکی جانب متوجہ ہو کر فرمایا کہ جس روز میں اس قید جسمانی اور زندگانی سے باہر ہوں اور حیات ابدی رہ جاتی ہے۔ متصدق ہوں تو اس روز آنا۔ ان دونوں نے قبول کیا شیخ نے کہا کہ میں تمہارے سامنے سے جا رہا ہوں۔ اے ابوالحسن میرے جانے کے پندرہ روز بعد تم میرے پاس پہونچو گے اور اے شیخ علی تم ایک ماہ کے بعد مجھ سے آملو گے۔ القصہ شیخ روزبہان نے ۱۵؍ محرم کو رحلت کی اور شیخ ابوالحسن اس مہینے کے آخر میں اور شیخ علی نصف ماہ صفر میں اس عالم فانی سے رخصت ہوئے رحمۃ اللہ علیہم

صاحب مراۃ الاسرار کہتے ہیں کہ شیخ ابوبکر طاہر جو شیخ روزبہان کے اصحاب کبار سے تھے کہا کرتے تھے کہ ہر سحر کو شیخ کے ساتھ میں باری سے قرآن پڑھا کرتا تھا دس پارے پڑھا اور پھر شیخ دس پارے پڑھتے جب شیخ فوت ہوگئے دنیا مجھ پر تنگ ہوگئی رات کے آخری حصہ میں اٹھا کہ میں نے نماز پڑھی اسکے بعد شیخ کی تربت کے پاس بیٹھ کر قرآن پڑھنے لگا مجھے رونا آگیا جسکی وجہ سے بمشکل میں نے دس پارے ختم کئے اس کے بعد شیخ قبر سے نکلے اور میرے نزدیک بیٹھ کر دس پارے ختم کئے تا آنکہ لوگ جمع ہوئے اس وقت آواز منقطع ہوگئی ایک مدت تک یہ سلسلہ

جاری رہا ایک دن میں نے آپ کے اصحاب سے ایک شخص سے یہ حال بیان کیا اس روز سے میں نے شیخ کی آواز نہیں سنی۔ شیخ کی وفات ۱۵؍ محرم ۶۰۶ھ کو بہ زمانہ سلطنت قطب الدین محمود بن خوارزم شاہ واقع ہوئی اور شیراز میں مدفون ہوئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

کاشف سر صمدانی واقف رمز احمد مقتدائے قوم شیخ بہاء الدین ولد رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام محمد بن حسین احمد بن خطیبی ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے بقول صاحب لطائف اشرفی حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ کے خاص اصحاب سے تھے آپ کی والدہ دختر شاہ خراساں سلطان علاء الدین محمود خوارزم شاہ تھیں جسکے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلطان کو خواب میں اشارہ فرمایا تھا کہ وہ اپنی لڑکی کا حسین خطیبی کے ساتھ عقد کر دے۔ چنانچہ اس نے اس پر عمل کیا اسکے نو ماہ بعد سلطان بہاء الدین پیدا ہوئے۔ ان کی عمر دو سال کی ہوئی تھی کہ ان کے والد کا انتقال ہو گیا جب سن شعور کو پہونچے تو تحصیل علوم دینی میں مشغول ہوئے یہاں تک کہ ان علوم میں کمال حاصل کیا۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عالم شہادت میں سلطان العلماء کا لقب عطا فرمایا تھا۔ بہر حال جب وہ مرتبہ کمال پر پہونچے تو مرجع خلائق عام ہو گئے تمام علماء مثل فخر الدین رازی وغیرہ ان پر رشک و حسد کرنے لگے۔ اور ان پر سلطان کے مقابلے میں خروج کی تہمت لگائی اور شہر بلخ سے ان کو باہر کرنا چاہتے تھے۔ مجبوراً ان لوگوں کے دفع شر کے لئے آپ بلخ سے باہر چلے گئے اس وقت مولانا جلال الدین رومی کم سن تھے۔ براہ نیشاپور و بغداد آپ نے مکہ معظمہ کا رخ کیا۔ نیشاپور میں شیخ فرید الدین عطار سے ملاقات کی حضرت عطار مولانا جلال الدین سے بہت مہربانی سے پیش آئے اور اپنی تصنیف اسرار نامہ دے کر فرمایا کہ اس سے تمہارے کام کا راستہ کھل جائے گا مولانا اس اسرار نامہ کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھا کرتے تھے۔ جب بہاء الدین بغداد میں پہونچے تو بہت سارے لوگوں نے ان سے پوچھا کہ آپ کا کس طایفہ سے تعلق ہے اور کہاں سے آرہے ہیں اور کہاں جا رہے ہیں مولانا بہاء الدین نے

فرمایا من اللہ والی اللہ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ یعنی خدا کی طرف سے آرہا ہوں اسی کی طرف جارہا ہوں۔ تمام حول و قوت خدا ہی سے ہے۔ جب اس کی اطلاع حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کو دی گئی تو آپ نے فرمایا یہ کہنے والا بجز بہاؤالدین بلخی کے دوسرا نہیں ہو سکتا۔ پس شیخ الشیوخ نے استقبال کیا اور دو روز تک مہمان داری کی تیسرے روز عازم مکہ معظمہ ہوئے واپسی میں بجانب روم متوجہ ہوئے اور چار سال وہاں رہے۔ اور سات سال لارندہ میں رہے اور وہیں مولانا جلال الدین کا عقد کیا ۶۲۳ھ میں سلطان ولد متولد ہوئے۔ جب سلطان بڑے ہوئے تو لوگ انکو مولانا جلال الدین کے ہمراہ دیکھ کر ان کو ان کا بھائی سمجھتے تھے اسکے بعد سلطان وقت نے ان کو پہچان کر لارندہ سے قونیہ منتقل ہونے کی درخواست کی مولانا بہاؤالدین ولد وہیں بروز جمعہ اٹھارہ ربیع الثانی ۶۱۸ھ میں داخل جوار رحمت الہٰی ہوئے رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر شریف
کاشف اسرار دقیق عارف بر حق پیشوائے وقت سید برہان الدین محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ اہل ترمذ کے سادات حسینی سے تھے مولانا بہاؤالدین ولد کے تربیت یافتگان اور مریدوں سے تھے۔

صاحب نفحات لکھتے ہیں کہ خراسان اور ترمذ میں آپ سرداں کے لقب سے مشہور تھے۔ کہتے ہیں کہ جس روز مولانا بہاؤالدین ولد فوت ہوئے مولانا سید برہان الدین ترمذ میں ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے یکایک آپ نے فرمایا والئے افسوس حضرت استاد اور میرے شیخ نے اس دنیا سے رحلت فرمائی اس کے بعد مولانا جلال الدین رومی کی تربیت کی غرض سے قونیہ پہونچے اور نو سال تک انکی تربیت میں مشغول رہے کہتے ہیں کہ جب شیخ الشیوخ روم گئے تو آپ سے ملنے کے لئے آئے۔ مولانا برہان الدین فرش خاک پر بیٹھے ہوئے تھے بدستور اسی طرح بیٹھے رہے۔ شیخ نے دور سے تعظیم کی اور بیٹھ گئے لیکن بات نہیں کی شیخ کے مریدوں نے پوچھا کہ سکوت کی کیا وجہ ہے شیخ نے کہا اہل حال کے سامنے زبان حال چاہیئے نہ کہ زبان قال۔ پھر پوچھا گیا کہ آپ نے

انکو کیسے پایا فرمایا وہ معانی وحقائق کے ایک دریائے مواج ہیں۔ وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ شیخ صلاح الدین بھی حضرت کے مرید تھے جن کے متعلق آپ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ صلاح الدین کو اہل دنیا کو بخش دیا اور میں نے اپنا قال مولانا جلال الدین رومی کو دیا۔ قبر سید برہان الدین دار الفتح قیصریہ میں ہے ان کا سن وفات نظر سے نہیں گزرا لیکن وہ شیخ الشیوخ کے معاصر تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر شریف

عاشق آزادی قطب افرادی محبوب حق شیخ مجد الدین بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کی کنیت شرف بن موید بن ابو الفتح ہے۔ صاحب نفحات لکھتے ہیں کہ آپ کا اصل مقام بغداد تھا۔ خوارزم شاہ کی استدعا پر خلیفہ بغداد آپ کے والد کو بغداد سے بھیجا اور آپ اپنے والد کے ساتھ بغداد سے آگئے اور ہر دو سلطان خوارزم شاہ کے مقرب بن گئے۔

صاحب لطائف اشرفی لکھتے ہیں کہ آپ کی صورت لطیف اور طبیعت ظریف تھی۔ اکابر خلفائے شیخ نجم الدین کبریٰ سے تھے۔ حضرت شیخ نے ان کو شرف فرزندی عطا فرمایا تھا۔ کہتے ہیں کہ شیخ نے اول ان کو خدمت متوضا میں مشغول کیا۔ ان کے والد کو جو طبیب تھے اور شیخ بھی طبیب تھے شیخ کے پاس کہلا بھیجا کہ مجد الدین نازک اندام ہے اس بڑے کام کے وہ متحمل نہ ہو سکیں گے اگر آپ فرمائیں تو میں دس ترک غلام اس خدمت کی انجام دہی کے لئے روانہ کرتا ہوں اور آپ مجد الدین کے لئے کوئی دوسرا کام تجویز کر لیں۔ شیخ نے فرمایا آپ سے یہ بات سن کر تعجب معلوم ہوتا ہے آپ تو علم طب سے واقف ہیں اگر آپ کا لڑکا صفراوی بخار میں مبتلا ہو جائے کیا غلاموں کا علاج کرنے سے اسکو صحت ہو جائے گی۔ پس مجد الدین کی آپ بدستور تربیت کرتے رہے تاآنکہ وہ صاحب ارشاد ہو گئے اور شیخ کی موجودگی میں بھی وہ امر ارشاد میں مشغول رہے۔ ایک روز شیخ مجد الدین کی مجلس میں قوال نے یہ بیت پڑھی۔

خوش یافتہ اند در ازل جامعۂ عشق ✤ گر یک خط سبز در کنارش بودی

شیخ نے اپنی داڑھی پکڑی اور تلوار گلے پر رکھ کر کہا ؏ گر یک خط سبز بر کنارش بودی۔ اس سے

اپنی شہادت کی جانب اشارہ تھا اسکے بعد یہ رباعی پڑھی۔

در بحر محیط غوطہ خواہم خوردن　　یا غرق شدن یا گہری آوردن
کارے تو مخاطرہ است خواہم کردن　　یا سرخ کنم روئے زیاری کردن

چند روز نہ گذرے کہ سلطان محمد خوارزم نے اپنی والدہ سے عاشقی کے تہمت میں شیخ کو دجلہ میں غرق کرا دیا اسکے چند روز بعد خود بھی تمام خانداں کے ساتھ ہلاک ہو گیا جسکی تفصیل ذکر شریف شیخ نجم الدین کبریٰ میں گذر چکی ہے آپ کی شہادت ۶۱۶ھ میں بتاریخ ۱۱ ماہ جمادالثانی واقع ہوئی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

کاشف اسرار علوی سر حلقہ اصحاب کبروی مقبول حق شیخ سعد الدین حموی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا نام محمد بن المؤید بن ابی بکر بن ابی الحسن بن محمد الحموی ہے آپ شیخ نجم الدین کبریٰ کے اصحاب کبار سے تھے آپ کے بہت مریدین تھے۔ علوم ظاہری و باطنی میں فقید المثال تھے۔ ابتدائے سلوک میں حضرت گنج شکر نے آپ کی صحبت سے فیضان حاصل کیا۔ آپ کی تصانیف کثیر ہیں۔ آپ کے اقوال اور کلمات کے فہم سے عقل و فکر عاجز ہے۔

صاحب نفحات نے تحریر کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ایک وقت میری روح نے قالب سے نکل کر عروج کیا اور تیرہ روز تک وہ قالب سے باہر رہی اسکے بعد پھر قالب میں داخل ہوئی اس تیرہ روز کی مدت میں قالب مردہ کے مانند پڑا رہا جس میں حس تھی نہ حرکت جب اسمیں پھر روح آئی تو پھر حسب سابق وہ چلنے پھرنے لگا اس کو یہ خبر تک نہ ہوئی کہ اس پر بغیر روح کے کتنے روز گذر گئے اور وہ مردہ کی طرح پڑا رہا۔ دوسرے لوگوں نے جو موجود تھے بتایا کہ تیرہ روز اس حالت میں گذرے حضرت شیخ صدر الدین قونوی بھی آپ کی صحبت میں رہے ایک روز آپ نے فرمایا مواثق (عہود) سات ہیں میثاق صرف اَلَسۡتُ بِرَبِّکُمۡ پر منحصر نہیں ہے۔ آپ کے شیخ محی الدین بن علی العربی سے جب یہ بات کہی گئی تو

فرمایا کہ کلیات کے جزئیات ہوتے ہیں کلیہ ایک ہے اس کے چند جزئیات ہیں اس طرح مواثق کی تعداد سات ہوتی ہے۔ اس مسئلہ کی تشریح شرح دیوان مرتضوی علیہ السلام میں وضاحت سے بیان کی گئی ہے

صاحب نفحات یہ بھی لکھتے ہیں کہ ایک روز شیخ صدرالدین قونوی مجلس سماع میں صفہ کے گرد حلقہ میں تھے اور یہ صفہ آپ کے شیخ کی نشست گاہ تھی شیخ بہت دیر تک بادب تمام صفہ کی طرف منہ کئے ہوئے پاؤں پر کھڑے رہے اس کے بعد آنکھیں بند کئے ہوئے شیخ صدرالدین کو آواز دی جب وہ سامنے آئے تو آنکھیں کھول کر انہیں دیکھا اور کہا کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اس صفہ پر تشریف فرما تھے میں نے چاہا کہ جو آنکھیں آنحضرت کے جمال مبارک سے مشرف ہوئی ہوں وہ تم پر کھولوں۔ بہرحال آپ کے کلمات اور خوارق عادات بہت ہیں آپ عربی اور فارسی میں اشعار بھی فرماتے تھے۔

تراسی ۸۳ سال کی عمر میں بروز عید الضحیٰ ۶۵۸ھ میں بزمانہ ابو احمد عبداللہ بن مستنصر باللہ ملقب بہ معتصم باللہ میں بمقام نیشاپور آپ فوت ہوئے اور بحر آباد میں مدفون ہوئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ذکر شریف

متصرف ولایت سماوی وارضی سلطان عشق بازی شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ محبوب ترین خلیفہ شیخ نجم الدین کبریٰ تھے۔ صاحب نفحات لکھتے ہیں کہ اوائل حال میں شیخ نے خلوت میں بٹھا دیا تھا دوسرے چالیس روز کے چلہ میں درِ خلوت پر اپنے ہاتھ سے دستک دی اور بآواز بلند ان کے نام سے پکارا اور فرمایا ؎

منم عاشق مرا غم ساز وار است ٭ تو معشوقی ترا با غم چہ کار است

اٹھو اور باہر آؤ پھر ان کا ہاتھ پکڑ کر باہر لائے اور بخارا کی طرف روانہ کر دیا کہ وہ وہاں کے صاحب ولایت تھے کہتے ہیں کہ ایک رات میں باوجود اجازت روانگی دینے اور یہ کہنے کہ تم سب آج شب فراغت و آسودگی سے رہو، سیف الدین ایک بڑا لوٹا پانی سے بھر کر درِ خلوت شیخ پر کھڑے رہے جب صبح کا وقت ہوا شیخ باہر نکلے اور سیف الدین کو دیکھا تو پوچھا کہ کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ آج شب کو فراغت اور آسودگی سے رہو تم نے خود اس زحمت و ریاضت میں ڈالا۔ شیخ سیف الدین نے

جواب دیا کہ میرے لئے اس سے زیادہ کوئی مسرت و لذت نہیں ہے کہ آپ کی خدمت میں مشغول رہوں۔ فرمایا تم کو بشارت ہو کہ تمہارے رکاب میں سلطان دوڑیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

صاحب مراۃ الاسرار لکھتے ہیں کہ ایک روز ایک بادشاہ شیخ سیف الدین سے ملنے کیلئے آیا واپس ہوتے وقت عرض کیا کہ بطور نذر ایک گھوڑا لایا ہوں میری استدعا ہے کہ حضرت کو اس پر اپنے ہاتھ سے سوار کراؤں۔ شیخ نے یہ استدعا قبول کی خانقاہ کے دروازے پر آئے بادشاہ نے رکاب پکڑی تاکہ شیخ گھوڑے پر سوار ہوں گھوڑے نے سرکشی کی اور سامنے کے دونوں پاؤں اٹھا کر جست لگانی شروع کی تقریباً پچاس قدم تک بادشاہ ہمراہ رکاب دوڑتا رہا اس طرح حضرت نجم الدین کبریٰ کی پیش گوئی صحیح ثابت ہوئی۔

راحت القلوب میں حضرت گنج شکر لکھتے ہیں کہ ابتدائے سلوک میں جب بغداد سے پلٹ کر بخارا پہنچا تو وہاں شیخ سیف الدین سے ملا۔ شیخ باعظمت و ہیبت تھے۔ جب شیخ کی خدمت میں آیا تو میں نے زمین پر اپنا سر جھکا دیا۔ شیخ نے مجھے بیٹھنے کے لئے ارشاد فرمایا میں بیٹھ گیا۔ جب کبھی شیخ میری طرف نظر کرتے یہ فرماتے کہ یہ لڑکا مشائخ روزگار ہوگا۔ تمام دنیا اسکی مرید ہوگی پھر اس کمانی کملی کو جو ان کے دوش پر تھی میرے کاندھے پر ڈالدی اور فرمایا اسکو پہن لو میں نے پہن لیا۔ چند روز آپ کی خدمت میں رہا کوئی دن ایسا نہ تھا کہ آپ کے ساتھ ایک ہزار درماندہ لوگ کھانا نہ کھاتے اور جب کھانا باقی نہ رہتا تو بعد میں آنے والوں کو نقد امداد دیتے بہرحال کوئی آپ کے در سے محروم واپس نہ ہوتا۔

وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ ایک روز شیخ نے اپنے پیر شیخ نجم الدین کبریٰ کو خواب میں دیکھا کہ وہ ان سے ملنے کے بہت مشتاق ہیں۔ اس ہفتہ میں مسلسل آپ ذکر فراق اور وداع خلق کرتے رہے سب لوگ حیران تھے کہ شیخ مسلسل کیوں اس طرح تذکرہ ذکر فراق کر رہے ہیں آخر آپ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا اے مسلمانو تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ میرے پیر نے مجھے خواب میں بلایا ہے اور میں جا رہا ہوں یہ کہا منبر سے اترے اور گھر میں گئے جس رات میں آپ کا انتقال ہوا آپ تمام اصحاب کے ساتھ بیٹھے رہے رات کا ثلث حصہ گذر رہا تھا کہ ایک بزرگ صوف پہنے ہوئے اور ہاتھ میں سیب لئے ہوئے آئے اور وہ سیب شیخ کو دیا شیخ نے سیب کھایا اور جان بحق تسلیم ہوئے

حضرت گنج شکر اسلئے فرماتے ہیں ؎

در کوئے عاشقاں چناں دہند جاں ٭ کانجا ملک الموت نگنجد ہرگز

آپ کی وفات زمانہ سلطنت منگو خاں بن تولے خاں بن چنگیز خاں میں ۶۴۵ھ میں واقع ہوئی بخارا میں مدفون ہوئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۔

ذکر شریف

مخمور عشق دوبالا گنجینہ اسرار اعلیٰ مقتدائے وقت شیخ رضی الدین علی لالا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا نام علی بن سعید بن عبد الجلیل ہے۔ شیخ سعید مذکور حکیم سنائی کے چچازاد بھائی تھے صاحب نفحات لکھتے ہیں کہ جب وہ بعزم حج خراساں آئے تو خواجہ یوسف ہمدانی کی صحبت میں رہ کر وہاں تربیت پائی اس وقت شیخ نجم الدین کبریٰ ہمدان کو جو ایک فرسنگ کے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے طلب حدیث میں گئے ہوئے تھے اس گاؤں میں شیخ علی لالا رہ گئے تھے جنکے پاس وہ اترے اتفاقاً اس رات کو علی لالا نے دیکھا کہ ایک سیڑھی لگائی گئی ہے اور ایک شخص اسکے سرے پر کھڑا ہوا ہے لوگ یکے بعد دیگرے اس کے روبرو آرہے ہیں اور وہ اپنے ہاتھ سے انکو پکڑ کر دوسرے آسمان تک لے جا رہا ہے۔ شیخ علی لالا کو بھی اسی طرح دست بدست آسمان تک لیجایا گیا۔ جب انہوں نے یہ واقعہ اپنے باپ کو سنایا تو ان کے باپ نے پوچھا کیا تم اس شخص کو جانتے ہو شیخ علی لالا نے کہا پہچانتا ہوں اور انکو اچھی طرح جانتا ہوں۔ باپ نے کہا کہ بس تم کو انکی تلاش کرنی چاہیئے کہ تمہارے کام کی کنجی ان کے ہاتھ میں ہے۔ علی لالا حسب نصیحت انکی تلاش میں مصروف ہوئے کئی سال سفر کرتے رہے لیکن بے سود یہاں تک کہ شیخ نجم الدین کبریٰ خوارزم آئے اور اس مسلک کو پھیلایا اسوقت علی لالا ترکستان میں خواجہ احمد یسوی کی خانقاہ میں تھے ایک دن ایک شخص خوارزم سے آیا شیخ احمد یسوی نے اس سے دریافت کیا کہ خوارزم میں کوئی درویش ہے اور وہاں لوگوں کا کیا مشغلہ ہے۔ اس شخص نے کہا کہ اس وقت ایک جوان وہاں آیا ہوا ہے جو ارشاد خلق میں مشغول ہے اور خلق اسکے گرد جمع ہے شیخ احمد یسوی نے پھر پوچھا اس نوجوان کا کیا نام ہے اس نے جواب دیا کہ اس جوان کا نام نجم الدین کبریٰ ہے۔ جب علی لالا نے خلوت میں یہ نام سنا تو وہ خلوت سے باہر آئے اور سفر کے لئے کمر باندھی۔

شیخ احمد یسوی نے کہا کہ موسم بہار تک توقف کرو۔ شیخ علی لالا نے کہا کہ مجھ سے یہ ناممکن ہے اور وہ وہاں سے شیخ نجم الدین کبریٰ کی خدمت میں پہونچے اور حصول سلوک میں مصروف ہوگئے۔ اس کے بعد شیخ مجد الدین بغدادی کی خدمت میں آئے اور ان کے مرید ہوگئے۔ شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی تک دو واسطوں سے ان کا سلسلہ پہونچتا ہے جن کا بواسطہ شیخ مجد الدین شیخ نجم الدین کبریٰ سے سلسلہ ملتا ہے اور وہ کئی بزرگوں کی صحبت میں رہے کہا جاتا ہے کہ ایک سو چوبیس شیوخ کامل سے انہوں نے خرقہ حاصل کیا۔ ان کی وفات کے بعد ان کے منجملہ ایک سو تیرہ خرقہ باقی رہ گئے تھے انہوں نے ہندوستان کا بھی سفر کیا اور ابو الوفا رتن ہندی کی صحبت میں پہونچے کہ ان سے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان سے امانت حاصل کیا۔ شیخ علاؤ الدین سمنانی نے اسکی تصحیح فرمائی اور کہا کہ شیخ رضی الدین علی لالا رتن بن نصر کی صحبت میں رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک کنگھی دی تھی۔ چنانچہ صاحب نفحات کہتے ہیں کہ شیخ رکن الدین علاء الدولہ نے اس کنگھی کو خرقہ میں لپیٹ کر اور اس خرقہ کو ایک کاغذ میں رکھ کر اس پر اپنے قلم سے تحریر کیا تھا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنگھیوں سے ایک کنگھی ہے جو مجھ فقیر تک بواسطہ ابو الوفا رتن بن نصر پہونچی ہے لیکن بعض ارباب سیر اس کا انکار کرتے ہیں کہ بابا رتن ہندو تھے اور آنحضرت علیہ السلام کو نہ دیکھا تھا۔ جب کہ میر جمال الدین محدث روضۃ الاحباب کی جلد ثانی میں تحریر کرتے ہیں کہ ربیع بن محمود پانچ سو ستانوے سن ہجری کے بعد اور بابا رتن چھ سو بیس سال سن ہجری کے بعد پیدا ہوئے اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم آنحضرت علیہ السلام کی صحبت میں رہے لیکن اس بارے میں ہمارے لئے دو عارف گواہ کافی رہے ایک رکن الدین علاء الدولہ سمنانی جنہوں نے اس واقعہ کی تصحیح فرمائی اور دوسرے میر اشرف جہانگیر سمنانی جنہوں نے لطائف اشرفی میں لکھا ہے کہ ایک وقت یہ فقیر ابو الرضا رتن ہندی کی خدمت میں پہونچا اور ان کے الطاف سے بہرہ ور ہوا۔

جن کے منجملہ ایک یہ ہے کہ بابا رتن ہندی سے اس فقیر کو نسبت خرقہ حاصل ہوئی اور انکو یہ نسبت آنحضرت علیہ السلام سے حاصل ہوئی۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے آنحضرت علیہ السلام کے برکات انفاس قدسیہ سے بابا رتن ہندی کو طویل عمر عطا فرمائی تھی۔ یہ باعث تعجب نہیں ہے تذکرہ ہند میں ہے کہ بابا رتن ہندی کی وفات سنہ [illegible] میں واقع ہوئی اور قصبہ بھٹنڈہ میں دفن ہوئے اور بعض کہتے ہیں کہ ابو الرضا رتن ہندی سے مراد کنور کیور مہدری جی گی ہے جو آنحضرت کی خدمت میں پہونچکر اسلام سے مشرف ہوئے تھے۔

حاصل کلام شیخ رضی الدین علی لالا تمام کمالات انسانی سے آراستہ تھے یہ شعر انہی کا ہے۔

هم جان بهزار دل گرفتار تو است — هم دل بهزار جان خریدار تو است
اندر طلبت صبر نماند نه قرار — هر کس در آرزوئے دیدار تو است

آپ کی وفات بزمانہ خلافت ابو احمد عبداللہ بن مستنصر باللہ جنکا لقب مستعصم باللہ تھا اور بنی عباس کا آخری خلیفہ تھا ہلاکو خاں کے ہاتھ سے بروز یکشنبہ بتاریخ چہاردہ صفر سنہ ٦٥ھ میں واقع ہوئی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

سرسبز وحدت، ابرومندی ممتاز بعشق و رندی پیشوائے عشاق بابا کمال خجندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ حضرت نجم الدین کبریٰ کے اکمل خلفاء سے تھے۔ شیخ شمس الدین تبریزی کی تربیت فرمائی صاحب نفحات لکھتے ہیں کہ جب بابا کمال خجندی نے حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ کی خدمت میں رہ کر درجہ کمال حاصل کیا تھا شیخ نے آپ کو خرقہ عطا کیا اور فرمایا کہ ترکستان میں مولانا شمس الدین مفتی کے ایک فرزند ہیں جن کو تمام مولانا احمد کہتے ہیں ان کو ہمارا یہ خرقہ پہونچادو اور انکی تربیت سے دریغ نہ کرو۔ جب بابا کمال خجندی وہاں پہونچے تو دیکھا کہ بچوں کی ایک جماعت کھیل کود میں مصروف ہے اور مولانا احمد بھی جو کم سن تھے ان میں موجود ہیں لیکن کھیل کود میں مصروف نہیں ہیں اور کپڑوں کی حفاظت کر رہے ہیں جب انہوں نے بابا کمال خجندی کو دیکھا تو اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کا استقبال کیا اور سلام کے بعد عرض کیا کہ میں کب تک دوسروں کے کپڑوں کی حفاظت کرتا رہوں اب آپ ہمارے کپڑوں کی حفاظت کریں بابا خجندی نے ان کو لپٹا لیا اور مفتی مذکور کے گھر آئے۔ انہوں نے کہا کہ میرا یہ لڑکا مجذوب ہے شاید اس نے آپ سے ناشائستہ بات نہ کی ہو اس کا چھوٹا بھائی دانشمند ہے۔ بابا نے فرمایا کہ اس کو میرے تفویض کیجئے لیکن میں اپنے شیخ کے حکم سے مولانا احمد کی خدمت میں آیا ہوں پس قلیل مدت میں مولانا احمد بابا کی تربیت سے درجہ کمال کو پہونچ گئے۔ اور ان کے کمالات کی شہرت ہوگئی اور کئی لوگوں نے ان سے تربیت پائی از آں جملہ خواجہ بہاء الدین کبریٰ اور انکے فرزند ابوالفتوح نے انہی سے تربیت پائی جیسا کہ اپنے مشائخ سلسلہ کے بیان میں انہوں نے کہا ہے۔

رسید فیض علی راز احمد مختار   پس از علی حسن آمد خزینۂ اسرار
حبیب طائی و معروف کرخی و سرّی   جنید و بو علی و مغربی شدند اخیار
عقیب این ہمہ بو القاسم و پس از فتاح   امام احمد و پس از سہروردی و عمار
پس از اکابر مذکور شیخ نجم الدین   دگر محمد پس ابو الفتح بود نغز کبار
کمال احمد و آنکہ بہار عظمت و دین   کہ بود قدوۂ اخیار و سرور ابرار

الغرض خواجہ ابو الوفاء کو کامل ذوق مشرب تھا جیسا کہ ان کے اشعار سے ظاہر ہے۔

من از تو جدا نہ بودہ ام تا بودم   ⁂   این ست دلیل طالع مسعودم
در ذات تو ناپدیدم از معدومم   ⁂   در نور تو ظاہرم اگر موجودم

ان کے بہت کلمات ہیں ان کی وفات ۶۳۵ھ میں واقع ہوئی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

حاصل کلام یہ کہ سلسلہ کبرویہ میں بہت شاہ بازان حق پیدا ہوئے ان کے منجملہ ایک شیخ یمن الزماں جمال الدین گیلی ہیں جو بڑے فاضل و دانشمند تھے حکم باطن سے تمام کتب خانہ کو دریا میں ڈال دیا اور شیخ کی خدمت میں پہونچ کر تربیت پائی شیخ نے ان کو خرقہ پہنایا۔ دوسرے شیخ نجم الدین رازی المعروف بہ دایۃ اللہ ہیں جن کی تربیت شیخ نے مجد الدین بغدادی کے حوالہ کی تھی۔ مرصاد العباد اور تفسیر بحر الحقایق ان کی تصانیف ہیں۔ چنگیز خاں جب خوارزم سے روم کی طرف گیا تو "اتفاقاً" صدر الدین قونوی و مولانا جلال الدین رومی سے اسکی ملاقات ہوئی۔ نماز مغرب کا وقت آگیا تو شیخ صدر الدین سے امامت کی استدعا کی گئی شیخ نے دونوں رکعتوں میں سورہ قل یا ایہا الکافرون تلاوت فرمائی۔ مولانا جلال الدین رومی نے اسکی وجہ دریافت کی فرمایا ایک بار آپ کے لئے اور ایک بار اس خبیث ساتپ کیلئے باعتبار لفظ الکافرون یہ سورت پڑھی۔

شیخ نجم الدین رازی کی وفات ۶۵۴ھ میں بزمانہ سلطنت علاء الدین بن الپ ارسلان جو سلاطین خوارزم سے تھا بغداد میں واقع ہوئی۔ حضرت ابو الحسن سری سقطی و حضرت سید الطایفہ ابو القاسم جنید بغدادی کے مقبرے کے نزدیک دفن ہوئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ذکر شریف

شہنشاہ میدان خوں ریزی عاشق بیدار شب خیزی قطب ابدال خواجہ شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کے والد کا نام علی بن ملک داؤد ہے۔ اکمل بے باکان روزگار سے تھے کہتے ہیں کہ وہ شیخ ابوبکر سلہ باف تبریزی کے مرید تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ شیخ رکن الدین سنجاسی کے مرید تھے جن کے شیخ اوحد الدین کرمانی مرید تھے۔ اکثر راویوں کا خیال ہے کہ وہ بابا کمال خجندی کے مرید تھے۔

صاحب نفحات لکھتے ہیں کہ شاید ان کی صحبت ملی ہو اور ان سے فیض تربیت حاصل کیا ہو۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ مولانا روم کی صحبت یافتہ تھے جن سے مقام فنائے احدیت پر فائز ہوئے۔ لیکن میں جب مصنفات مولانا روم دیکھتا ہوں تو اس کا پتہ نہیں چلتا کیونکہ مولانا روم خود کو خواجہ شمس الدین تبریزی کے کمترین طالبوں اور مریدوں میں شمار کرتے ہیں جیسا کہ انکے دیوان کے اشعار سے ظاہر ہوتا ہے مثلاً

آں خنک جائے کہ لطف شمس تبریزی بیافت ٭ ہر گذشت از نہ فلک بر لامکاں باشندہ شد

دوسری جگہ فرماتے ہیں ؎

مولوی رومی نہ شد صاحب کمال ٭ تا غلام شمس تبریزی نہ شد

مثنوی شریف میں لکھتے ہیں ؎

شمس تبریزی کہ نور مطلق است ٭ آفتاب است و ز انوار حق است
چوں حدیث روئے شمس الدین رسید ٭ شمس چارم آسماں سر در کشید
فتنہ و آشوب و خوں ریزی مجو ٭ بیش ازیں از شمس تبریزی مگو

حضرت میر اشرف جہانگیر سمنانی لطائف اشرفی میں فرماتے ہیں کہ متابعت پیر میں اس راہ میں مرید کو چاہیئے کہ مولانا جلال الدین رومی کو خواجہ شمس الدین تبریزی سے جو نسبت تھی اس کو پیش نظر رکھے۔ حاجی عبدالرزاق نے حضرت پیر اشرف جہانگیر سے پوچھا کہ حضرت شمس الدین تبریزی کی متابعت میں مولانا روم اس واقعہ سے متاثر ہوئے فرمایا کہ اس فقیر نے سلطان طریقت مولوی رومی سے تحقیق کی سلطان ولد کہتے تھے کہ خواجہ شمس الدین محمد اپنی سرگذشت ابتدا سے یوں فرماتے تھے کہ میں مدرسہ میں تھا اور ہنوز سن بلوغ کو نہ پہونچا تھا کہ چالیس روز

عشق سیرت محمدی کی مستی میں بغیر کھائے پیئے کے گذر جاتے تھے اگر کوئی اس کا ذکر بھی کرتا تو میں ہاتھ سے اسکو منع کر دیتا تھا آخر حال میں حضرت خواجہ ہمیشہ حالت سفر میں رہتے۔ سیاہ تہمد پہنتے اور جہاں کہیں جاتے کاروان سرا میں اترتے جب علامہ بغداد میں پہونچے تو شیخ اوحدالدین کرمانی سے ملے ان سے پوچھا کہ آپ کس کام میں ہیں شیخ نے جواب دیا کہ چاند کو پانی کے طشت میں دیکھ رہا ہوں خواجہ شمس الدین نے کہا کہ اگر آپ کی گردن پر کوئی دنبل نہیں ہے تو پھر آسمان کی جانب سر اٹھا کر کیوں نہیں دیکھتے۔

وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ خواجہ شمس الدین سنہ ۶۴۲ھ میں جب قونیہ پہونچے تو شکر ریزوں کے گھر میں اترے مولانا اس زمانہ میں تدریس علوم میں مشغول تھے ایک روز فضلاء کی ایک جماعت کے ہمراہ ایک حوض کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے چند کتابیں سامنے رکھی ہوئی تھیں۔ اس اثناء میں خواجہ شمس الدین اس مجلس میں آئے اور پوچھا کہ یہ کیا کتابیں ہیں مولانا نے کہا ان کو قیل و قال کہتے ہیں آپ کو ان سے کیا سروکار؟ خواجہ نے ہاتھ بڑھایا اور تمام کتابیں پانی میں ڈالدیں۔ مولانا نے کہا ہے اے درویش یہ کیا کیا۔ ان میں بعض میرے والد کی تصانیف تھیں جو پھر دستیاب نہیں ہو سکتیں۔ خواجہ نے اپنا ہاتھ پانی میں ڈالا اور ایک ایک کتاب پانی سے نکالی جس پر پانی کا کوئی اثر نہ تھا۔ مولانا نے کہا یہ کیا راز ہے خواجہ نے فرمایا یہ ذوق و حال ہے تم کو اس سے کیا تعلق مولانا نے جب خواجہ کا یہ تصرف دیکھا تو حیرت زدہ ہو گئے اور حضرت خواجہ کی صحبت اختیار کرنے کا دل میں داعیہ پیدا ہوا یہاں تک کہ سب کچھ چھوڑ کر مولانا نے آپ کی خدمت خود پر لازم کر لی ایک روز خلوت میں بیٹھے تھے کہ خواجہ نے مولانا سے ایک شاہد (معشوق) طلب کیا۔ مولانا خود اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑ کر آپ کے سامنے پیش کر دیا۔ خواجہ نے فرمایا کہ یہ میری بہن ہے اور پھر ایک نازنین لڑکے کی خواہش کی مولانا نے اپنے فرزند سلطان ولد کو پیش کر دیا خواجہ نے فرمایا یہ میرا فرزند ہے۔ پھر فرمایا کہ اگر تھوڑی شراب مل جائے تو میں ذوق کرنا چاہتا ہوں مولانا باہر نکلے اور ایک سبو شراب سے پر کر کے شراب فروش کی دوکان سے لے آئے۔ خواجہ نے فرمایا میں تمہاری قوت متابعت اور وسعت مشرب کا امتحان کر رہا تھا تم آزمائش میں توقع سے زیادہ پورے اترے اسکے بعد ان کا ہاتھ پکڑ کر روانہ ہوئے تین مہینے تک بحالت صوم وصال رہے کبھی خلوت سے باہر نہ نکلے اور کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ خلوت گاہ میں داخل ہو۔

صاحب لطائف کہتے ہیں کہ میں نے سلطان ولد سے اور جو کچھ اوروں سے میں نے سنا ہے یہی ہے۔

لیکن بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان دونوں بزرگوں کے ملنے کا واقعہ یہ ہے کہ ایک روز مولانا شاگردوں کے درس سے فارغ ہو کر ایک شکر ریز کے مکان کے سامنے سے گذر رہے تھے کہ خواجہ کا سامنا ہوا۔ خواجہ نے مولانا کے اونٹ کی لگام پکڑی اور پوچھا یا امام المسلمین بایزید زیادہ بزرگ ہیں یا مصطفٰے علیہ السلام مولانا کہتے ہیں اس سوال سے مجھے ایسی ہیبت ہوئی جیسے کہ ساتوں آسمان ایک دوسرے سے جدا ہو کر زمین پر گر پڑے ہوں اور میرے باطن سے ایک بڑی آگ میرے دماغ پر آ گری ہو پھر میں نے دیکھا کہ ایک نور ساق عرش تک نمودار ہے اسکے بعد میں نے جواب دیا آنحضرت علیہ السلام بزرگ ترین عالمیان ہیں۔ بایزید کا کیا ذکر ہے خواجہ نے کہا کہ پھر کیا وجہ ہے کہ مصطفٰے علیہ السلام نے ماعرفناك فرمایا اور بایزید نے سبحان ما اعظم شانی کہا مولانا نے جواب دیا کہ ابویزید کی تشنگی ایک جرعہ سے جاتی رہی اور انہوں نے یہ نعرہ لگا دیا ان کے ادراک کا کوزہ پر ہو گیا تھا حالانکہ جس نور کو انہوں نے دیکھا تھا وہ روزن کے برابر تھا لیکن مصطفٰے علیہ السلام کا ظرف بہت بڑا تھا تشنگی پر تشنگی تھی آپ کا سینہ مبارک الم نشرح لك صدرك وارض الله واسعة کے مصداق تھا جسکے باعث آپ نے اپنی تشنگی ظاہر کی اور هل من مزيد کا نعرہ لگایا۔ یہ جواب سن کر خواجہ نے ایک نعرہ لگایا اور زمین پر گر پڑے مولانا اونٹ سے اترے اور شاگردوں سے خواجہ کو اٹھانے کے لئے کہا چنانچہ وہ خواجہ کو اٹھا کر مدرسہ کو لے گئے مولانا نے خواجہ کے سر مبارک کو اپنے زانو پر رکھ لیا تھا کچھ دیر کے بعد خواجہ ہوش میں آئے اور مولانا کا ہاتھ پکڑ کر خلوت میں لے گئے وہاں مولانا نے جو کچھ پانا تھا پایا۔

صاحب نفحات لکھتے ہیں کہ ایک رات مولانا اور خواجہ شمس الدین خلوت میں بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص نے دروازہ کے باہر سے شیخ کو باہر آنے کے لئے اشارہ کیا۔ خواجہ نے مولانا سے کہا چند لوگ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں دروازہ کے باہر سات اشخاص ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ہوئے چھپ کر کھڑے ہوئے تھے یکایک خواجہ پر چھریاں چلائیں خواجہ نے نعرہ مارا اور یہ سب بے ہوش ہو کر گر پڑے ان میں سے ایک علاؤالدین محمد مولانا کے فرزند تھے جن پر انه ليس من اهلك کا داغ لگا تھا۔ جب یہ جماعت ہوش میں آئی تو بجز خون کے چند قطروں کے کچھ نظر نہ آیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں یہ کسی نہ کسی بلا میں گرفتار ہو کر ہلاک ہو گئے۔ علاؤالدین محمد کو بھی ایک مرض لاحق ہو گیا تھا جسمیں وہ ساری عمر مبتلا رہ کر فوت ہو گئے اور مولانا ان کے جنازہ میں شریک نہ ہوئے بعض کہتے ہیں کہ ان نااہلوں نے حضرت

خواجہ کے بدن کو ایک کنوئیں میں پھینک دیا تھا رات میں سلطان ولد نے خواب میں دیکھا کہ حضرت خواجہ شمس الدین اشارہ کر کے بتا رہے ہیں کہ میں فلاں کنوئیں میں سویا ہوا ہوں آدھی رات کو سلطان ولد نے محرمان راز کو جمع کر کے اس کنوئیں سے آپ کی نعش مبارک لائی اور مولانا کے مدرسہ میں بانی مدرسہ امیر بدر الدین کے پہلو میں دفن کر دیا۔ بعض کہتے ہیں شیخ شمس الدین، مولانا بہاؤ الدین ولد کے پہلو میں مدفون ہیں آپکی شہادت ۶۴۵ھ میں واقع ہوئی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

خسرو ارباب مقبول، قدوۃ اصحاب منقول، شیخ وقت شیخ شہاب الدین مقتول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا نام یحییٰ بن حسن ہے مشائیوں اور اشراقیوں کے فلسفہ و حکمت میں متبحّر تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ علم سیمیا جانتے تھے اور بعض نے اپنے اعتقاد میں ان کو حکمائے متقدمین میں شمار کیا ہے۔ امام عبداللہ یافعی لکھتے ہیں کہ شیخ شہاب الدین ابو الفتح مقتول شیخ شہاب الدین سہروردی کے بھانجے تھے مرد مرتاض و قلندر و مسافر تھے۔ تلویحات میں مرقوم ہے کہ میں نے ارسطو کو خواب میں دیکھا کہ افلاطون کی مدح و ثنا کر رہا ہے میں نے پوچھا کہ کوئی شخص فلاسفہ اسلام سے اسکے مرتبہ کو پہونچا ہے اس نے کہا کہ کوئی افلاطون کے مرتبہ کو نہیں پہونچا بلکہ اس کے مرتبہ کے ہزار جزو میں سے ایک جزو تک بھی نہ پہونچا میں نے بعض اشخاص کا جن سے میں واقف تھا گن کر اسکو بتایا لیکن وہ ملتفت نہیں ہوا اور جب ابو یزید بسطامیؒ ابو محمد سہیل بن عبداللہ تستری اور ان کے جیسے افراد کا نام لیا تو خوش ہوا اور کہا کہ یہ فلاسفہ و حکمائے حق ہیں اور یہ لوگ علم الرسمیہ سے گذر کر علم حضوری و اتصال شہودی تک پہونچ گئے ہیں اور ہوائے نفس کی خباثت سے مبرا ہیں۔

وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ روح بغیر جسد کے نہیں رہ سکتی جب بدن عنصری سے وہ جدا ہو جاتی ہے تو اسکے لئے جسد مثالی عالم برزخ میں ہوتا ہے جسکو بدن مثالی کہتے ہیں کما قال اللہ تعالیٰ ومن ورائهم برزخ الی یوم یبعثون اسی طرح شیخ محی الدین ابن علی العربی جو قبلہ محققین ہیں فتوحات کے تین سو اکیس باب میں لکھتے ہیں کہ روح مفارقت کے بعد اس عالم میں پہونچ جاتی ہے جو ارواح و اجسام کا درمیانی

عالم ہے جس کو برزخ اور غیب محالی کہتے ہیں اور دوسرے کو غیب امکانی کہتے ہیں جو لوگ غیب امکانی کا مشاہدہ کرتے ہیں وہ آئندہ حوادث سے واقف ہوتے ہیں بخلاف غیب محالی کہ جس میں مکاشفہ احوال موتیٰ کرنے پر قادر ہوتے ہیں۔

صاحب نفحات لکھتے ہیں کہ جب شیخ شہاب الدین مقتول شہر حلب پہونچے تو علماء نے ان کے قتل کا فتویٰ دیا پس ان کو ۵۸۶ھ میں قتل کر دیا گیا ان کی عمر چھتیس یا اڑتیس سال تھی جب انہوں نے علوم و کمالات معنوی کو حاصل کر لیا۔ اہل حلب ان کے بارے میں اختلاف رکھتے تھے بعض ان کے کمال زندیقہ سے منسوب کرتے ہیں اور بعض ان کی کرامات کے معتقدین ہیں۔ شیخ شمس الدین تبریزی نے فرمایا تھا کہ شہر دمشق میں شہاب الدین مقتول کو لوگ علانیہ کہہ رہے تھے کہ حاشا کہ وہ کافر ہوں جبکہ وہ منزل صدق میں ہیں۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ذکر شریف

گنجینۂ عشق و اسرار قتیل نرگس خونخوار بحر توحید حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کے والد کا نام ابراہیم بن اسحاق ہے آپ کا اصل وطن مضافات نیشاپور تھا۔

مقام تولد کرکن ہے ولادت بزمانہ سلطان سنجر بن ملک شاہ شعبان ۵۱۳ھ میں ہوئی۔ طویل عمر پائی۔ ہر قسم کے کمالات سے مزین تھے آپ کا کلام اب تک اہل سلوک پڑھا کرتے ہیں طریقت و شریعت و حقیقت میں یگانہ وقت تھے شوق دیدار اور سوز و گداز میں شیخ زمانہ تھے۔ شاعری ان کا شیوہ نہ تھا لیکن جو کچھ انہوں نے کہا وہ واردات غیب ہیں۔ اتنے اسرار توحید آپ کی تصانیف میں درج ہیں کہ اس طائفہ کے کسی ایک کے کلام میں نہیں پائے جاتے۔ کئی اکابر و مشائخ کو پایا تھا کئی عارفوں کے ہم صحبت رہے اہل طریقت کی چار سو کتابیں مطالعہ کی تھیں۔ آخر حال میں بمرتبہ علم فنا ہو گئے تھے اور گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی۔ زمانہ طفولیت میں حضرت شیخ قطب الدین حیدر کے مقبول نظر رہے آپ کے والد بھی شیخ قطب الدین حیدر کے مرید تھے کہتے ہیں کہ اپنے والد کی وفات کے بعد ان کی جگہ عطاری کی دوکان پہ بیٹھتے تھے ایک روز ایک

درویش وہاں پہونچا اور چند بار شیئاً للہ کہا آپ متوجہ نہ ہوئے ۔ درویش نے کہا تم کیسے آدمی ہو میں نہیں جانتا تم کس طرح مروگے ۔ خواجہ نے کہا جیسے تم مروگے ۔ درویش نے کہا تم میری طرح مرسکتے ہو ۔ خواجہ نے کہا ہاں ۔ درویش کے پاس لکڑی کا ایک پیالہ تھا اس کو ایک طرف رکھ کر زمین پر لیٹ گیا ایک مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر فوت ہو گیا اس کے ساتھ ہی خواجہ کا حال متغیر ہو گیا ۔ ساری دوکان لٹا دی شیخ رکن الدین کی خانقاہ کا رخ کیا جو اس زمانہ میں عارف محقق تھے اور مجاہدہ میں مشغول ہو گئے ۔ چند سال درویشوں کے حلقہ میں رہے اسکے بعد بیت اللہ جا کر کئی مردان خدا سے ملے اور ان کی صحبت میں رہے ستر سال وہ دنیا سے ملتے جلتے رہے آخر خرقہ ارادت شیخ مجد الدین بغدادی کے ہاتھ سے پہنا ۔ بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ آپ اویسی تھے جیسا کہ ملفوظ جلال الدین رومی میں مذکور ہے کہ حسین منصور حلاج کا نور ڈیڑھ سو سال کے بعد فرید الدین عطار کی روح پر متجلی اور ان کا مربی ہوا ۔ مولانا مذکور بھی حضرت عطار کے نیازمندوں سے ہیں ۔ حج کے لئے جب مولانا نکلے اور نیشاپور پہونچے تو حضرت عطار کی صحبت حاصل ہوئی حضرت عطار نے مولانا کو اسرارنامہ دیا جسکو مولانا ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے اور بیان حقائق میں حضرت عطار کی اقتداء کرتے تھے چنانچہ مولانا فرماتے ہیں ؎

عطار روح بود و سنائی دو چشم او
ما از پئے سنائی و عطار آمدیم

شیخ کی بہت تصانیف ہیں آپ کے کمالات و خوارق عادات اتنے زاید ہیں کہ اس مختصر تذکرے میں انکی تفصیل دشوار ہے الغرض جب نیشاپور کے محاصرہ میں طغا خاں داماد چنگیز خاں ہلاکو مارا گیا تو اس بناء پر ہلاکو نے قتل عام کا حکم دیا اس حادثہ میں حضرت فرید الدین عطار نے بھی شہادت پائی ۔ آپکی شہادت کے بعد قاضی یحیٰی کے فرزند نے وفات پائی قاضی مذکور نیشاپور کے اکابرین سے تھے ۔ لوگوں نے مصلحت سمجھی کہ قاضی مذکور کے فرزند کو حضرت عطار کے پائیں دفن کریں قاضی مذکور نے قبول نہ کیا اور کہا کہ میں ایک افسانہ گو پیر کے پائیں دفن ہونے نہ دوں گا اور دوسرے مقام پر دفن کیا اس رات میں قاضی نے خواب میں دیکھا کہ حضرت عطار کے روضہ پر ابرار و اخیار و اقطاب اور اکثر رجال اللہ جمع ہیں اور کئی ہزار مشعل روشن ہیں اور بڑے بڑے اکابر حضرت عطار کے مرقد پر مراقب ہیں قاضی ان اصحاب سے شرمندہ ہو کر واپس ہوا اور اپنے لڑکے کو دیکھا زار زار رو رہا ہے اور کہہ رہا ہے بابا جان آپ نے غلطی کی مجھے رجال اللہ کی برکت سے محروم کر دیا میری بہشت ابرار

کے قدموں کے نیچے ہے اور میری قبر عطار کے قدموں کے تحت ہے۔ قاضی صاحب نے اپنے اقارب کے پاس آکر کہا کہ میرے لڑکے کو حضرت عطار کے پائیں دفن کرو اور پہلے جو کلمہ زبان سے نکالا تھا اس سے تائب ہوا اور شیخ کا معتقد ہو گیا اور شیخ کے مزار پر عالیشان عمارت تعمیر کی۔

حضرت عطار کی قبر شہر شادیاخ کے باہر ہے۔ صاحب نفحات لکھتے ہیں کہ مرقد شیخ عطار شہر نیشاپور میں ہے بعض کہتے ہیں کہ میر علی شیر نے بزمانِ سلطنت سلطان حسین مرزا آپ کی قبر پہ رفیع الشان عمارت بنائی جو اب تک موجود ہے۔ آپ کی شہادت سنہ ۶۲۷ھ میں واقع ہوئی۔ بوقت شہادت آپ کی عمر ۱۱۴ سال تھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ذکر شریف

عاشق عشق مستوی صادق الحال والقوی مقتدائے وقت شیخ محمد ترک نارنولی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ ہندوستان کے مشاہیر مشائخ سے ہیں حضرت خواجہ عثمان ہارونی کے مرید تھے قوی الحال تھے صاحب اخبار الاخیار لکھتے ہیں کہ آپ کا اصلی وطن ترکستان تھا وہاں سے ہندوستان آئے اور قصبہ نارنول میں سکونت اختیار کی اس علاقہ کے لوگ آپ کو زیادہ تر ترک یا ترکھان اور سلطان بھی کہتے تھے۔ مرد مجرد اور متوکل تھے زن و فرزند کی مطلق خواہش نہ تھی کسی کو بہ رسم مشائخ مرید نہیں کیا آزادانہ زندگی بسر کی۔ عید کے روز کافروں نے آپ کو شہید کر دیا مدفن نارنول میں ہے۔

سن وفات نظر سے نہیں گذرا لیکن خواجۂ اعظم کے معاصر تھے۔ شیخ بدرالدین میر سید معین الدین بھی خواجہ عثمان ہارونی کے مرید تھے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

شہید نرگس خمار، عاشق زار، عارف میر سید حسین خنگ سوار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کو سید حسین شہید بھی کہتے ہیں نسبت و ارادت اپنے آبا و اجداد سے تھی۔ سترِ احوال کی خاطر

دنیاداری کے لباس میں رہتے تھے۔ آراستگیٔ ظاہر و باطن میں بے نظیر تھے اپنے اجداد کے طریقے کے بموجب جہاد کے لئے سلطان معز الدین غوری کے ہمراہ ہندوستان آئے۔ جب سلطان مذکور نے ہندوستان فتح کیا قطب الدین ایبک کو حکومت دہلی سپرد کر کے اپنے وطن کو واپس ہوا تو میر سید حسین شہید کو بھی ایبک کی اعانت کے لئے ہندوستان میں چھوڑ دیا۔ ایبک نے دہلی میں اقامت اختیار کی اور یہ اجمیر کی حکومت کے لئے جو رائے پتھورا کا پائے تخت تھا مقرر ہوئے جب یہ اجمیر پہونچے تو خواجہ اعظم سے بڑی محبت ہو گئی ایک دوسرے سے محرمانہ صحبت رکھتے تھے۔

صاحب سیر العارفین لکھتے ہیں کہ اس علاقہ کے مشرکین ان سے دینی عداوت رکھتے تھے جس روز قطب الدین ایبک کی وفات کی خبر اجمیر کو پہونچی اسی شب میں چاروں طرف سے آکر میر سید حسین کو انکے اصحاب کے ساتھ اندھیری رات میں شہید کر کے چلے گئے جب صبح ہوئی تو خواجہ اعظم نے قلعہ پر تشریف لیجا کر نماز جنازہ ادا فرمائی میر مذکور کو ان کے اصحاب کے ساتھ دفن کیا۔ سن شہادت نظر سے نہیں گذرا لیکن سلطان قطب الدین ایبک نے سنہ ۶۰۷ھ میں وفات پائی اور دہلی میں مدفون ہوا اس لحاظ سے ان کا سن شہادت بھی یہی قرار پاتا ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ذکر شریف

ناظر جمال معنوی خسرو دہلوی پیر وقت سید نورالدین مبارک غزنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ شیخ الشیوخ کے خلیفۂ اعظم ہیں سلطان شمس الدین التمش کے زمانۂ سلطنت میں آپکو میر دہلی کہتے تھے۔ شیخ نصیر الدین اودھی فرماتے ہیں کہ شیخ محمد اجل شیرازی سے نعمت ملی تھی ایک دفعہ غزنی میں قحط پڑا تمام خلق شیخ محمد اجل کے گرد جمع ہو کر بارش کے لئے دعا کے خواستگار ہوتے۔ شیخ گھر سے باہر نکلے تمام لوگ ان کے پیچھے چل رہے تھے شیخ ایک باغ میں گئے باغبان ایک درخت کے نیچے سو رہا تھا اس کو شیخ نے بیدار کیا اور کہا درخت خشک ہو رہے ہیں ان درختوں کو پانی دے۔ اس نے جواب دیا باغ میرا ہے اور درخت میری ملک ہیں جس وقت پانی دینے کا وقت ہوگا اس وقت دونگا شیخ نے پوچھا کہ پھر ان لوگوں کو کیوں منع نہیں کرتا کہ انہوں نے میرا پیچھا کیا ہے۔ ہم سب خدا کے بندے ہیں

اور باغ کی زمین بھی خدا کی ہے جس وقت حکیم مطلق چاہے گا بارش بھیجے گا۔ یہ کہا اور واپس ہو گئے ان کے پیچھے اتنی بارش برسی کہ جسکی انتہا نہ تھی۔ بہر حال ان کے بہت کمالات ہیں ان کا مقبرہ بجانب مشرق حوض شمسی سے مشہور ہے۔ تاریخ وفات شمع چگلائی میں غرہ ماہ محرم سنہ ۶۳۲ھ مرقوم ہے۔ زمانہ سلطان شمس الدین التمش میں بقید حیات تھے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

ناطق بہ لسان حالی کاشف رموز معانی سلطان التارکین شیخ حمید الدین صوفی السوالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کی کنیت ابی احمد اور لقب سلطان التارکین صوفی ہے نام حمید الدین تھا۔ سعد بن زید عمر قریشی کی اولاد سے تھے جو عشرہ عشیرہ بنی عم شوہر خواہر زین الاصحاب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تھے۔

صاحب مراۃ الاسرار لکھتے ہیں کہ سلطان التارکین خواجہ اعظم کے کامل خلفاء سے تھے مشائخ ہند کے متقدمین سے تھے۔ سلطان معز الدین سام عرف شہاب الدین غوری کے زمانہ میں ملک ہند آئے کہتے ہیں کہ فتح دہلی کے بعد یہ پہلے مولود تھے جو مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوئے۔ قواید طریق میں انکی کئی کتابیں ہیں آپ طویل العمر ہوئے زمانہ خواجہ اعظم سے اوائل زمانہ شیخ المشائخ تک بقید حیات رہے آپ کے مکتوبات اور رقعات بھی ہیں۔

آپ کے اکثر رقعات کو سلطان المشائخ نے اپنی دستخط سے جمع کیا ہے سب میں زیادہ آپکی مشہور تصنیف اصول الطریقہ در رسالہ عشقیہ ہے۔

سیر العارفین میں ہے کہ آپ موضع سوالی خواجہ اجمیر سے دو فرسنگ کے فاصلہ پر ہے سکونت پذیر تھے۔ اخبار الاخیار میں ہے کہ موضع سوالی سواد ناگور میں ہے کہتے ہیں کہ ابتدائے حال میں آپ پریشان قدم تھے نہایت خوبصورت تھے چنانچہ جو عورت آپ کو دیکھتی آپ پر فریفتہ ہو جاتی تھی۔ جب خواجہ اعظم کی صحبت ملی تو آپ ثابت قدم ہو گئے اور بیعت کی۔ آپ نے تمام رشتہ داروں اور مقاصد سے منقطع ہو کر ترک تجرید اختیار کی اپنی ملک تقسیم کر دی جب خواجہ اعظم کے ایما پر قصبہ ناگور میں سکونت اختیار کی آپ کی دس جریب زمین پانی کے کنارے تھی جس میں آپ خود سبزی اگاتے تھے اور اسی پر قناعت کرتے تھے آپ کی زوجہ جن کا نام خدیجہ تھا زہد و تقویٰ میں رابعہ عصر تھیں ایک ہفتہ کے بعد افطار کرتی تھیں۔

ستر عورت کی غرض سے دھاگہ کاتتیں اور کپڑا بنتی تھیں ایک دفعہ بادشاہ وقت نے آپ کی خدمت میں بطور نذر رقم گذرانی شیخ نے آزمائش کی غرض سے اپنی بیوی کے سامنے وہ رقم پیش کی لیکن آپ کی بیوی نے لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میرے سامنے سے ہٹائیے میری جمعیت نفس میں خلل نہ ڈالیئے۔ شیخ خوش ہوئے اور رقم واپس لے گئے سلطان التارکین کا لقب آپ کو خواجہ اعظم سے ملا۔

سیر الاولیاء میں مذکور ہے کہ شیخ بہاء الدین ذکریا کے ایک فرزند ناگور پہونچے اور وہاں یہ بات سنی کہ شیخ حمید الدین نماز جمعہ میں حاضر نہیں ہوتے اس اطلاع پر انہوں نے شور و غل کیا اور چند علماء ظاہرین کو ہموار کر کے شیخ کے پاس گئے اور امر بالمعروف کرنا شروع کیا اور اس جماعت نے بہت غلو کیا شیخ نے کہا کہ گڑبڑ نہ کرو ناگور مصر نہیں ہے کہ حجت شرعی سے ملزم ٹھیراؤ جب شیخ بہاء الدین ذکریا کے فرزند نے شیخ حمید الدین کی جمعیت میں خلل اندازی کی اور انہیں رنج پہونچایا تو شیخ حمید الدین کی زبان سے یہ جملہ نکل گیا کہ جس طرح ہم کو تم نے متفرق کیا ہم تم کو حبس درویشاں کی اتفاقاً فرزند بہاء الدین ذکریا ایک جگہ جا رہے تھے اثنائے راہ میں سرکشوں نے انکو گرفتار کر لیا اور قید کر لیا اور کہا کہ جس قدر مال تم کو اپنے باپ کے ترکہ میں ملا ہے پیش کرو اس وقت ہم تم کو رہا کریں گے۔ انہوں نے اپنے بڑے بھائی شیخ صدر الدین کو خط لکھا اور مال مقسوم میں اپنا حصہ منقسمہ طلب کیا شیخ صدر الدین نے بھیج دیا۔ لیکن ان سرکشوں نے کہا کہ شیخ صدر الدین کے حصہ سے بھی کچھ طلب کرو اس وقت ہم تم کو رہائی دیں گے۔ مجبوراً شیخ صدر الدین نے اپنے حصہ سے بھی کچھ مال روانہ کیا اور اس وقت رہائی دی گئی۔ الغرض شیخ حمید الدین کے کمالات اور خوارق عادات حد تحریر سے متجاوز ہیں۔

آپ کی وفات بروز شنبہ گیارہ ماہ رمضان سنہ ۶۴۱ھ میں بزمانہ سلطنت سلطان غیاث الدین واقع ہوئی۔ قبر ناگور میں ہے۔ کہتے ہیں کہ چونکہ شیخ عبد العزیز بن شیخ حمید الدین کی وفات شیخ کی زندگی میں واقع ہوئی اسلئے آپ نے خرقہ سجادہ شیخ فرید بن شیخ عبد العزیز کو عطا فرمایا۔ شیخ فرید کے حالات علیحدہ تحریر کئے گئے ہیں۔ شیخ ضیاء بخش ان کے مرید ہیں جن سے سلطان غیاث الدین بلبن کو جو سلطان شمس الدین کا غلام تھا ارادت تھی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مشکوٰۃ پانزدہم

پسر شہنشاہِ دہر شیخ الزمان والعصر قدوۃ العارفین سید عماد الدین ابی صالح نصر رضی اللہ عنہ

صاحب سفینۃ الاولیاء تحریر کرتے ہیں کہ آپ نے تمام علوم ظاہری و باطنی اپنے پدر بزرگوار اور عم شریف سید تاج الدین عبدالرزاق قادری و سید سیف الدین عبدالوہاب قادری صاحبزادگان حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ سے حاصل کئے تھے کامل زمانہ اور یگانہ روزگار تھے۔

صاحب تکملہ لکھتے ہیں کہ اکثر مناقب غوث الثقلین رضی اللہ عنہ آپ نے اپنے پدر بزرگوار سید عبدالرزاق اور اپنے چچا سید عبدالوہاب سے روایت کرتے ہیں۔ چنانچہ عبداللہ یافعی تحریر کرتے ہیں کہ قاضی القضاۃ سیدنا عماد الدین ابی صالح نصر سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا میرے والد عبدالرزاق اور میرے چچا عبدالوہاب فرزندان حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہم نے مجھے خبر دی کہ آنحضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا طوبی لمن رانی او رأی من رانی الی سبعۃ عشرین وانا حسرۃ لمن لم رانی۔

یعنی خوشخبری ہے اس شخص کے لئے جس نے مجھے دیکھا یا جس نے مجھے دیکھا اسکو دیکھا اسی طرح ستائیں درجہ تک اور میں اسکے لئے حسرت ہوں جس نے مجھے نہیں دیکھا۔

صاحب مکاشفہ کہتے ہیں کہ یہاں دیکھنے سے مراد نسبت قادریہ ہے یعنی آپکے سلسلے کے ستائیس درجہ شیوخ کے مریدوں سے ہو اور مؤلف عاصی کہتا ہے کہ یہ کمترین خاکروبان درگاہ قادری حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے اکیسویں درجہ کے مریدوں سے ہے جس نے اپنے شیخ کو بچشم ارادت دیکھا ہے۔ الحمد للہ علی نعمائیہ

صاحب تحفۃ الابرار کہتے ہیں کہ سیدنا عماد الدین ابی صالح نصر حضرت امام احمد حنبل کے مذہب پر تھے۔ آپ بروز چہارشنبہ آٹھویں ذیقعدہ سنہ ۶۲۲ھ میں امام ظاہر مامور رہے اور سنہ ۶۲۳ھ میں بتاریخ تئیس ۲۳ ماہ ذیقعدہ بزمانہ سلطنت مستنصر باللہ فرزند ظاہر بامر اللہ منصب قضاۃ سے

کنارہ کشی اختیار کی الغرض حضرت مذکور زاہد و فاضل کامل و عارف واصل تھے۔ فقہ میں ارشاد المبتدی آپ کی تصنیف ہے۔ علم تفسیر و حدیث میں بھی بے نظیر تھے۔ چنانچہ شیخ صرصری اپنے قصیدہ میں آپکی تعریف میں لکھتے ہیں ؎

فی عصرنا قد کان فی الفقہ قدرۃ
الی صالح نصر لکل مومل

آپ کے کمالات و خوارق عادات اکثر کتابوں میں مذکور ہیں آپ کی ولادت ہفتہ کی رات میں ۲۴ ربیع الثانی کو سنہ ۵۶۴ھ میں ہوئی اور وفات بغداد میں دوشنبہ کی صبح کو بتاریخ ۶ شوال سنہ ۶۳۳ھ بزمانہ سلطنت مستنصر باللہ ابن امراللہ واقع ہوئی آپ کی قبر دکّہ میں ہے آپکی والدہ ام الکریم تاج النساء بنت قضایل ہیں۔

صاحب تحفۃ الابرار لکھتے ہیں وکان لھا حظّ وافرٌ من الخیر والصلاح وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ حضرت کے دو فرزند ابو النصر شمس الدین محمدؒ ابو موسےٰ یحییٰؒ اور ایک صاحبزادی امۃ الالہ زینب تھیں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم۔

ذکر شریف

قبلہ ابرار کعبہ اخیار قطب مدار حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کے والد کا نام کمال الدین بن احمد بن موسےٰ اوشی بن سید احمد چشتی بن سید رضی الدین بن سید حسام الدین بن سید رشید الدین بن سید جعفر رحمۃ اللہ علیہم ہے۔ اوش ماوراء النہر کا ایک قصبہ ہے بعض کہتے ہیں کہ فرغانہ کا قصبہ ہے آپ کا لقب کاکی اور بختیار ہے آپ مشائخ کبار اور حضرت خواجہ اعظم کے خلیفہ تھے۔ مقام ترک و تجرید اور ریاضت میں یگانہ روزگار تھے۔

سیر العارفین میں ہے قصبۂ اوش میں پیدا ہوئے اور ابھی چھ ماہ کی عمر تھی کہ سر سے سایہ پدری اٹھ گیا۔ ماں نے پرورش کی پانچ سال کی عمر میں ماں نے ایک ہمسایہ معلم کے پاس تعلیم کی غرض سے بھیجا

نورانی صورت بزرگ ملے جنہوں نے بکمال مہربانی سے خواجہ کا ہاتھ پکڑا اور شیخ ابا حفص معلم کے پاس لے گئے جو کمالات انسانی سے آراستہ تھے اور کہا کہ اس لڑکے کو اچھی تعلیم دیں کہ یہ ایک روز کبار اولیاء اللہ سے ہوگا شیخ ابوالحفص نے دل و جان سے قبول کیا جب وہ بزرگ چلے گئے تو معلم مذکور نے پوچھا کہ کیا تم ان بزرگ کو پہچانتے ہو۔ آپ نے لاعلمی ظاہر کی۔ معلم نے کہا کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے جنہوں نے تمہاری تعلیم میرے تفویض کی۔

شیخ نصیر الدین محمود خیر المجالس میں لکھتے ہیں کہ خواجہ نے بعد فراغ علم بغداد میں مسجد امام ابواللیث سمرقندی میں بحضور شیخ شہاب الدین سہروردی و شیخ اوحد الدین کرمانی و شیخ برہان الدین چشتی و شیخ محمود اصفہانی حضرت خواجہ اعظم کی بیعت سے مشرف ہوئے اور حضرت خواجہ اعظم کی کمال مہربانی سے تھوڑے ہی عرصہ میں سلوک کی تعلیم مکمل کرلی اور خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے۔ اکثر کتب چشتیہ میں ہے کہ حضرت خواجہ قطب الدین سترہ سال کی عمر میں شرف ارادت سے ممتاز ہوئے اور بیس سال کی عمر میں مریدان صادق کی تربیت جیسی چاہیے ویسی کرنے لگے۔

سیر الاولیاء میں ہے کہ آپ سونے سے قبل تین ہزار بار درود پڑھا کرتے تھے۔ جب اوش میں متاہل ہوئے تین رات درود نہیں پڑھے۔ آپ کے مریدوں میں احمد رئیس نام کے ایک مرید تھے انہوں نے آنحضرت علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ آپ ارشاد فرمارہے ہیں اے احمد بختیار کاکی کو میرا سلام پہونچادو اور کہو کہ تین راتوں سے تم نے درود کا تحفہ میرے پاس نہیں بھیجا۔ جب وہ نیند سے بیدار ہوئے تو آنحضرت علیہ السلام کا پیغام خواجہ کے پاس جاکر پہونچادیا خواجہ نے اسی وقت اپنی بیوی کو طلب کیا اور مہر دیکر ان کو چھوڑ دیا۔ اس کے بعد ہندوستان کا رخ کیا۔ جب ملتان پہونچے شیخ بہاء الدین ذکریا سے بہت محبت ہوگئی۔ شیخ جلال الدین تبریزی بھی وہاں تشریف فرما تھے۔ ان تینوں بزرگوں میں گرم صحبت رہا کرتی تھی۔ چند روز کے بعد خواجہ ملتان سے دہلی تشریف لائے سلطان شمس الدین آپ کا نہایت معتقد ہوگیا ہمیشہ ہفتہ میں ایک بار آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ آپ کے دہلی میں سکونت پذیر ہونے کے بعد تمام اکابر و اشراف شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔ مثل بدر الدین غزنوی وغیرہ۔ اس کے بعد آپ نے بہ کمال اشتیاق ایک عریضہ خواجہ اجمیری اعظم کی خدمت میں بھیجا کہ حضرت خواجہ اعظم کے ایماء پر شرف قدمبوسی سے مشرف ہوں گے۔ حضرت خواجہ اعظم نے جواب میں تحریر فرمایا کہ قرب جان کیلئے بعد مکانی مانع

نہیں ہے رہیں رہیں کچھ مدت کے بعد میں خود وہاں آؤں گا۔ چنانچہ حضرت خواجہ اعظم کچھ عرصہ کے بعد دہلی تشریف لائے اور خواجہ قطب الدین بختیار کے مکان میں ٹھیرے۔ موخر الذکر نے چاہا کہ سلطان شمس الدین کو حضرت خواجہ اعظم کی تشریف آوری کی اطلاع دیں لیکن خواجہ اعظم نے منع کر دیا اور ارشاد فرمایا کہ میں محض تم سے ملنے کے لئے آیا ہوں تین دن سے زائد یہاں نہ رہوں گا۔ اس عرصہ میں دہلی کے تمام لوگ حضرت خواجہ اعظم سے بہرہ مند ہوئے۔ حضرت خواجہ فرید الدین گنجشکر ان ایام میں حضرت خواجہ قطب الدین کے پاس تھے وہ بھی حضرت خواجہ اعظم سے مستفید ہوئے۔ حضرت خواجہ اعظم نے بہ کمال مہربانی خواجہ فرید الدین گنج شکر کے تعلق سے فرمایا کہ خواجہ قطب الدین نے ایک بڑے شاہباز کو گرفتار کیا ہے کہ جس کا آشیانہ سدرۃ المنتھیٰ ہے اور یہ میرا وہ شمع ہے جو درویشوں کے خانوادہ کو منور کر دیگا۔

الحاصل چند روز کے بعد حضرت خواجہ اعظم دہلی سے عازم اجمیر ہوئے اور خواجہ قطب الدین کو بھی ہمراہ لیا۔ شہر دہلی سے شور و غوغا اٹھا تمام خاص و عام سلطان شمس الدین کے ساتھ نکل پڑے اور جہاں جہاں خواجہ قطب الدین کا قدم مبارک پڑا تھا اس جگہ کی مٹی کو بطور تبرک اپنے منہ پر ملنے لگے۔ خواجہ اعظم نے جب یہ حال دیکھا تو فرمایا بابا قطب الدین یہیں رہو کہ لوگ تمہارے لئے مضطرب ہیں میں اس شہر کو تمہاری پناہ میں چھوڑتا ہوں۔ الحاصل ان کو رخصت کر کے خواجہ اعظم عازم اجمیر ہوئے اور مدت رواں کے بعد ایک بار پھر دہلی تشریف لائے تاکہ بواسطہ خواجہ قطب الدین اپنے رہنے کے لئے فرمان شاہی حاصل کریں۔

سیر العارفین میں ہے کہ سلطان شمس الدین التمش کا مدت سے ارادہ تھا کہ شہر کے قریب ایک حوض تعمیر کرے جو خلق خدا کی آسائش کا سبب ہو اتفاقاً ایک رات میں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ ایک جگہ سوار کھڑے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ اے شمس الدین خلق کی آسایش کے لئے تو حوض بنانا چاہتا ہے اس جگہ بنا جہاں میں کھڑا ہوا ہوں جب سلطان نیند سے بیدار ہوا تو وہ جگہ جہاں آنحضرت علیہ السلام کھڑے ہوئے تھے ابھی تک زمین میں نمی تھی اس نے اپنے چند خاص مصاحبین کو خواجہ قطب الدین کے پاس کہلا بھیجا کہ میں نے رات میں ایک خواب دیکھا ہے۔ اگر ارشاد ہو تو میں حاضر خدمت ہو کر اس کو بیان کروںگا۔ حضرت نے کہلا بھیجا ہاں میں جانتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حوض کی تعمیر کا تم سے منشا ظاہر فرمایا ہے۔ میں اسی مقام پر جا رہا ہوں

جہاں حضورؐ رات میں کھڑے ہوئے تھے۔ سلطان سے کہو کہ تم بھی وہاں جلد آجاؤ۔ اس کے بعد حضرت خواجہ وہاں جاکر دوگانہ نماز پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔ سلطان بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے وہ جگہ پہچان لی جسکو وہ بھول گیا تھا۔ آنحضرتؐ کے گھوڑے کے سُم کا نشان وہاں موجود تھا۔ بہرحال اس مقام پر حوض تعمیر کیا گیا اور آنحضرتؐ کے گھوڑے کے سم کا جہاں نشان تھا اس پر ایک گنبد بنائی گئی۔ سبحان اللہ عجب جائے پُرفیض ہے کئی اولیاء اللہ اس کے جوار میں آرام فرما ہیں۔

حضرت حافظ شیرازی نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

بر زمینے کہ نشان کف ہائے تو بود ٭ سالہا سجدہ صاحب نظراں خواہد بود

سیر العارفین میں ہے کہ آخر وقت میں خواجہ قطب الدین دہلی میں متاہل ہوئے۔ آپ کو دو فرزند ہوئے ایک شیخ احمد جو صاحب جذبات عظیمہ اور واردات غریبہ تھے ان کو خواجہ سیاح بھی کہتے ہیں حضرت خواجہ کے انتقال کے بعد یہ سلطان المشائخ کے زمانے تک بقید حیات تھے۔ دوسرے فرزند شیخ احمد تھے جنکا طفلی میں ہی انتقال ہو گیا۔

سیر العارفین میں یہ بھی مرقوم ہے کہ حضرت خواجہ عیال و اطفال کے بعد بہت کم فتوحات لینے لگے ہمیشہ آپ کے گھر میں معاش کی تنگی رہتی سلطان المشائخ سے منقول ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ نے پانچ سو روپیوں تک آپ کو قرض لینے کی اجازت دی تھی تاکہ بوقت ضرورت قرض لے کر ضروری مصارف کر سکیں جب مسلسل دو تین دن فاقہ سے گذر جاتے تو اس وقت حضرت کی زوجہ محترمہ شرف الدین بقال سے جو ہمسایہ تھا قرض لے کر متعلقین پر صرف کیا کرتی تھیں ایک روز شرف الدین کی زوجہ نے کہا کہ اگر ہم ان کے ہمسایہ نہ ہوتے تو ان کا کیا حال ہوتا۔ حضرت خواجہ کو آپ کی زوجہ محترمہ سے یہ بات معلوم ہوئی تو آئندہ سے شرف الدین سے مبادلہ لینے سے منع فرما دیا۔ آپ کے حجرہ مبارک میں ایک طاق تھا اس کی جانب اشارہ کر کے فرمایا کہ جو کچھ تم کو درکار ہو بسم اللہ کہہ کر اس طاق میں ہاتھ ڈالو تمہارا مقصود حاصل ہو جائے گا۔ چنانچہ آپ کی زوجہ محترمہ جس وقت اس طاق میں ہاتھ ڈالتیں گرم گرم کاک برآمد ہوتے اس وقت سے حضرت خواجہ کا خطاب کاکی پڑ گیا۔ حضرت خواجہ بزرگ آپکو مہربانی سے بختیار پکارا کرتے تھے اس وجہ سے آپ کو اس لقب سے ملقب کیا گیا۔

سلطان المشائخ سے یہ بھی منقول ہے کہ حضرت خواجہ کو بہت استغراق تھا اگر کوئی آپ سے ملنے کے لئے آتا اور آپ کو اطلاع دی جاتی تو اس سے مروتاً ایک دو بات کر کے اس کو رخصت کر دیتے اور

اور فرماتے کہ مجھے معاف کرو۔ فنائے احدیت میں آپ کے استغراق کا یہ عالم تھا کہ جب آپکے فرزند کا انتقال ہوا تو آپ کو اسکی خبر تک نہ ہوئی۔

سیر العارفین میں سلطان المشائخ سے مذکور ہے کہ عید کے روز آپ نمازگاہ سے واپس نہیں ہوئے جس مقام پر آپ کی مزار ہے وہاں کی سخت زمین تھی اس میں کوئی قبر کھودی نہ گئی تھی حضرت خواجہ وہاں سوچ میں کھڑے ہوئے تھے عزیزوں نے جو ہمراہ تھے عرض کیا کہ آج کا دن عید کا دن ہے لوگ آپ سے ملنے کے منتظر ہیں۔ فرمایا کہ اس زمین سے دلوں کی بو آتی ہے اسی وقت اس زمین کے مالک کو طلب کرکے اپنے مدفن کے لئے وہ زمین خریدی۔

کتاب دلیل العارفین سے معلوم ہوتا ہے کہ آخر وقت ایک مرتبہ خواجہ قطب الدین حضرت خواجہ بزرگ کی زندگی میں اجمیر گئے تھے وہاں سے رخصت ہو کر پھر دہلی آئے اور اسکے بیس روز کے بعد حضرت خواجہ اعظم نے عالم بقا کو رحلت کی۔ حضرت خواجہ قطب الدین بھی کچھ مدت کے بعد انتقال فرمائے۔ حضرت گنج شکر فوائد السالکین میں لکھتے ہیں ایک وقت خواجہ قطب الدین کی مجلس میں شرکت کی دولت حاصل ہوئی۔ قاضی حمید الدین ناگوری۔ مولانا علاء الدین کرمانی۔ سید نور الدین بارک۔ شیخ شرف الدین۔ شیخ محمود موید۔ مولانا فقیہہ خداداد بھی حاضر مجلس تھے اور ان میں ہر ایک ایسا تھا کہ اس کی نظر سے عرش تک کوئی چیز حائل نہ تھی گفتگو حج کے بارے میں ہو رہی تھی۔ خواجہ قطب الدین نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ کے ایسے بھی بندے ہیں کہ وہ اپنے مکانوں میں رہتے ہیں اور خانۂ کعبہ کو حکم ہوتا ہے کہ وہاں جائے اور ان کا طواف کرے حاضرین اٹھ کر کھڑے ہوگئے اور ان پر عالم تحیر اس طرح طاری ہوگیا کہ خود کی خبر نہ رہی۔ حضرت گنج شکر فرماتے ہیں کہ میں بھی اس حالت میں مستغرق تھا ہم سب نے اور حضرت خواجہ نے اپنے ہاتھ ایک ساتھ اٹھائے۔ جیسا کہ خانہ کعبہ کے طواف کے وقت تکبیر کہی جاتی ہے ہم نے تکبیر کہی پھر ہم اپنی خودی میں واپس آئے اور کعبہ کو اپنے روبرو دیکھا۔ خانہ کعبہ کے طواف کے جو شرائط ہیں وہ بجا لائے۔ ہاتف غیب نے ندا دی کہ اے عزیزو تمہارے حج اور نماز کو ہم نے قبول کیا اسکے بعد ہم اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ یہ کمترین طالبان اٹھا اور قصبہ ہانسی کی جانب روانہ ہوا جب خواجہ کی نظر مجھ پر پڑی تو آنکھوں میں پانی بھر لائے اور قبل اسکے کہ میں کچھ کہوں فرمایا بابا فرید جا رہے ہو میں نے زمین پر چہرہ رکھ کر عرض کیا کہ آپ کا جیسا ارشاد ہو فرمایا فرید جاؤ یہی مقدر کا فیصلہ ہے۔ خواجہ اعظم کے انتقال کے وقت میں

میں حاضر نہ تھا تم بھی میرے سفر آخرت کے وقت موجود نہ رہو گے۔ پھر دوسرے حاضرین کی جانب متوجہ ہوئے اور کہا فرید کے لئے اس درویش کی نعمت کے لئے فاتحہ اور اخلاص پڑھو سب نے پڑھا اسکے بعد مجھے مصلا اور عصا عنایت فرمایا اور دوگانہ پڑھنے کے لئے ارشاد ہوا حسب ارشاد میں نے دوگانہ ادا کیا اسکے بعد فرمایا میں نے تمہاری امانت یعنی سجادہ۔ دستار خرقہ اور نعلین قاضی حمید الدین ناگوری کے سپرد کر دوں گا اور وہ تم کو میرے انتقال کے چوتھے یا پانچویں روز تم کو دیدیں گے۔ حضرت خواجہ کی یہ باتیں سن کر مجلس سے شور اٹھا فرمایا مرید کو چاہیے کہ اپنے پیروں کی ہر سنت کی پابندی کرے اور اس سے تجاوز نہ کرے تاکہ کل ان کے سامنے شرمساری نہ ہو۔

الغرض حضرت خواجہ یہ گفتگو ختم کرنے کے بعد سب نے سر زمین پر رکھا اور رخصت ہوئے۔ جب میری نوبت آئی تو میرے سر کو ہاتھوں میں پکڑ کر فرمایا ھٰذا فراق بینی و بینك اور پھر فرمایا میں نے تم کو خدا کو سپرد کیا میں نے اپنا رخسار زمین پر رکھدیا اور پھر ہانسی کی جانب روانہ ہوا۔

سیر العارفین میں مرقوم ہے کہ خلفائے شیخ علی سنجری کی مجلس سماع ہو رہی تھی درویشان صاحب حال جمع تھے خواجہ بھی تشریف فرما تھے قوالوں نے قصیدہ احمد جام کی یہ بیت پڑھی ؎

کشتگان خنجر تسلیم را ٭ ہر زماں از غیب جانے دیگر است

تو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی پر ایسا حال طاری ہوا کہ آپ بے ہوش ہو جاتے رہے شیخ حمید الدین ناگوری اور شیخ بدر الدین غزنوی آپ کو گھر میں لے آئے قوال بھی آپ کی خدمت میں آئے تین دن اور رات خواجہ اسی حال میں مستغرق رہے اور قوال وہی بیت پڑھتے رہے بعد میں آپ کے استخوان ہائے مبارک اپنی جگہ نہ رہے تیسرے روز استغراق کا اور غلبہ ہوا۔ قاضی حمید الدین اور شیخ بدر الدین کو اشارہ فرمایا کہ جو دستار اور خرقہ و مصلا اور کھڑاویں خواجہ بزرگ سے ہم کو پہونچے ہیں شیخ فرید الدین مسعود کو پہونچادیں کہ وہ ہمارا جانشین ہے یہ فرمایا اور اپنی جان بمشاہدہ حق تسلیم کی۔ شیخ بدر الدین غزنوی کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ کی وفات کی رات مجھے غنودگی آئی میں نے دیکھا کہ خواجہ عالم بالا کی طرف اڑ رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ اے بدر الدین اللہ کے دوستوں کو موت نہیں آتی جب میں بیدار ہوا تو دیکھا کہ حضرت خواجہ انتقال فرما چکے ہیں۔

آپ کی وفات بروز دوشنبہ چودہ ربیع الاول ۶۳۳ھ کو بزمانہ سلطان شمس الدین التمش واقع ہوئی۔ بوقت وفات آپکی عمر پچاس سال تھی ایک قول کے لحاظ سے باون سال اور دوسرے قول

کے لحاظ سے پیسٹھ سال تھی۔ دہلی میں قریب حوض شمسی مدفون ہوئے رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر شریف

عارف ربانی، فرد زمانی، غوث وقت شیخ بہاء الدین زکری ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی اس راہ میں بڑی شان تھی ریاضت اور مجاہدہ میں آپ بے نظیر اور صاحب کرامت تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب قریش تک پہونچتا ہے جو اہل قریش کے بزرگ ترین فرد تھے۔ آپکے جد مادری حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام ہے۔ نسبت ارادت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی سے تھی الغرض آپ دیار ملتان کے صاحب ولایت تھے آپ کے بہت مرید اور کامل خلفاء تھے۔

سیر العارفین میں ہے آپ کے جد بزرگوار کمال الدین علی شاہ قریشی مکہ سے خوارزم آئے اور وہاں سے ملتان پہونچے جہاں ایک عرصہ تک قیام پذیر رہے۔ آپ کے صاحبزادے وجیہ الدین محمد تھے جنکا مولانا حسام الدین ترمذی کی صاحبزادی سے عقد ہوا ان کے بطن سے تلکہ کوٹ میں جو ملتان کے قریب ہے شیخ بہاء الدین ذکری تولد ہوئے۔ جب آپ کی دس سال کی عمر ہوئی تو آپ کے والد کا انتقال ہو گیا شیخ بہاء الدین نے قرآن حفظ کیا اس کے بعد بجانب خراسان روانہ ہوئے اور سات سال تدریس علوم میں مصروف رہے اسکے بعد بجانب بخارا آئے وہاں سے مکہ پہونچے اور پھر وہاں سے بخارا آئے کچھ عرصہ کے بعد مکرر مکہ پہونچے اور وہاں سے مدینہ طیبہ گئے جہاں حرم نبوی کی مجاورت اختیار کی۔ علم حدیث کی سند شیخ کمال الدین محمد یمنی سے حاصل کی اسکے بعد بیت المقدس گئے اور وہاں سے بغداد آئے۔ اور شیخ الشیوخ کی خدمت اختیار کی اور بعد تکمیل تربیت خرقہ خلافت حاصل کیا۔

سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ شیخ بہاء الدین سترہ روز سے زاید شیخ الشیوخ کی خدمت میں نہیں رہے اس مختصر مدت میں ہی انہوں نے دو جہان کی نعمت حاصل کر لی اسکے بعد آپ کو شیخ الشیوخ نے رخصت کیا اور فرمایا کہ ملتان میں قیام کریں اور وہاں کے اہل دیار کو فیض پہونچائیں۔

اخبار الاخیار میں مرقوم ہے کہ جب بہاء الدین ذکری اس نعمت و کرامت کے ساتھ ملتان میں تشریف لائے تو

اکابر ملتان آپ پر حسد کرنے لگے اور بطریق کنایہ دودھ سے بھرا ہوا کاسہ آپ کے پاس بھیجا اس سے اس طرف اشارہ کرنا تھا کہ اس شہر میں دوسرے کی گنجائش نہیں ہے۔ شیخ نے ایک پھول اس دودھ میں رکھ کر اس پیالہ کو ان کے پاس واپس کر دیا مقصود بیان یہ تھا کہ ہماری جگہ پھول کی طرح سبکبار رہے گی۔ اکابر آپ کے اس حسن بیان سے متحیر اور آپ کی کرامت کے مطیع ہو گئے۔ شہر کے لوگ جوق در جوق آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہونے لگے اور آپکی فتوحات کا دروازہ کھل گیا۔ آپ بڑے صاحب تصرف تھے۔ وہیں آپ متاہل ہوئے اور فرزندان صاحب حال مانند شیخ صدرالدین پیدا ہوئے۔

وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ آپ میں اور خواجہ گنجشکر میں بہت محبت تھی ایک مدت تک دونوں کی صحبت محرمانہ رہی کہتے ہیں کہ ایک وقت بعض لوگوں نے آپ کی طرف سے حضرت گنج شکر کی خدمت میں ایسی بات کہی جو مجلس خواجہ گنجشکر کے ناموافق تھی۔ اس شخص کی معذرت کے ساتھ آپ نے حضرت گنجشکر کو ایک مکتوب لکھا کہ ہمارے اور آپ کے درمیان بجز عشق و محبت کے تازیست کسی اور بات کی گنجائش نہیں ہے۔ حضرت گنج شکر نے بھی جواب میں لکھا آپ کے اور ہمارے درمیان عشق و محبت کے سوا کسی اور بات کی گنجائش نہیں ہو سکتی۔

سلطان المشائخ لکھتے ہیں کہ حضرت گنج شکر بہت کم افطار کرتے تھے اگرچہ بیمار ہو لیکن شیخ بہاؤالدین بہت کم روزہ رکھتے تھے مگر بہت عبادت کیا کرتے تھے اکثر اوقات دو رکعات نماز میں قرآن ختم کرتے اور فرماتے کہ اکابر مشائخ کے اعمال کی اتباع میں خدائے تعالیٰ مجھے توفیق عطا فرمائے کہ فلاں بزرگوار ہر روز صبح شروع ہونے سے طلوع آفتاب تک قرآن ختم کرتے تھے اور میں طلوع صبح صادق سے نماز فجر کے وقت تک دو قرآن ختم کرنا چاہتا ہوں مگر نہیں ہو سکتا باوجود قصد کرنے کے تین پارے باقی رہ جاتے ہیں۔

سیر العارفین میں ہے کہ ایک روز بہاؤالدین ذکریا خانقاہ میں بیٹھے ہوئے تھے خادم نے آکر عرض کیا فلاں صندوق جس میں پانچ ہزار دینار سرخ تھے گم ہو گیا ہے۔ شیخ نے کچھ دیر تامل کیا اور پھر فرمایا الحمد للہ۔ چند روز کے بعد خادم نے اطلاع دی کہ گمشدہ صندوق مل گیا۔ شیخ نے کچھ دیر تامل کرنے کے بعد حسب سابق الحمد للہ فرمایا۔ حاضرین نے کہا دونوں موقعوں پر الحمد للہ کہنے کا کیا مطلب تھا۔ فرمایا اہل اللہ کے پاس وجود اور عدم دونوں برابر ہیں نہ کسی چیز کے جانے سے وہ فکرمند ہوتے

ہیں اور نہ اسکی بازیابی پر وہ خوش ہوتے ہیں دونوں وقت وہ شکر گذار ہوتے ہیں اس کے بعد آپ نے وہ پانچ ہزار دینار طلب فرمائے اور فقراء میں تقسیم کر دیا اس طرح آپ بلند ہمت تھے اور بے دریغ دولت لٹاتے تھے مجلس میں نہایت لطیف کھانا ہوتا جو بھی آتا اسکو اپنے ساتھ کھانے میں شریک کر لیتے ۔

یہ بھی سلطان المشائخ سے مروی ہے کہ عبداللہ نامی قوال بغداد سے اجودھن میں آکر چند روز حضرت گنج شکر کی خدمت میں رہا اور پھر بجانب ملتان روانہ ہونے کے ارادے سے حضرت گنج شکر کی خدمت میں عرض کیا کہ ملتان کے راستے میں قاطع الطریق کا اندیشہ ہے حضرت توجہ فرمائیں تاکہ میں سلامتی سے ملتان پہونچ جاؤں ۔ حضرت گنج شکر نے فرمایا کہ یہاں سے فلاں حوض تک ملتان کی سرحد شروع ہوتی ہے میرا علاقہ ہے انشاء اللہ تعالیٰ میں تمہاری نگہبانی یہاں سے کروں گا اور پھر اس حوض سے آپ کا علاقہ میرے بھائی شیخ بہاء الدین سے تعلق رکھتا ہے ان سے امداد طلب کرو ۔ الغرض عبداللہ اس حوض تک سلامتی سے پہونچا جب آگے قدم رکھا تو اس طرف سے سواران تلوار اٹھائے ہوئے پہونچے عالم پریشانی میں حضرت گنج شکر کی بات یاد آگئی اور اس نے حضرت بہاء الدین کی جانب توجہ کی اسی وقت سواران متفرق ہو گئے ۔ عبداللہ قوال جب ملتان میں حضرت بہاء الدین کی خدمت میں پہونچا لال چادر اوڑھا ہوا تھا حضرت نے فرمایا سرخ لباس بادشاہ کا ہوتا ہے تم کیوں پہنے ہو ۔ عبداللہ کے دل میں یہ بات آئی کہ خود شیخ اتنا بے شمار مال رکھتے ہیں اس پر نظر نہیں کرتے اور اس پرانی چادر پر جس کی کوئی قیمت نہیں عیب لگاتے ہیں ۔ شیخ نے معلوم کر لیا کہ عبداللہ دائرہ ادب سے قدم باہر رکھ رہا ہے ۔ فرمایا اے عبداللہ ہوشیار ہو جاؤ ۔ حوض کے کنارے ذکریا کی کوشش سے چوروں کے ہاتھ سے تو نے نجات پائی ورنہ دیکھتا تیرا کیا حشر ہوتا ۔ عبداللہ شرمندہ ہوا اور شیخ کے قدم پر سر رکھدیا اور تائب ہوا ۔

صاحب مراۃ الاسرار لکھتے ہیں کہ اتنے خلفاء صاحب کمال آپ کی خدمت میں رہ کر صاحب ارشاد ہوئے کہ دوسری جگہ اتنے نہ ہوئے ان کے منجملہ میر سید جلال بخاری سرخ ہیں جو حضرت مخدوم جہانیان کے جد امجد تھے ۔ بخارا سے آکر انہوں نے شیخ کی خدمت اختیار کی بعد تربیت خرقہ خلافت حاصل کیا ان کے کمالات کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ مخدوم جہانیان کے مانند پوتا رکھتے تھے اور شیخ فخر الدین عراقی و میر سید حسین صاحب نزہۃ الارواح و حسن افغان بھی شیخ بہاء الدین زکریا کے خلفاء تھے

کہتے ہیں کہ شیخ بارہا فرماتے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ ذکریا کیا لائے ہو میں حق سبحانہ کی درگاہ میں عرض کروں گا کہ حسن افغان کو لایا ہوں ان کی ایسی شخصیت تھی کہ لوح محفوظ کا عکس اپکے آئینہ دل میں جلوہ گر تھا۔ کوئی علم ان کے لئے دشوار نہ تھا۔

شاہ عالم عنکلی جو کشف و کرامات میں مشہور رہیں وہ بھی آپ ہی کے خلیفہ تھے۔ میر سید عثمان جو بلال شہباز کے لقب سے مشہور ہیں اور جنکا مشرب ملامتیہ تھا وہ بھی شیخ کے خلفاء سے تھے۔

سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ آخر حیات میں شیخ بہاء الدین ذکریا حجرہ میں مشغول رہا کرتے تھے شیخ صدر الدین عارف جو آپ کے فرزند اور صاحب سجادہ تھے وہ حجرے کے دروازہ پر کھڑے ہوئے تھے ناگاہ ایک شخص نورانی مکتوب سربمہر ہاتھ میں لیے ہوئے نمودار ہوا اور اس نامہ کو صدر الدین کے ہاتھ میں دے کر غائب ہوگیا۔ صدر الدین نے اس نامہ کو شیخ بہاء الدین کے سامنے پیش کیا آپ نے اسکا مطالعہ کیا اور اسی وقت اپنی جان بمشاہدہ حق تسلیم کی حجرہ کے چاروں گوشوں سے آواز آئی کہ دوست دوست کے پاس پہونچ گیا۔

حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ چند بزرگ ایک دوسرے کے معاصر تھے وہ چند دنوں میں دنیا سے اٹھ گئے اول شیخ سعد الدین حموی نے وفات پائی اسکے تین سال بعد شیخ بہاء الدین ذکریا ابن شیخ وجیہ الدین قریشی نے سنہ ۶۶۱ھ میں ساتویں صفر کو سلطان غیاث الدین بلبن کے زمانے میں وفات پائی اور ملتان میں مدفون ہوئے اس کے تین سال بعد حضرت گنج شکر کی رحلت ہوئی۔

شیخ بہاء الدین ذکریا کی عمر ایک سو سال سے زیادہ تھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ذکر شریف

علامہ العلوی کاشف الغموض قطب ابدال مولانا جلال الدین بلخی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے والد کا نام سلطان العلماء مولانا بہاء الدین ولد ہے۔ سلسلہ نسب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہونچتا ہے آپ کے کلمات و خوارق عادات بے شمار ہیں۔ صوفیا میں آپ کی عظیم شان تھی آپ کے اقوال پر کسی اہل بصیرت کو اعتراض نہیں ہے۔ اپنے دیوان میں بہت سی باتیں بے پردہ کہی ہیں

لیکن ایک بات بھی اس طایفہ کے مخالف نہیں ہے آپ کی مثنوی تمام عارفوں کیلئے حجت ہے۔

صاحب نفحات لکھتے ہیں کہ مولانا روم چھٹی ربیع الاول کو بلخ میں پیدا ہوئے پانچ سال کی عمر میں آپ پر اسرار غیب آشکار ہو گئے۔ مولانا بہاء الدین سے منقول ہے کہ جلال الدین محمد رومی شہر بلخ میں چھ سال کی عمر کے تھے جمعہ کے روز چند بچوں کے ساتھ گھر کی چھت پہ سیر کر رہے تھے ایک بچہ نے دوسرے سے کہا آؤ اس چھت سے اس چھت پہ کودیں۔ جلال الدین نے کہا اس قسم کی حرکت تو کتے بلی اور دوسرے جانور سے بھی ہوتی ہے افسوس ہے کہ آدمی ایسی حرکات میں مشغول ہو۔ اگر تمہاری جان میں اتنی قوت ہے تو آؤ آسمان کی طرف پرواز کریں ایک ساعت میں انکی نظروں سے غائب ہو گئے سب بچے چیخنے چلانے لگے کچھ دیر کے بعد آپ اس حالت میں واپس آئے کہ آپ کا رنگ دگرگوں اور چہرہ متغیر ہو گیا تھا اور فرمایا کہ جب میں نے تم سے بات کی تو میں نے دیکھا کہ ایک جماعت سبز قباپوش کی تمہارے درمیان سے مجھے پکڑ کر آسمان کی جانب لے اڑی اور میں نے عجائب ملکوت دیکھے جب تمہارے نالہ و فریاد کی آواز سنائی دی تو وہ قباپوش مجھے یہاں واپس لے آئے۔ کہتے ہیں کہ اس عمر میں تین چار روز کے بعد افطار کرتے۔ ولی مادر زاد تھے اپنے والد کی خدمت میں تربیت پائی والد کی وفات کے بعد نو سال میر سید برہان الدین محقق کی صحبت میں رہے جس وقت آپ کے والد بلخ سے مکہ کو روانہ ہوئے آپ نیشاپور میں سید فرید الدین عطار کی صحبت میں پہونچے شیخ عطار بہت مہربانی سے پیش آئے اپنی کتاب اسرار نامہ آپ کے حوالے کی جسکو ہمیشہ آپ اپنے ساتھ رکھتے تھے اور دقائق میں حضرت عطار کی پیروی کرتے تھے لیکن حضرت خواجہ شمس الدین تبریزی کی صحبت میں درجہ کمال حاصل کیا چنانچہ اپنے دیوان میں اکثر جگہ آپ نے صراحت کی ہے ؎

نسیمے یافتن از شمس تبریزہ ؎ ز بوئے طرہ دلدار مستم

مثنوی کی تعریف میں فرماتے ہیں ؎

چوں حدیث روئے شمس الدین رسید ؎ شمس چارم امتحاں سرورکشید
شمس تبریزی کہ نور مطلق است آفتاب است و ز انوار حق است
فتنہ آشوب و خوں ریزی مجو بیش ازیں از شمس تبریزی مگو

دوسری جگہ فرماتے ہیں ؎

مولوی ہرگز نہ شد صاحب کمال ٭ تا غلام شمس تبریزی نہ شد

صاحب نفحات فرماتے ہیں کہ مولانا روم حسام الدین چلپی کی جانب متوجہ ہو کر فرمایا اللہ اللہ اولیاء اللہ کے ساتھ زانو بہ زانو بیٹھنا چاہیئے کہ یہ قرب عظیم ہے اور پھر فرمایا اے حسام الدین جو مرغ کہ زمین سے اوپر جائے اگرچہ وہ آسمان کو نہ پہونچے لیکن اسی قدر کافی ہے کہ وہ جال سے بہت دور ہو گیا اسی طرح اگر کوئی شخص درویشی اختیار کرے تو گو وہ درویشی کے کمال تک نہ پہونچے لیکن اس قدر بس ہے کہ زمرۂ خلق سے ممتاز اور سبکبار ہو گیا۔

نیز فرمایا کہ آزاد شخص وہ ہے جو کسی کے ستانے سے رنجیدہ نہ ہو اور فرمایا جواں مرد وہ ہے کہ جو شخص ستائے جانے کے مستحق ہے اسکو بھی نہ ستائے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ درویش کے لئے سب سے بڑا گناہ کونسا ہے فرمایا کہ بغیر اشتہا کے کھانا کھانا۔

کتاب مناقب العارفین میں سلطان ولد سے مروی ہے کہ ایک روز صوفیوں نے ہمارے حضرت ولد سے سوال کیا کہ خواجہ بایزید نے فرمایا ہے۔ رایت اللہ علی صورۃ امرد اس سے کیا مراد ہے۔ فرمایا امرد کی صورت میں حق تعالیٰ کو دیکھنے سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ یا صورت امرد میں حق تعالیٰ کو دیکھا یا حق تعالیٰ خود بصورت امرد بسبب اسکی طرف رغبت کرنے کے مصور ہوا۔

اسکے بعد فرمایا حضرت مولانا شمس الدین تبریزی کی ایک عورت تھی جسکا نام کیمیا خاتون تھا ایک وقت اس سے خفا ہو کر آپ باغ کی طرف چلے گئے خواجہ شمس الدین نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ جاؤ اور اسے لے آؤ اسلئے کہ تبریزی کے دل کا اس سے بڑا تعلق تھا خود باغوں کی طرف اس کی طلب میں چلے گئے پس میں نے دیکھا کہ حضرت شمس الدین خرگاہ میں بیٹھے ہوئے کیمیا خاتون سے گفتگو کر رہے ہیں اور ہاتھ بازی کر رہے ہیں میں پلٹ گیا کہ ذوق میں خلل واقع ہوگا مولانا نے آواز دی کہ اندر آؤ جب اندر آیا تو ان کے سوائے کوئی دوسرا موجود نہ تھا میں نے پوچھا کیمیا کہاں گئی فرمایا حق تعالیٰ مجھے اسقدر دوست رکھتا ہے کہ جس صورت میں چاہوں وہ اسی صورت میں مجھ پر تجلی کرتا ہے اس وقت تجلی کیمیا کی صورت میں تھی۔

اسی کتاب میں ہے کہ ایک روز فقہاء اور حسادنے مولانا روم سے سوال کیا کہ شراب حلال ہے یا حرام اس کا شمس تبریزی کی جانب اشارہ تھا مولانا نے جواب میں فرمایا اگر مشک بھر شراب دریا میں گر پڑے تو اس پانی سے وضو کرنا اور وہ پانی پینا جائز ہے لیکن اگر چھوٹی نہر ہو تو شراب کا قطرہ بھی

اسکو تجس کر دے گا اس طرح جو چیز نمکدان میں گرے گی نمک بن جائے گی یعنے مولانا شمس الدین کے لئے تمام چیزیں مباح ہیں کیونکہ دریا کا حکم رکھتے ہیں۔ مولانا کے ملفوظ سے منقول ہے کہ فرمایا ایک روز حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسرارِ الٰہی امیر المومنین علی علیہ السلام سے تنہائی میں بیان فرمائے اور تاکید کی کہ ان اسرار کو کسی نامحرم سے نہ کہنا۔ حضرت علی مامور تھے چار روز تک آپ نے تحمل کیا اس کے بعد غلبۂ شوق بے خودی میں صحرا کی جانب باہر نکل گئے وہاں ایک کنواں دیکھا اس میں سر جھکا کر اسرار الٰہی کہنا شروع کیا کمال مستی میں لعاب دہن کنویں کے پانی میں گر پڑا چند روز کے بعد اس کنویں میں ایک نے پیدا ہوئی جو دن بدن بڑھنے لگی ایک چرواہا اسکو کاٹ ڈالا اور اس میں چند سوراخ کئے اور شب و روز اس نے کو بجانے لگا یہاں تک کہ قبائل عرب میں وہ نے نوازی میں مشہور ہو گیا۔ جانور تک اسکے ارد گرد حلقہ کرکے بیٹھ جاتے اور چرنا چھوڑ دیتے تمام عرب کو بطور تفریح اس سے رغبت ہو گئی نے کی آواز سن کر یہ روتے اور خوب لطف اٹھاتے۔ قصہ کی جب آنحضرت علیہ السلام کو اطلاع ہوئی تو فرمایا اس چرواہے کو حاضر کرو جب وہ نے بجانا شروع کیا تو صحابہ بے خود ہو گئے اور آپ بھی مسرور ہوئے اور فرمایا یہ انوار ان اسرار کا کرشمہ ہے جنکو میں نے خلوت میں علی ابن طالب سے کہا تھا۔

صاحب مراۃ الاسرار لکھتے ہیں کہ جو اہل صفا سے ہو تو وہ اہل صفا کے اسرار نے سے بھی سن سکتا ہے عجب نہیں کہ اسی وجہ سے مولانا اپنے دیوان میں فرماتے ہیں ؎

آہ را در دست و ندارم محرمے ٭ چون علی سر بر کنم در قعر چاہ
چاہ بجوش شد نے بروید از لبش ٭ نے نیا از سرّ گردد تباہ

مراۃ الاسرار میں یہ بھی ہے کہ مرض الموت میں مولانا نے اپنے اصحاب سے کہا کہ میرے جانے سے غمناک نہ ہونا کہ منصور کا نور ایک سو پچاس سال کے بعد شیخ فریدالدین عطار کی روح پر تجلی کیا اور ان کا مرشد ہوا جس حالت میں تم رہو بعنایت حق تعالیٰ تم سے میرا تعلق رہیگا شیخ صدرالدین قونوی آپ کی عیادت کے لئے آئے اور کہا اللہ آپ کو شفا دے امید ہے کہ آپ کو صحت حاصل ہو جائے گی۔ مولانا نے فرمایا شفالک اللہ آپ کے لئے ہے اور اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ یاراں اس طرف کھینچتے ہیں اور شمس الدین اس جانب بلاتے ہیں۔ میں نے اس شخص کی دعوت کو قبول کر لیا ہے جو بجانب حق بلا رہا ہے اصحاب نے پوچھا کہ آپ کے جانے کے کون خلافت ہے۔ فرمایا

حسام الدین چلپی تین بار پوچھا گیا اور تین بار یہی جواب ملا پھر عرض کیا گیا کہ سلطان ولد کو کیا فرماتے ہیں فرمایا وہ پہلوان سب ہے اسکو وصیت کی ضرورت نہیں ہے۔ کہتے ہیں کہ مولانا موید الدین نے سوال کیا کہ شیخ صدر الدین نے آپ کی شان میں کیا کہا فرمایا کہ ایک دن خاص احباب مانند شمس الدین مکی شیخ فخر الدین عراقی، شرف الدین موصلی۔ شیخ سعید عرفانی وغیرھم بیٹھے تھے۔ بات مولانا کی سیرت کے متعلق نکلی شیخ صدر الدین نے کہا کہ اگر بایزید وجنید اس وقت موجود رہتے تو اس مرد خدا کا دامن پکڑتے اور اپنے دل وجان پر رکھتے اور کہا کہ مولانا سالار خاندان فقر محمدی ہیں اس کے بعد شیخ موید الدین نے کہا کہ میں بھی ان کے نیازمندوں میں ہوں۔

بہرحال آپ کے کمالات کی انتہا نہیں ہے آپ کی وفات پانچویں جمادی الآخر ۶۷۲ھ میں بزمانہ سلطنت القاخان بن چنگیز خان ہلاکو توتیہ روم میں واقع ہوئی رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر شریف

ممتاز بکمالات صوری ومعنوی قطب ارشاد شیخ صدر الدین محمد قونوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی کنیت ابو المعالی تھی اور والد کا نام اسحاق تھا جامع علوم ظاہری وباطنی تھے۔ خواہ عقلی ہوں کہ نقلی۔ اکثر مشائخ حقائق ومعارف میں آپ کی اقتداء کرتے ہیں حضرت شیخ اکبر قبلہ محققین محی الدین ابن العربی کے خلیفہ اعظم تھے۔ شیخ اکبر کے بعد انکی مسند ارشاد پر متمکن ہوئے اور عالم کی ہدایت کی شیخ موید الدین شیخ شمس الدین مکی۔ شیخ فخر الدین عراقی اور شیخ سعید الدین عرفان وغیرہم جیسے اکابر نے آپ ہی سے تربیت پاکر مرتبہ ارشاد تک پہونچے۔

صاحب نفحات لکھتے ہیں کہ شیخ صدر الدین صغر سنی سے حضرت شیخ اکبر کی صحبت میں رہے۔ آپ کلید کلام شیخ اکبر ہیں آپ کی کئی تصانیف ہیں جیسے تفسیر فاتحہ۔ مفتاح الغیب و نصوص، شرح حدیث ونفحات الٰہیہ جس میں کبھی اپنے واردات قدسیہ کا ذکر کیا ہے۔

صاحب نفحات یہ بھی لکھتے ہیں کہ آپ شیخ سعد الدین حموی کی بھی صحبت میں رہے آپ کے اور مولانا جلال الدین رومی کے درمیان خاص تعلقات تھے۔ ایک روز عظیم الشان مجلس تھی اکابر قونیہ جمع تھے شیخ صدر الدین

مسند صدارت پر تشریف فرما تھے کہ مولانا رومی آئے۔ شیخ نے انکے لئے مسند خالی کر دی۔ مولانا نے کہا کہ قیامت میں کیا جواب دونگا کہ میں کیسے شیخ کے سجادہ پر بیٹھا۔ شیخ نے کہا کہ آپ اسکے ایک گوشہ پر بیٹھئے اور میں اسکے دوسرے گوشہ پر بیٹھوں گا۔

شیخ کی وفات مولانا سے پیشتر ہوئی آپ نے وصیت کی تھی کہ مولانا نماز جنازہ پڑھائیں۔ نصیر الدین طوسی مجتہد فرقہ امامیہ آپ کا ہم عصر تھا۔ شیخ صدر الدین کا سن وفات نظر سے نہیں گذرا۔ لیکن حبیب السیر کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے زمانہ سلطنت الغاخان بن چنگیز خاں ہلاکو میں بقید حیات تھے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

عارف ربانی، مقبول خاص سبحانی، محبوب وقت شیخ اوحد الدین حامد کرمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

یہ بے باکان روزگار و محرم اسرار رنداں تھے۔ بکمال قرب حق کے باعث مخلوق کی تعریف یا مذمت سے لاپرواہ تھے۔ ہمیشہ باطن کی آراستگی کی کوشش میں رہتے۔ شیخ رکن الدین سنجانی کے مرید تھے جو شیخ قطب الدین ابہری مرید شیخ ضیاء الدین ابو النجیب سہروردی کے مرید تھے۔

سیر العارفین میں حسام الدین چلپی سے مروی ہے کہ ابتدائے حال میں خواجہ اعظم سے بھی انہوں نے خرقہ پہنا تھا جبکہ خواجہ اعظم بغداد میں تھے۔

صاحب نفحات لکھتے ہیں کہ یہ شیخ اکبر کی صحبت میں بھی رہے۔ چہل مجالس میں شیخ علاء الدین سمنانی کہتے ہیں کہ شیخ الشیوخ انکو مبتدع (بدعتی) پکارتے تھے اور اپنے روبرو رہنے نہ دیتے تھے لیکن ایک روز شیخ الشیوخ نے فرمایا کہ یہ بات اوحد الدین سن کر کہہ رہے ہیں کہ ہر چند شیخ نے مجھے مبتدع فرمایا ہے لیکن میرے لئے یہی باعث فخر ہے کہ شیخ کی زبان پر میرا نام تو آیا۔ شیخ شہاب الدین اور کئی اشخاص نے یہ سن کر انکی بہت تحسین کی۔

صاحب نفحات یہ بھی کہتے ہیں کہ ابتداع سے شیخ کی مراد یہ ہو کہ شہود حقیقت میں وہ مظاہر صوری سے توسل کرتے تھے اور جمال مطلق کا مشاہدہ صور مقیدات میں کرتے تھے جیسا کہ ان کے

مکاشفات میں درج ہے۔ یہ بھی مرقوم ہے کہ ایک روز خواجہ شمس الدین نے ان سے پوچھا کہ تم کس شغل میں ہو جواب دیا پانی کے طشت میں چاند دیکھ رہا ہوں فرمایا اگر پیٹھ پر دنبل نہیں ہے تو آسمان کو کیوں نہیں دیکھتے اس پر انہوں نے یہ رباعی پڑھی سہ

زاں می نگرم بچشم ما درصورت ٭ زیرا کہ زمعنے است اثر درصورت
ایں عالم صورت است ما درصوریم ٭ یعنے نتواں دید مگر درصورت

کسی نے مولانا جلال الدین رومی کے سامنے کہا کہ اوحد الدین حامد کرمانی شاہد باز ہیں لیکن پاکباز ہیں مولانا نے فرمایا کاش وہ اس طریق سے گذر جاتے۔

صاحب نفحات لکھتے ہیں جب وہ سماع میں گرم ہوتے تو امردوں کا پیراہن چاک کر دیتے اور اپنے سینے کو ان کے سینے پر رکھتے۔ جب بغداد پہونچے تو وہاں کے خلیفہ کا لڑکا حسین و جمیل تھا خلیفہ نے یہ بات سنی تو کہا کہ یہ مبتدع الا کافر ہیں اگر وہ ایسی حرکت کریں گے تو ان کو ہلاک کر دونگا جب وہ سماع میں گرم ہوئے تو اپنی کرامت سے یہ بات معلوم کر لی اور کہا سہ

سہل است مرا بر سر خنجر بودن ٭ در پائے مراد دوست با سر بودن

خلیفہ کے بیٹے نے شیخ کے پاؤں پر سر رکھدیا اور مرید ہو گیا۔

وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ اہل تحقیق کے نزدیک پیر کامل وہ شخص ہے جو جمال مطلق سبحانہ کا مظاہر حسی میں مشاہدہ کرے جیسا کہ مظاہرہ روحانی میں مشاہدہ کرتا ہے یعنے مطلق کو مقید میں پائے۔ وحدت کا کثرت میں مشاہدہ کرے یہ مقام بہت بلند ہے جو ہر شخص کو نہیں ملتا۔ بعض بزرگوں نے کہا ہے کہ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ سے ہم شناخت کرنے کے بعد شناخت کرنے سے انکشاف حقیقت کے بعد حجاب صوری سے پناہ مانگتے ہیں۔

صاحب نفحات یہ بھی لکھتے ہیں کہ حسن ظن بلکہ صدق اعتقاد ایسی جماعت کی نسبت جیسی مثل شیخ احمد غزالی شیخ محمد فخر الدین عراقی۔ شیخ اوحد الدین کرمانی ہول رکھنا چاہیئے کہ انہوں نے صور حسی مقید میں جمال مطلق کا مشاہدہ کیا ہے اگر بعض بزرگوں نے ان کا انکار کیا ہے تو اس سے مقصود یہ تھا کہ دوسرے لوگ اس کو اپنا دستور نہ بنالیں اور اپنے حال کو ان پر قیاس نہ کریں۔ ان کے مریدان صاحب جمال و کمال بہت تھے انکے منجملہ شیخ صدر الدین علی یمنی ہیں جن کے میر سید قاسم تبریزی تربیت یافتہ تھے۔

آپ کا انتقال ۶۳۷ھ میں ہوا مرجام میں مدفون ہوئے شیخ زجد الدین اصفہانی بھی آپ کے

اصحاب خاص سے تھے جنکی مثنوی جام جم حکیم سنائی کے حدیقہ کی طرز پر لکھی گئی ہے اس مثنوی کے چند ابیات بطور نمونہ پیش ہیں ؎

اوحدی شصت سال سختی دید تا شبے روئے نیک بختی دید
از درون درمیاں بازارم از درون خلوتیست با یارم

شیخ اوحد الدین اصفہانی ۷۳۸ھ میں فوت ہوئے اور تبریز میں مدفون ہوئے لیکن شیخ اوحد الدین کرمانی کی کرامات و خوارق عادات بہت ہیں انکی وفات بزمانہ سلطنت ابوجعفر منصور جسکا لقب مستنصر باللہ تھا اور جو خلفائے بنی عباس سے تھا ۶۳۵ھ میں ہوئی رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر شریف

کاشف رمز عرش واقف سر فرش مقتدائے قوم شیخ نجیب الدین علی بزغش رحمۃ اللہ علیہ

بزرگان روزگار سے تھے۔ صاحب نفحات لکھتے ہیں وہ عالم و عارف و سرچشمہ علوم معارف تھے ان کے والد بڑے دولت مند تھے ملک شام سے شیراز آئے اور اسکو وطن بنالیا وہیں متاہل ہوئے ایک رات میں خواب دیکھا کہ حضرت امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ تشریف لائے ہیں لہذا جب لڑکا پیدا ہوا تو اس کا نام علی رکھا اور نجیب الدین لقب قرار دیا۔

صاحب نفحات لکھتے ہیں کہ وہ ابتدائے حال سے ہی فقراء سے محبت رکھتے تھے اور ان کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے ہرچند ان کے لئے انکے والد لباس فاخرہ پہناتے اور لذیذ سے لذیذ کھانے تیار کرتے مگر یہ اسطرف التفات نہ کرتے اور کہتے کہ میں عورتوں کا لباس اور نازک اندامی کا کھانا نہ کھاؤں گا۔ پشمیں کپڑے پہنتے اور بے تکلف کھانے کھاتے جب بڑے ہوئے تو خواب میں دیکھا کہ ایک بوڑھے شخص شیخ کبیر کے روضہ سے باہر آئے ہیں اور ان کے پیچھے اور چھ بوڑھے ایک راستہ پر سیدھے جا رہے ہیں۔ پہلے پیر نے انہیں دیکھا اور تبسم کیا اور ان کا ہاتھ آخری پیر کے ہاتھ میں دیدیا اور کہا یہ خدائے تعالیٰ کی تم کو امانت ہے۔ نیند سے بیدار ہونے کے بعد انہوں نے یہ خواب اپنے باپ سے بیان کیا باپ نے کہا کہ اس خواب کی تعبیر نہیں ہوسکتی شیخ ابراہیم کے پاس جو اس زمانہ کے مجانین عقلاء سے تھے کسی کو بھیجا کہ اس خواب کی تعبیر دیں۔ شیخ ابراہیم نے جب سنا

تو کہا کہ اس خواب کا دیکھنے والا بجز علی بن مرغش کے کوئی اور نہیں ہوگا اور کہا کہ وہ پیر اول شیخ کبیر ہیں اور دوسرے پیران کے پیروان طریقت ہیں آخری پیر ممکن ہے کہ زندہ ہو جنکے ذمہ علی بن مرغش کی تربیت کی گئی ہے چاہیئے کہ ان کو تلاش کیا جائے تا مقصود حاصل ہو اسکے بعد یہ اپنے والد سے اجازت لے کر حجاز روانہ ہوئے اور شیخ الشیوخ کی خدمت میں پہونچے اور پہچان لیا کہ یہ وہی شخص ہیں جن کو خواب میں دیکھا تھا حضرت شیخ کو بھی اسکی اطلاع تھی چنانچہ آپ نے وہ خواب من وعن سنایا بہرحال شیخ الشیوخ کی خدمت میں سالہا سال رہے یہانتک کہ آپ سے خرقۂ خلافت حاصل کیا اسکے بعد اجازت لے کر شیراز واپس ہوئے جہاں متاہل ہوئے خانقاہ بنائی اور رشد و ہدایت میں مصروف ہوئے۔

صاحب مراۃ الاسرار لکھتے ہیں کہ جس وقت شیخ نجیب الدین نے شیخ الشیوخ کی خدمت میں حاضر ہونے کے ارادہ سے بغداد روانہ ہوئے تو شیخ شمس الدین صفی جو مشائخ کبار سے تھے آپ کے رفیق سفر ہوئے اور شیخ الشیوخ کی دونوں نے صحبت اختیار کی۔ شیخ نجیب الدین کہتے ہیں کہ جب ہم شیراز واپس ہونے شیخ نے میرے لئے اجازت نامہ لباس خرقہ خلافت تحریر فرمایا اور شمس الدین کے لئے بھی لکھا اور چالیس ٹوپیاں عنایت فرمائیں بیس مجھے اور بیس شمس الدین کے لئے اور ہر ٹوپی پر شیراز کے ایک بزرگ کا نام لکھا اور فرمایا کہ جب شیراز پہونچو تو ہماری جانب سے نیابتاً جس جس کا نام ان ٹوپیوں پر لکھا ہوا ہے انکو پہنا دینا چنانچہ ہم نے ایسا ہی کیا۔ ان دو بزرگوں سے کئی لوگوں نے ہدایت پائی شیخ نجیب الدین علی برغش کو ایک فرزند تھا جسکا نام شیخ ظہیر الدین عبدالرحمٰن تھا جو اپنے والد بزرگوار کا خلف صدق اور خلیفہ تھا۔

صاحب نفحات لکھتے ہیں کہ جب انکی والدہ حاملہ ہوئیں تو شیخ الشیوخ نے انکے لئے اپنے خرقہ مبارک کا کپڑا روانہ کیا جب وہ پیدا ہوئے تو یہ کپڑا انہیں پہنایا گیا۔ یہ دنیا میں سب سے پہلا خرقہ تھا جسکو انہوں نے پہنا جب بڑے ہوئے تو اپنے والد ماجد کی خدمت میں مشغول ہوئے اور تربیت پائی یہانتک کہ مرتبہ کمال حاصل کیا اور انکی کرامات و خوارق عادات مشہور ہوگئیں ان کے کئی تصانیف ہیں۔ منجملہ انکے عوارف کا ترجمہ ہے ان کے کمالات کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ شیخ نور الدین عبدالصمد، شیخ عزیز الدین محمود کاشی اور شیخ کمال الدین عبدالرزاق کاشی جیسے عارفان کامل ان کے مرید تھے شیخ محمود کاشی نے بھی عوارف کا ترجمہ کیا جس کی نظیر نہیں ملتی۔ شیخ عبدالرزاق کاشی نے شیخ صدر الدین قونوی سے بھی خرقہ خلافت پہنا۔ شیخ عبدالرزاق اور شیخ علاء الدولہ سمنانی کے درمیان مسئلہ وحدت الوجود کے بارے میں مراسلت ہوئی یہ دونوں

مکاتیب نفحات میں مذکور ہیں الغرض ان کے سلسلہ میں کئی شاہبازان نکلے۔ شیخ نجیب الدین علی بزغش کی وفات بزمانہ سلطنت ابقاخاں بن چنگیزخاں ہلاکو بروز جمعہ ماہ شعبان میں ۶۷۸ھ میں واقع ہوئی شیراز میں مدفون ہوئے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ذکر شریف

مرہم خستگان جگرسوزی مروحہ نسیم عشق صبح خیزی حضرت شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کی کنیت ابوالقاسم ہے بزرگان روزگار اور عارفان نامدار سے تھے عالم ظاہر و باطن اور یگانہ وقت تھے۔ صاحب سیر العارفین لکھتے ہیں کہ آپ شیخ بدرالدین ابوسعید تبریزی کے مرید تھے انکی وفات کے بعد شیخ الشیوخ کے ہمراہ کعبہ کو جاتے جب معمر ہوگئے تو کعبہ کے راستے کے سفر میں کوئی توشہ سرد و خشک پسند نہ آیا شیخ جلال الدین نے ایک دیگ سر پر رکھ کر پاپیادہ محافہ کے ساتھ چلنے لگے کھانے کی جب ضرورت ہوتی تو گرم گرم کھانا آپ کے سامنے رکھدیتے شیخ اوحدالدین کرمانی کہتے ہیں کہ ایک روز شیخ جلال الدین تبریزی کے ساتھ کعبہ کے سفر میں مجھے رہنے کا اتفاق ہوا جب ہم سبز بنی الآم پہونچے تو راستہ دشوار گذار تھا اکثر لوگوں کے اونٹ مر گئے فقراء اور غرباء پاپیادہ ہو کر درماندہ ہو گئے۔ بنی الآم کے لوگ اونٹوں کا گلہ لے آئے ہر اونٹ کی بیس اشرفی قیمت بتائی جو دولت مند تھے انہوں نے اونٹ خریدا اور فقرا پریشان حال رہ گئے شیخ جلال الدین تبریزی نے تین بار اسم **یالطیف** پڑھا اور پھر دیگ میں ہاتھ ڈالا اور اشرفیوں سے بھرا ہوا ہاتھ باہر نکالا چنانچہ پانچسو اونٹ اس رقم سے خرید کر مستحقین میں انہوں نے تقسیم کر دیے اور خود پاپیادہ بیت اللہ پہونچے۔

وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ ایک وقت شیخ الشیوخ نے بہاء الدین ذکری کو نعمت سرفراز کر کے بجانب ہندوستان رخصت فرمایا شیخ جلال الدین کو ان سے بہت محبت تھی شیخ سے اجازت لے کر وہ بھی بہاء الدین ذکری کے ہمراہ روانہ ہوئے جب دونوں بزرگ نیشاپور پہونچے تو شیخ جلال الدین شہر کی سیر کے لئے نکلے اور حضرت فریدالدین عطار سے ملاقات کی جب اپنی منزل کو واپس آئے تو شیخ بہاء الدین ذکری نے پوچھا کہاں گئے تھے اور درویشوں میں کس کس کو دیکھا اور کیسی صحبت رہی جلال الدین نے کہا شیخ فریدالدین عطار کی خدمت

میں گیا تھا فرمایا یہ درویشان کہاں سے آتے ہیں میں نے عرض کیا کہ علاقہ بغداد سے آتے ہیں فرمایا مشغول بہ حق کون ہے میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ شیخ بہاؤالدین نے کہا یہ کیوں نہیں کہا کہ میں نے شیخ الشیوخ کو پایا۔

وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ شیخ فریدالدین عطار کی عظمت اور استغراق نے مجھے ایسا اپنا لیا کہ شیخ شہاب الدین سہروردی کی یاد باقی نہ رہی شیخ بہاؤالدین ذکریا کو یہ جملہ پسند نہ آیا اسکے بعد دونوں ایک دوسرے سے علحدہ ہوگئے۔ شیخ بہاؤالدین ملتان چلے گئے اور جلال الدین مختلف مقامات کی سیر کرتے ہوئے دہلی پہونچے سلطان شمس الدین التمش نے آپ کے بیشتر کمالات سنے تھے وہ خود استقبال کیلئے آیا جب قریب پہونچا تو گھوڑے سے اتر گیا اور شیخ جلال الدین سے ملنے کے بعد دونوں شہر کی جانب روانہ ہوئے شیخ نجم الدین صغریٰ کو جو شہر کے شیخ الاسلام تھے یہ بات پسند نہ آئی پوچھا کہ حضرت شیخ کو کونسا مکان دینا چاہیئے تو شیخ الاسلام نے اس مکان کی نشاندہی کی جو بادشاہ کے محل کے قریب تھا جس پر اجنہ کے اثرات تھے کوئی شخص وہاں ٹھہرنا پسند نہ کرتا تھا۔ شیخ نے بھی کشف باطن سے یہ بات معلوم کرلی اور خادم کو بھیجا کہ اس مکان کی کنجی لے آئے۔ کنجی لائی جانے کے بعد خادم سے کہا کہ تم جاؤ اور بلند آواز سے کہو کہ اے اجنہ جلال الدین پہونچ رہے ہیں تم باہر نکل جاؤ۔ خادم نے جب یہ پیام پہونچا دیا تو سب اجنہ بیک بار متفرق ہوگئے اور شیخ جلال الدین نے اس مکان میں سکونت اختیار کی دوسرے دن خواجہ قطب الدین کاکی سے ملنے کے لئے نکلے خواجہ نے صفائے باطن سے معلوم کرکے استقبال کیا اور شیخ کو اپنے مکان لے گئے۔ خواجہ صاحب کے مکان میں درویشوں کی ایک جماعت تھی اور وہ سماع میں مشغول تھے مجلس گرم تھی وہ جمعہ کی رات تھی اس رات میں اور نماز جمعہ تک دونوں بزرگ ہم صحبت رہے۔

صاحب نفحات لکھتے ہیں کہ شیخ جلال الدین تبریزی بڑے عابد و زاہد تھے ہمیشہ صفائی باطن کی کوشش میں رہتے۔ عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھتے آپ نے ایک حسین و جمیل ترک غلام خریدا تھا جو خوبصورتی میں اپنی نظیر نہ رکھتا تھا۔ نے خوب بجاتا تھا شیخ اسکو بہت چاہتے تھے۔ بہار کا موسم تھا شیخ حسب عادت نماز فجر سے فارغ ہوکر صحن خانہ میں تکیہ کے سہارے لیٹے ہوئے تھے وہ غلام آپ کے پاؤں دبا رہا تھا اتفاقاً نجم الدین صغریٰ نماز فجر کی امامت کے لئے سلطان کے سامنے آئے تھے انہوں نے گھر کی چھت سے سلطان کو بتایا اور کہا کہ ایسے افراد کے لوگ معتقد ہو رہے ہیں نماز فجر بھی

ابھی نہیں پڑھی اور اس خوبصورت غلام سے مشغول ہیں۔ شیخ نے کشف باطن سے یہ بات معلوم کرلی اور بلند آواز سے فرمایا اے نجم الدین اگر پہلے دیکھتے تو اس غلام کو آغوش میں دیکھتے۔ سلطان بہت شرمندہ ہوا اور شیخ نجم الدین سے اعراض کرنے لگا۔ اس سے ان کی خصومت اور بڑھ گئی۔ اور شیخ جلال الدین پر ایک مطربہ کیساتھ زنا کی تہمت لگائی۔ مختصر یہ کہ کاملین کی مجلس میں مثل شیخ بہاؤالدین ذکریا، شیخ حمید الدین تھے۔ اسکو رسوائی ہوئی اور اس افترا پردازی پر سلطان نے منصب شیخ الاسلام سے معزول کردیا اور شیخ بہاؤالدین ذکریا کو اسکی جگہ شیخ الاسلام مقرر کیا اسکے بعد شیخ جلال الدین بدایوں کی جانب متوجہ ہوئے ایک روز بدایوں کے نزدیک اپنے دوستوں کے ساتھ لب دریا بیٹھے ہوئے تھے یکایک اٹھے اور کہا کہ آؤ نجم الدین صغریٰ کی نماز جنازہ پڑھیں کہ اس وقت دہلی میں ان کا انتقال ہوا ہے اگرچہ کہ وہ تہمت لگانے سے میں شہر کے باہر نکل گیا۔ لیکن وہ میرے پیر کی برکت سے دنیا سے نکلے۔ جب تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ اسی وقت ان کا انتقال ہوا تھا۔ شیخ جلال الدین پھر بدایوں سے بنگالہ کی جانب متوجہ ہوئے وہاں کے لوگ جوق در جوق آپ کے مرید ہوئے شیخ وہاں سے بندر گئے جسکو دیو محل کہتے ہیں کفار نے زیارت کے بیچوں بیچ ایک بت خانہ بنایا تھا اس جگہ آپ قیام پذیر ہوئے اب اس بت خانہ میں شیخ کا مقبرہ ہے۔ بندر کی نصف آمدنی آپ کے آستانہ کے لئے مقرر ہے۔ ملک بنگالہ میں جہاں شیخ تشریف فرما تھے اس کو ناواقفیت کی بناء پر شمس الدین تبریزی سے موسوم کرتے ہیں آپ کا سن ولادت نظر سے نہیں گذرا لیکن آپ بہاؤالدین ذکریا کے ہم عصر تھے رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر شریف

دیار گردش دوری ثانی سفیان ثوری عارف بے ریا قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام محمد بن عبداللہ محمود بخاری ہے علوم ظاہری و باطنی سے جامع تھے۔ ذوق سماع بہت غالب تھا صاحب سیر العارفین لکھتے ہیں کہ آپ کے والد سلطان معز الدین سام کے زمانہ میں بخارا سے دہلی آئے اور داخل رحمت الٰہی ہوئے۔ ان کو ناگور کی قضاوت دی گئی تھی۔ تین سال تک منصب قضاوت پر رہے ایک رات

میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ اپنی جانب بلا رہے ہیں علی الصباح ترک و تجرید کے بعد مسافرت اختیار کی۔ بغداد پہونچے اور حضرت شیخ الشیوخ کے مرید ہوئے ایک سال آپکی خدمت میں رہ کر تربیت اور خرقہ خلافت حاصل کیا اس زمانے میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی بھی بغداد میں تھے آپ سے بعد محبت ہوگئی پھر وہاں سے مکہ معظمہ کی جانب متوجہ ہوئے وہاں سے مدینہ منورہ آئے۔ کئی اولیائے کبار کو پایا تھا۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ ایک روز قاضی حمید الدین ناگوری نے ایک بزرگ کو دیکھا کہ بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں یہ بھی ان بزرگ کے پیچھے طواف کعبہ میں مشغول ہوگئے تبرکاً ان کے قدم بر قدم چلنے لگے وہ بزرگ اس حال سے مطلع ہوئے اور کہا اے حمید الدین ظاہری متابعت بہت آسان ہے اسکی متابعت کرو جو مجھے طواف میں میسر ہے پوچھا وہ کیا ہے فرمایا ہر قدم پہ قرآن ختم کر رہا ہوں ان کے دل میں یہ خطرہ گذرا کہ یہ معانی قرآن ہونگے وہ بزرگ اس خطرہ سے واقف ہوئے اور فرمایا ملفوظاً لا موہوماً۔

الغرض اس طرح بزرگوں سے ملتے ہوئے اور پھرتے پھراتے سلطان شمس الدین التمش کے عہد حکومت میں دہلی پہونچے اور اس کے بعد خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی صحبت میں باقی عمر گذار دی چنانچہ ان دو بزرگوں کی مزارات بھی ایک جگہ واقع ہیں۔

صاحب اخبار الاخیار لکھتے ہیں کہ آپ خواجہ قطب الدین کاکی کے مصاحب خاص تھے اگرچہ ان کا سلسلہ سہروردی تھا لیکن ان پر وجد و سماع کا غلبہ تھا۔ علمائے ظاہر نے غیاب میں ایک محضر تیار کیا زاں بعد سلطان المشائخ نے یہ سلسلہ جاری رکھا بہ زمانہ سلطان غیاث الدین تغلق آپ کے خلاف بھی محضر تیار ہوا۔ اسکی تفصیل سلطان المشائخ کے ذکر میں تفصیل سے آئے گی۔ القصہ سید میر اشرف جہانگیر سمنانی لطائف اشرفی میں لکھتے ہیں کہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے حمید الدین ناگوری کو خرقہ خلافت دیا تھا یہ وجد اور ذوق سماع اسی باعث تھا۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ حمید الدین ناگوری کا کلام نہایت لطیف ہوتا زیادہ تر لطائف و ظرائف میں گفتگو فرماتے۔

ایک روز شیخ اکبر خوارزمی جو علمائے کبار سے تھے اور مولانا بہاؤ الدین و برہان الدین بلخی عراق گھوڑوں پر سوار تھے قاضی حمید الدین اونٹ پر سوار تھے اور سب مل کر جا رہے تھے شیخ کبیر نے تبسم فرمایا اور قاضی حمید الدین سے کہا کہ آپ کا مرکب بہت چھوٹا ہے قاضی صاحب نے کہا اگرچہ صغیر ہے مگر کبیر سے بہتر ہے۔ یہ بھی سلطان المشائخ لکھتے ہیں کہ سلطان شمس الدین التمش کے زمانہ میں ایک

درویش کے مکان میں مجلس تھی چنانچہ حضرت خواجہ قطب الدین کاکی اور قاضی حمید الدین ناگوری اور دوسرے بزرگ اس مجلس میں تھے درویشان سماع میں مشغول ہوئے شیخ علی نے شور مچایا اور خواجہ قطب الدین سے کہا مولانا رکن الدین سمرقندی طالب علموں اور خدمت گاروں کے ساتھ آئے ہوئے ہیں تاکہ درویشوں پر شرعی حد نافذ کریں اور سماع سے روکیں۔ قاضی حمید الدین نے صاحب خانہ کو طلب کیا اور کہا کہ جاؤ اور کسی گوشہ میں چھپ جاؤ ہر چند تم کو بلایا جائے تم حاضر نہ ہونا اگر وہ صاحب خانہ کے بغیر اجازت اندر داخل ہو تو پہلے ہمارا اسی سے مواخذہ ہوگا۔ یہ کہا اور سماع میں مشغول ہو گئے مولانا مذکور دروازہ پر پہونچے اور صاحب خانہ کو طلب کیا لیکن وہ حاضر نہ ہوئے مجبوراً مولانا واپس ہو گئے۔

فوائد الفواد میں ہے کہ شیخ فرید الدین گنجشکر سے آپ کو کمال محبت تھی ایک روز حضرت گنج شکر کو سماع سننے کا شوق ہوا قوالوں کو حاضر کیا گیا۔ حضرت گنج شکر نے شیخ بدر الدین اسحاق سے کہا کہ قاضی حمید الدین ناگوری نے مجھے ایک مکتوب لکھا تھا وہ مکتوب لاؤ اور کھڑے ہو کر سناؤ جب پڑھا گیا تو شیخ وجد میں آئے اور ذوق پیدا ہوا مختصر یہ کہ قاضی حمید الدین کے تصانیف حقائق میں بہت ہیں ازاں جملہ طوالع الشموس اور شرح نودونہ اسم وغیرہ ہیں۔ شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی سے منقول ہے کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی وفات کے بعد دہلی میں بارش رک گئی غلہ بہت گراں ہو گیا۔ اکثر لوگ ہلاک ہو گئے۔ سلطان شمس الدین التمش نے قاضی حمید الدین اور دیگر بزرگوں کی خدمت میں معروضہ کیا کہ وہ توجہ کریں تاکہ باران رحمت کا نزول ہو قاضی صاحب نے جواب دیا کہ مجلس سماع آراستہ کرو کہ درویشان ذوق سماع میں مشغول ہوں اور حق تعالیٰ باران رحمت بھیجے۔ سلطان نے ایسا ہی کیا جب مجلس سماع گرم ہوئی بارش شروع ہوئی۔

سلطان المشائخ یہ بھی لکھتے ہیں کہ قاضی صاحب باوجود ان کمالات صوری و معنوی کے کسی کو مرید نہ کرتے تھے صرف تین اشخاص کو ارادت میں قبول کیا۔ آپ کے ایک فرزند بھی تھے جن کا نام صبیح الدین تھا۔ والد کے بعد سجادہ ہوئے اور سلسلہ رشد و ہدایت شروع کیا۔ سلطان المشائخ لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے بعد قاضی دس سال تک زندہ رہے آپ کی وفات پانچویں رمضان کو ہوئی نماز تراویح و وتر کے بعد سر سجدہ میں رکھا اور جان بحق تسلیم ہوئے سنہ ۶۴۰ھ میں بزمانہ سلطنت ناصر الدین بن شمس الدین التمش دار الخلافہ دہلی میں وفات پائی حسب وصیت مرقد خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے پائین میں مدفون ہوئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

شہسوار چوگان عشق بازی طوطی گلستان نغمہ پردازی بابائے عاشقاں
شیخ شرف الدین مصلح الدین بن عبداللہ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ

آپ افاضل صوفیہ سے تھے صاحب حال قوی و شوق بلند تھے علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے اس طایفہ کے آداب سے کامل حصہ پایا تھا۔

صاحب نفحات لکھتے ہیں ابتدائے حال میں آپ نے روضہ شیخ عبداللہ خفیف کی مجاورت اختیار کی تھی بہت سفر کیا اور کئی بار پیادہ حج کئے۔ بت خانہ سومنات کے بڑے بت کو توڑا یہ بت خانہ ہندوستان میں واقع ہے کئی مشائخین کبار سے ملاقات کی۔ شیخ الشیوخ کی صحبت میں پہونچکر انکے ساتھ ایک کشتی میں سفر کیا ان کی خدمت میں آپ کو بہت عقیدت تھی جیسا کہ وہ خود فرماتے ہیں۔

مرا پیر دانائے شیخ شہاب ؎ دو چیز اند فرمودہ بر روئے آب
یکے آنکہ بر خویش خود بیں مباش ؎ دوم آنکہ بر غیر بد بیں مباش

کہتے ہیں کہ شیخ سعدی ابتدائے حال میں شیخ فریدالدین عطار سے ملنے کے لئے نیشاپور گئے شیخ مذکور نے ان کو اپنے روبرو بلایا اور فرمایا کہ اثنائے راہ میں تم ایک اہل دنیا کے ساتھ رہے اور ان کی بہت تعریف کی اس جرم کے سبب سے میں تم کو اپنے سامنے نہ بلاؤں گا۔ شیخ سعدی چھ مہینوں کے بعد پھر گئے اور چاہا کہ ان کے دست مبارک کو چومیں۔ شیخ فریدالدین آستین میں ہاتھ کرکے انکے ہاتھ پر رکھا اور شیخ سعدی نے آستین پر بوسہ دیا۔ شیخ فریدالدین عطار نے آستین کے جس حصہ پر شیخ سعدی کا منہ لگا تھا کتر دیا اور فرمایا کہ بادشاہوں کی صحبت سے اسقدر میل تمہارے باطن میں اثر انداز ہو گیا تھا میں نے اسکو کاٹ دیا اور پاک کر دیا۔ کہتے ہیں کہ شیخ سعدی بیت المقدس۔ بلاد شام میں مدت دراز تک سقائی کر کے لوگوں کو پانی پلایا کرتے تھے یہاں تک کہ حضرت خضر علیہ السلام تک پہونچے اور آب زلال سے انکو سیراب کیا کہتے ہیں کہ یہ تمام مقبولیت اسی وجہ سے تھی۔ شیخ نصیرالدین چراغ دہلوی خیر المجالس میں فرماتے ہیں کہ امیر خسرو دہلوی اور امیر حسن شاعر نے بہت چاہا کہ شیخ سعدی کی طرز پر اشعار کہیں۔ لیکن وہ بات حاصل نہیں ہوئی۔ سعدی نے

جو کچھ کہا وہ سرِ حال سے کہا۔

نفحات میں ہے کہ ایک دفعہ ایک اکابر سادات سے انکی ہم کلامی ہوئی ان شریف علوی نے حضرت علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ عتاب کیا جب وہ بیدار ہوئے سعدی کے سامنے آئے اور عذر خواہی کی وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ مشائخین میں سے ایک صاحب آپ کے منکر تھے ایک رات میں دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھلے ہوئے ہیں اور فرشتے نور کے طبق لے کر اتر رہے ہیں انہوں نے پوچھا کہ یہ کیلئے ہے فرشتوں نے کہا یہ سعدی شیرازی کے لئے ہے ان کی ایک بیت مقبول درگاہ حضرت سبحانہ تعالیٰ ہوگئی وہ بیت یہ ہے ؎

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ٭ ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

وہ صاحب جب بیدار ہوئے تو رات ہی میں شیخ سعدی کے گھر کے دروازہ پر پہونچے تاکہ ان کو خوشخبری دیں دیکھا کہ ایک چراغ جلا کر اپنے آپ میں گنگنا رہے ہیں جب کان لگا کر سنا تو وہی بیت گنگنا رہے تھے۔ آپ کے کمالات آپ کی تصنیفات سے ظاہر ہیں آپ نے طویل عمر پائی تھی آپکی وفات جمعہ کی رات میں شوال ۶۹۱ھ میں واقع ہوئی بقعہ شیراز میں مدفون ہوئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

قدوۂ دین، افضل المتقدمین، مستور زماں بابا شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شیخ الشیوخ کے خلفائے اکمل سے تھے پہلے زمانے میں دکن تشریف لائے اور حوالی حیدرآباد میں ایک پہاڑ کی چوٹی پہ جو بلدہ سے چار کوس کے فاصلہ پر واقع ہے سکونت اختیار کی۔ اس زمانے میں بلدہ مذکور ایک قریہ کے مانند تھا اور اسکو بھاگ نگر پکارا جاتا تھا کہتے ہیں کہ کچھ مدت کے بعد اس قریہ نے بلدہ کی شکل اختیار کی جسکو سلاطین قطب شاہیہ نے بنایا۔ حضرت بابا شرف الدین متقدمین مشائخ سے ہیں۔ تا حال آپ کا مزار مقدس آداب گاہ خلائق ہے۔ چند سال سے بروز عرس جو لوگوں کا اجتماع ہونے لگا ہے۔ عجیب جائے باصفا ہے۔ فقیر عاصی بھی ایک مرتبہ عرس میں حاضر ہو کر فیض دولت

فاتحہ اور آستانہ بوسی سے فائز ہوا آپ کی وفات کا سن بوجہ قدامت زمانہ اور عدم شہرت نظر سے نہیں گذرا تاریخ وفات انیسویں شعبان مقرر ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۔

ذکر شریف

ساغر پیمانہ و ساقی، مرد واصل جانانہ باقی مست توحید دین شیخ فخر الدین عراقی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

آپ کے والد کا نام ابراہیم العراقی تھا اس گروہ کے اکابر اور بے باکان روزگار سے تھے ۔ مغلوب العشق تھے آپ کے کمالات آپ کی تصانیف سے ظاہر ہیں خصوصاً در لمعات جو نور سے معمور ہے ۔

صاحب سیر العارفین لکھتے ہیں کہ آپ شیخ الشیوخ کے خواہر زادہ اور شیخ بہاء الدین ذکریا کے خلیفہ تھے ۔ صاحب نفحات اور لطائف اشرفی لکھتے ہیں کہ وہ نواح ہمدان کے رہنے والے تھے کم سنی میں قرآن حفظ کر لیا اسکے بعد تحصیل علوم میں مشغول ہوئے سترہ سال کی عمر میں ہمدان کے ایک مدرسہ میں مشہور ہوئے ایک دن قلندروں کی ایک جماعت ہمدان پہونچی ان کے ساتھ ایک حسین و جمیل لڑکا تھا ۔ ان پر عشق غالب تھا بمجرد اسکو دیکھنے کے اسکے طالب ہو گئے جب تک ان قلندروں کی جماعت ہمدان میں رہی یہ ان کے ساتھ رہے اور جب ہمدان سے وہ رخصت ہوئے تو ان کے پیچھے یہ بھی روانہ ہوئے چونکہ ان کی صحبت کے لئے موافقت شرط تھی انہوں نے اپنے سر اور داڑھی کو ترشوا لیا ان کے ہم رنگ ہو گئے اور ان کے ہمراہ ہندوستان آئے شہر ملتان میں شیخ بہاء الدین ذکریا کی صحبت ملی تو شیخ کی خدمت کی آرزو پیدا ہوئی شیخ نے بھی تصرف سے قلندروں کی صحبت سے ان کو جدا کر دیا اور ارادت کے بعد خلوت میں بٹھا دیا ایک ہفتہ گذرا تھا کہ ان پر وجد کی حالت طاری ہوئی اور غلبۂ حال میں یہ غزل ترنم سے پڑھنے لگے جسکا یہ مطلع ہے ؎

نخستیں بادہ کاندر جام کردند ۔۔ ز چشم مست ساقی دام کردند

یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے جب بعض لوگوں نے سنا تو بطور انکار یہ واقعہ شیخ کے گوش گذار کیا کہ اس خاندان کے مشرب کے خلاف یہ غزلیات پڑھ رہے ہیں اور نعرے مارتے ہیں ۔ مشرب سہروردیہ میں بجز مراقبہ کے کوئی اور بات نہیں ہوتی ۔ شیخ نے فرمایا تم کو ان باتوں کی ممانعت ہے

فخر الدین کے لئے ممانعت نہیں ہے چند روز کے بعد شیخ کے مقربین سے ایک شخص نے جو خرابات کے پیچھے سے گذر رہا تھا کسی کو خرابات میں یہ غزل پڑھتے ہوئے سنا۔ شیخ کے پاس حاضر ہو کر اس نے صورت حال بیان کی جب اس بیت پر پہونچا ؎

چوں خود کردند راز خویشتن فاش ٭ عراقی را چرا بدنام کردند

شیخ نے فرمایا کہ اس کا کام پورا ہو گیا اور اٹھ کر عراقی کے خلوت کے دروازہ پر آئے اور کہا عراقی خرابات میں مناجات کر رہا ہے عراقی باہر نکلے اور شیخ کے قدم پر سر رکھ دیا۔ شیخ نے اپنے ہاتھ سے ان کے سر کو مٹی پر سے اٹھایا اور اپنا خرقہ پہنایا اور اپنی لڑکی سے انکا عقد کر دیا جسکے بطن سے کبیر الدین پیدا ہوئے عراقی پچیس سال تک شیخ کی خدمت میں رہے جب شیخ کی وفات قریب ہوئی ان کو طلب کر کے اپنا خلیفہ بنایا اور جوار رحمت حق میں داخل ہوئے جب دوسروں نے انکی طرف شیخ کا التفات دیکھا تو بادشاہ وقت سے بے حد شکایت کی کہ عراقی اکثر و بیشتر خوبان صاحب جمال کے ساتھ رہتے ہیں۔ شیخ کی خلافت کے وہ مستحق نہیں ہو سکتے۔ جب عراقی نے یہ بات سنی تو سب سے دست کشی اختیار کی اور حرمین کا رخ کیا زیارت سے فارغ ہونے کے بعد بجانب روم روانہ ہوئے شیخ صدر الدین قونوی کی صحبت اختیار کی ان سے تربیت پائی اور فصوص پڑھا اور کتاب لمعات لکھا جب یہ کتاب مکمل ہو گئی تو شیخ صدر الدین کے ملاحظہ میں پیش کیا شیخ نے پسند کیا اور تعریف کی اور اسی وجہ سے معین الدین پروانہ جو روم کے امراء سے تھے شیخ عراقی کے مرید اور معتقد ہو گئے اور ایک خانقاہ بھی بنا دی۔ یہ ہر روز شیخ سے ملنے کے لئے آیا کرتے تھے ایک روز شیخ کی خدمت میں زر تحفے لیکر حاضر ہوئے اور نہایت عجز و نیاز مندی سے عرض کیا کہ حضرت مجھ سے کوئی کام نہیں لیتے اور نہ میری جانب التفات فرماتے ہیں شیخ ہنسے اور فرمایا اے امیر ہم کو سیم و زر سے فریفتہ نہیں کیا جا سکتا کسی کو بھیج کر قوال کو ہمارے پاس بھیج دے۔ حسن قوال حسین و جمیل تھا ایک جماعت اسکی گرفتار تھی جب امیر کو شیخ کا اس کی طرف التفات معلوم ہوا اسی کے ذریعہ اس کو بلا بھیجا جب اس کو اسکے عاشقوں کے غول سے لایا گیا تو شیخ نے امیر اور تمام اکابر کے ساتھ اسکا استقبال کیا جب وہ نزدیک آیا تو شیخ نے اسکو سلام کیا۔ اور لپٹا لیا پھر شربت منگوایا اور اسکو اور اسکے ہمراہیوں کو دیا وہاں سے شیخ خانقاہ گئے اور سماع شروع ہوا۔ شیخ نے اس وقت یہ غزل کہی ؎

ساز طرب عشق کہ داند کہ چہ ساز است ٭ کز زخمۂ او نہ فلک اندر تگ و تازند

بہت دیر کے بعد حسین قوال نے اجازت چاہی اور اپنے مقام کو واپس ہوا۔ جب امیر کا انتقال ہوا شیخ روم سے مصر چلے گئے وہاں سلطان مصر سے ملاقات کا اتفاق ہوا۔ سلطان شیخ کا مرید ہو گیا اور اس سے بازار میں بے تکلفی رہتی تھی ایک روز کفش گروں کے بازار سے گذر رہے تھے شیخ کی نظر ایک کفش گر کے لڑکے پر پڑی اور یہ اسکے فریفتہ ہو گئے کفش گر کے روبرو جا کر سلام کیا اور پوچھا کہ یہ کس کا لڑکا ہے کفش گر نے کہا کہ میرا لڑکا ہے شیخ نے لڑکے کے لبوں کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ظلم ہوگا کہ ایسے لب و دندان گدھے کے چمڑے کے مصاحب ہوں۔ کفش گر نے کہا کہ ہم غریب لوگ ہیں ہمارا یہ پیشہ ہے گدھے کے چمڑے کو دانتوں سے پکڑنا پڑتا ہے شیخ نے کہا کہ میں روزآنہ آٹھ درہم دیا کروں گا اس سے یہ کام نہ لیا جائے چنانچہ ہر روز شیخ اپنے اصحاب کے ساتھ اس کی دوکان پر جا کر بیٹھا کرتے اور نہایت اطمینان سے اس لڑکے کو دیکھتے رہتے اور اشعار پڑھتے اور روتے رقیبوں نے سلطان کو اسکی اطلاع دی سلطان نے پوچھا کہ شیخ دن میں یا رات میں اس لڑکے کو اپنے ساتھ لیجایا کرتے ہیں انہوں نے کہا نہیں پھر پوچھا کیا دوکان میں اس سے تنہائی میں ملتے ہیں پھر انہوں نے نفی میں جواب دیا سلطان نے دوات اور قلم منگا کر کہا کہ ہر روز پانچ دینار شیخ کو اضافہ دئے جائیں دوسرے روز شیخ کی سلطان سے ملاقات ہوئی سلطان نے کہا کہ یہ سننے میں آیا ہے کہ کفش گر کے لڑکے پر شیخ کی نظر پڑی ہے اگر شیخ چاہیں تو وہ لڑکا خانقاہ کو آ سکتا ہے شیخ نے فرمایا ہم کو اسکے مطیع و منقاد ہونا چاہئیے ہم اپنا حکم اس پر نہیں چلا سکتے اسکے بعد شیخ نے مصر سے روم جانے کا ارادہ کیا سلطان مصر نے سلطان شام کو لکھا کہ تمام علماء اور مشائخ اور اکابر کے ساتھ شیخ کا استقبال کیا جائے چنانچہ یہ سب آپ کے استقبال کے لئے آئے بادشاہ کا لڑکا نہایت حسین تھا جب شیخ کی نظر اس پر پڑی تو بے اختیار اسکے قدموں پر اپنا سر رکھدیا لڑکا بھی شیخ کے قدموں پر اپنا سر رکھدیا بادشاہ نے بھی اپنے لڑکے کی موافقت میں شیخ کے قدموں پر سر رکھا دمشق والوں کے دلوں میں اس واقعہ سے انکار پیدا ہو گیا لیکن بیان کرنے کی مجال نہ تھی۔ شیخ نے دمشق کو اپنا مقام بنا کر چھ ماہ نہ گذرے تھے کہ شیخ کے فرزند کبیر الدین ملتان سے آئے اور ایک عرصہ تک اپنے والد کی خدمت میں رہے اسکے بعد شیخ کو آگاہی ہوئی کہ موت قریب آ چکی ہے اپنے لڑکے کو اصحاب

کے ساتھ بلایا اور وصیت کی اور رحلت کیا شیخ کی وفات ۲۰ ذیقعدہ ۶۸۸ھ میں بزمانہ سلطنت ملک ظاہر واقع ہوئی۔ شیخ کی قبر شیخ اکبر کی مرقد کے بازو صالحیہ دمشق میں ہے اور شیخ کے فرزند کی قبر بھی اپنے والد کے پہلو میں واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۔

ذکر شریف

بخدام غوث جمشید جام مطلوب قبلۂ زماں شیخ صلاح الدین المعروف بہ زرکوب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

بزرگان روزگار سے تھے۔ مقبول خاص و عام تھے سید برہان الدین محقق ترمذی کے محبوب ترین مرید تھے چنانچہ سید موصوف ان کے حق میں فرماتے کہ " عالم سید صلاح الدین بخشیدم و قال را بہ مولوی روم " سید برہان الدین محقق ترمذی کی وفات کے بعد مولوی روم کی صحبت اختیار کی۔

صاحب نفحات کہتے ہیں کہ ایک روز مولوی زرکوبوں کی دوکان پر سے گذرے آواز ضرب سے آپ پر غلبہ حال ہوا اور گر پڑے شیخ صلاح الدین نے بالہام باطن دوکان سے باہر کود پڑے اور مولوی کے قدم پر سر رکھدیا اور مولوی کو تھام لیا۔ مولوی نماز پیشیں سے دوسری نماز تک سماع میں رہے اور یہ غزل کہی ؎

یکے گنجے پدید آمد دریں دوکان زرکوبی ؎ زہے صورت زہے معنیٰ زہے خوبی زہے خوبی

شیخ صلاح الدین نے دوکان لٹا دی اور دوکان سے آزاد ہو کر مولوی کی صحبت اختیار کی۔

مولوی کو شیخ صلاح الدین کے ساتھ جیسے عشق تھا اسی طرح ان سے پیش آنے لگے دس سال تک باہم موافقت و مصاحبت رہی ایک روز مولوی سے سوال کیا کہ عارف کون ہے کہا کہ تم خاموش رہیں اور وہ تمہارا راز بیان کر دے کہتے ہیں کہ جب سلطان ولد درجہ بلوغ کو پہونچے تو مولانا نے شیخ صلاح الدین کی لڑکی کا ان سے عقد کر دیا جن سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ شیخ صلاح الدین قونیہ میں بجوار روضہ مولانا بہاء الدین ولد مدفون ہیں ان کی وفات غرہ محرم ۶۵۶ھ میں واقع ہوئی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۔

ذکر شریف

واقف سرّ شرفی کاشف رمز عربی یا شیخ وقت شیخ حسام الدین چلبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا نام حسن بن محمد بن اخی ترک ہے۔

صاحب نفحات فرماتے ہیں کہ جب شیخ صلاح الدین محمد جوار رحمت حق میں پہونچے تو مولوی کی عنایت اور خلافت حسام الدین کو منتقل ہوئی۔ نظم مثنوی کے بھی یہ محرک تھے یعنی جب حسام الدین چلبی نے اصحاب کا میلان۔ الٰہی نامہ حکیم سنائی اور منطق الطیر شیخ فرید الدین عطار کی جانب دیکھا تو مولوی سے درخواست کیا کہ اسرار غزلیات بہت ہوچکے ہیں اگر بطرز الٰہی نامہ اور منطق الطیر کتاب منظوم کیجائے تو دوستوں کے لئے یادگار ہوگی۔ مولوی نے فی الحال دستار سے ایک کاغذ حسام الدین چلبی کے ہاتھ میں دیا جس میں آغاز مثنوی شریف کے اٹھارہ بیت لکھے ہوئے تھے جو ؎ بشنو از نے چوں حکایت می کند، کی بیت سے شروع ہوکر ؎ پس سخن کوتاہ باید والسلام۔ تک تھے اسکے بعد مولوی نے حسام الدین سے کہا کہ تمہارے دل کا یہ داعیہ ظاہر ہونے کے پیشتر ہی عالم غیب نے میرے دل میں القا کیا تھا اس قسم کی کتاب نظم کی جائے پس نہایت اہتمام سے مولوی نے مثنوی لکھی۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ اول شب سے طلوع آفتاب تک مولوی املا کرتے اور حسام الدین دوات قلم سے لکھتے اسکے بعد بآواز بلند مولانا کو پڑھ کر سناتے جب مجلد اول تمام ہوئی حرم چلپی حسام الدین کا انتقال ہوگیا جسکے باعث درمیان میں وقفہ پڑگیا دو سال کے بعد چلپی حسام الدین مولانا کی خدمت میں بکمال نیازمندی بقیہ مثنوی کی استدعا کی جیسا کہ دفتر ثانی میں اس جانب مولانا نے یہ کہکر اشارہ فرمایا ہے ؎

مدتے ایں مثنوی تاخیر شد   مہلتے بایست تا خوں شیر شد

اسکے بعد آخر کتاب تک مولوی فرماتے تھے اور حسام الدین لکھتے جاتے تھے۔ ایک روز حسام الدین نے کہا جس وقت کہ اصحاب مثنوی پڑھتے ہیں اہل تصور اس کے نور میں مستغرق ہوجاتے ہیں میں نے دیکھا کہ مردانِ غیب کی ایک جماعت ہاتھوں میں تلواریں لی ہوئی ہے اور یہ کہہ رہے ہیں کہ جو اخلاص سے مثنوی قبول نہ کرے تو اس کے ایمان کی جڑ اسکے دین کی شاخوں سے کاٹ ڈالیں گے

اور کھینچتے ہوئے اسکو دوزخ میں لے جائیں گے مولوی نے فرمایا تم نے جیسا دیکھا ویسا ہی کہا ہے اور کہا ؎

دشمن ایں حرف دایم در نظر ؎ شد ممثل سرنگوں اندر سقر
اے حسام الدین تو دیدی حال او ؎ حق نمودست پاسخ افعال او

الحاصل اکثر جگہ مولوی نے مثنوی میں حسام الدین کو مخاطب کیا ہے اور ہر دفتر کو انکے نام سے شروع کیا ہے۔ ان کے کمالات کا اندازہ اسی سے کیا جا سکتا ہے کہ مولوی کی وفات کے بعد ان کی جگہ مسند ارشاد پر بیٹھے ان کی وفات کی تاریخ بائیس شعبان ۶۸۳ھ ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

عارف سرِ صمد کاشف رمز احد پہلوان وقت عارف ربانی سلطان بہاء الدین ولد ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا نام بہاء الدین بن جلال الدین بن بہاء الدین سلطان العلماء ہے لقب سلطان ولد ہے۔ مولانا روم کے محبوب ترین فرزند تھے۔

صاحب نفحات لکھتے ہیں کہ سید برہان الدین محقق اور مولانا شمس الدین تبریزی کی خدمت نے ان کو شائستہ کر دیا تھا اور شیخ صلاح الدین سے جو انکے خسر تھے ان کو بڑی عقیدت تھی اور گیارہ سال تک حسام الدین چلپی اپنے والد کے خلیفہ اور قائم مقام کی حیثیت پیش آتے رہے کئی سال تک اپنے والد کا کلام بزبان فصیح بیان کرتے رہے آپکی بھی بروزن حدیقہ حکیم سنائی ایک مثنوی ہے جس میں بہت سارے معارف بیان کئے ہیں۔ بارہا حضرت مولانا نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ أنت أشبه الناس بي وخلقا۔ کہتے ہیں کہ اپنے مدرسہ کی دیوار پر مولانا نے لکھ دیا کہ بہاء الدین نیک بخت ہے۔ اچھا جئیے گا اور اچھا مرے گا۔ کہتے ہیں کہ ایک روز از راہ مہربانی فرمایا کہ اے بہاء الدین اس عالم میں میرا آنا تیرے ظہور کے لئے ہوا۔

صاحب نفحات کہتے ہیں کہ ایک روز مولانا نے ان سے کہا کہ مولانا شمس الدین کی طلب میں دمشق جاؤ

اور اس قدر سیم و زر اپنے ساتھ میرے جوتے میں رکھ کر لے جاؤ اور پھر اس جوتے کو روم کی طرف لوٹا دو جب دمشق پہونچو تو وہاں صالحیہ میں مکان ہے وہاں جاؤ۔ وہاں ان کو ایک عیسائی کے لڑکے کے ساتھ شطرنج کھیلتے ہوئے پاؤگے ہرگز یہ دیکھ کر انکار نہ کرنا کہ وہ لڑکا اسی طائفہ سے ہے لیکن خود کو نہیں جانتا اور چاہتا ہے کہ خود کو شناسا کرے جب سلطان ولد دمشق کی جانب گئے تو مولانا شمس الدین کو اسی جگہ جیسی نشاندہی کی گئی تھی پایا۔ آپ اس لڑکے سے شطرنج کھیل رہے تھے اپنے ہمراہیوں کی جماعت کے ساتھ آپ کے آگے سر رکھدیا۔ اس لڑکے نے جب دیکھا کہ آپ بزرگ ہیں ننگے سر ہوکر ایمان لایا۔ اور استدعا کی جو کچھ نعمت ہے اس سے سرفراز کرے۔ مولانا نے فرمایا فرنگستان کو واپس جا اور وہاں کے عزیزوں کو مشرف باسلام کر اور اس جماعت کا قطب بن اسکے بعد سلطان ولد نے اس جوتے کو روم کی طرف لوٹا دیا۔ سلطان ولد پا پیادہ ہمراہ رکاب چل رہے تھے مولانا شمس الدین نے فرمایا کہ بہاؤالدین سوار ہو جاؤ سلطان ولد نے سر نیاز رکھ کر عرض کیا کہ شاہ سوار ہوں اور غلام بھی سوار ہو یہ ہرگز نہیں ہوسکتا بہرحال دمشق سے قونیہ تک پا پیادہ گئے جب قونیہ پہونچے مولانا شمس الدین نے سلطان ولد کی خدمات مولانا روم سے بیان کیں۔ مولانا بہت خوش ہوئے اور کہا کہ مجھے مواہبت الٰہی سے سر اور اس سر میں جو اسرار عطا ہوئے ہیں میں نے راہِ مولیٰ ان کو اخلاص کے ساتھ فدا کر دیا اور یہ اسرار بہاؤالدین کو بخش دیا تو توقع ہے کہ اگر بہاؤالدین کو عمر نوح بھی عطا ہو تو وہ اسی راہ میں اپنے سر اور اسرار کو صرف کر دیگا مجھے یہ بھی امید ہے کہ آپ سے بھی وہ فیضان حاصل کرے گا کہا جاتا ہے کہ جب مولانا جوارِ رحمت حق میں پہونچے تو سات روز کے بعد چلپی حسام الدین اٹھے اور تمام اصحاب کے ساتھ سلطان ولد کے روبرو آئے اور کہا میں چاہتا ہوں کہ آپ اپنے والد کی جگہ تشریف رکھیں اور مخلصوں اور مریدوں کو تعلیم و تلقین کریں اور ہمارے شیخ ہوں اور ہم آپکے غاشیہ بردار ہوکر آپکی اطاعت کریں اور یہ شعر پڑھا ؎

بر خانۂ دل ایجان آں کیست ایستادہ ∴ بر تخت شد کہ باشد جز شاہ و شاہزادہ

سلطان ولد اپنا سر خم کرکے بہت رونے لگے اور فرمایا الصوفی اولٰی بخرقۃ والیتیم اولٰی بحرقۃ۔ یعنی صوفی کے لئے خرقہ بہتر ہے اور یتیم کے لئے خود سوزی بہتر ہے یعنے آپ کیلئے مشیخت زیبا ہے اور میرے لئے میرے باپ کی سوز مفارقت مناسب ہے جس طرح میرے باپ کے زمانہ میں آپ میرے باپ کے خلیفہ تھے اسی طرح اب بھی رہیں۔ سلطان ولد کی کئی تصانیف ہیں از آنجملہ

ایک کتاب "فیہ ما فیہ" ہے جس میں عجیب و غریب باتیں درج ہیں جن میں سے چند بیان کی جاتی ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ استغراق کا یہ مفہوم ہے کہ خود درمیان میں نہ رہے اور اسکی جہد باقی رہے نہ حرکت جو فعل اس سے سرزد ہو تو وہ اسکا فعل نہ ہو۔ اگر اسکے دست و پا اور زبان بدستور حرکت کرتے رہیں تو اس شخص کو مستغرق نہیں کہا جائیگا اگر وہ کسی سے یہ بیان کرے کہ میں حالت استغراق میں ہوں تب بھی وہ مستغرق نہ ہوگا۔ منصور نے جو انا الحق کہا تھا وہ اسی حالت میں تھا۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ انا العبد کا دعویٰ بڑا دعویٰ ہے اور انا الحق تواضع عظیم ہے کیونکہ جو شخص انا العبد کہتا ہے وہ دو وجود کو ثابت کر رہا ہے ایک اپنا دوسرا خدا کا اور جو انا الحق کہہ رہا ہے اس نے خود اپنے وجود کی نفی کر دی یعنی میں نہیں ہوں جو کچھ ہے حق ہے اور بجز خدا کے کوئی وجود نہیں یہ کلمہ انتہائی تواضع کا انکسار پر مبنی ہے لیکن لوگ اس کا یہ مفہوم لیتے ہیں کہ بندہ باوجود بندگی کے خدا کا دعویٰ کر رہا ہے حالانکہ بندگی درمیان میں ہے وہ خود کو بھی دیکھتا ہے اور خدا کو بھی دیکھتا ہے ایسا شخص پانی میں غرق نہیں ہوتا اور پانی میں غرق وہی نہیں ہوتا جس میں حرکت اور فعل باقی نہ رہا ہو اسکی حرکت پانی کی حرکت ہوتی ہے۔ الغرض آپ کے کمالات کی حد نہیں ہے۔ آپکی وفات ۱۰ رجب ۷۱۲ھ میں واقع ہوئی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

سالک مسالک عارف معارف قدوۂ وقت چلپی عارف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ مادر زاد ولی تھے۔ پانچ سال کی عمر ہی سے آپ سے کرامات ظاہر ہونے لگیں آپکے والد کی وفات کے بعد آپ اپنے والد اور اپنے جد امجد مولانا روم کی مسند ارشاد پر متمکن ہوئے۔ سولہ سال تک خدمت سجادگی کا حق ادا کیا اور مولانا روم نے بھی آپکی بغرض تربیت پرورش کی تھی آپ سے اتنی کرامات ظاہر ہوئیں کہ مولانا روم اور حضرت شمس الدین تبریزی سے بھی اتنی ظاہر نہیں ہوئیں۔ آپ کا مشرب ملامتیہ تھا۔ آپکے تفصیلی کمالات مناقب العارفین میں مذکور ہیں۔ جنکے بیان کی یہاں گنجائش نہیں۔ آپ کی وفات ۷۲۹ھ میں واقع ہوئی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کی وفات کے بعد آپکے چھوٹے بھائی چلپی عابد بن سلطان ولد مسند ارشاد پر فائز ہوئے وہ بھی صاحب کرامات تھے وہ ۷۳۹ھ میں جوارِ رحمت میں داخل ہوئے ان کی وفات کے بعد بھی کئی پشت تک مولانا کی اولاد میں آباؤ اجداد کے طریق پر سجادگی جاری رہی چنانچہ مناقب العارفین میں ہر ایک کے حالات تفصیلی پر درج ہیں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم۔

ذکر شریف

ناظر وجودِ مطلق و مقید کاشف رموز صمدیہ پیر وقت شیخ نظام الدین ابو المؤید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ شیخ عبد الواحد بن شیخ شہاب الدین غزنوی کے مرید تھے۔ بزرگان روزگار سے تھے اور صاحب حال تھے۔ اخبار الاخیار میں مذکور ہے کہ آپ کے دادا کو شمس التارکین کہا جاتا تھا اور شیخ جمال کوتی جن کا مقبرہ کول میں واقع ہے اور جو عارف کامل تھے ان سے شیخ نظام الدین سلطان شمس الدین کے عہد میں جو خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کا معاصر تھا منسوب ہوئے اور عمر دراز پائی سلطان المشائخ نے انہیں دیکھا تھا۔ فوائد الفواد میں میر حسن شاعر لکھتے ہیں کہ غلام نے سلطان المشائخ کی خدمت میں گزارش کی کہ کیا حضرت نے خواجہ شیخ نظام الدین ابو المؤید کو دیکھا ہے تو ارشاد فرمایا کہ ہاں یقینی اس زمانہ میں میں کم عمر تھا اور مجھے معنی اور مطالب کی سمجھ بوجھ نہ تھی ایک روز آپ کو دیکھا گیا کہ مسجد کے دروازے پر اپنے نعلین پاؤں سے نکالکر ہاتھ میں لئے اور مسجد میں داخل ہوئے اور دو رکعت نماز ادا فرمائی اسکے بعد منبر پر چڑھے۔ قاسم نامی ایک قاری نے خوش الحانی سے آیاتِ قرآنی تلاوت کی اسکے بعد شیخ نے ابتداء کی ابھی آپ نے اپنا وعظ ختم نہ کیا تھا حاضرین نے گریہ وزاری شروع کی اسوقت دو مصرع آپ نے پڑھے جنکے سنتے ہی ہر طرف سے شور و بکا شروع ہوا۔ اسکے بعد آپ منبر سے اترے۔

سیر العارفین میں حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی سے منقول ہے کہ ایک وقت دہلی میں بارش بند ہو گئی سب بزرگ حضرت نظام الدین سے رجوع ہوئے آپ منبر پر چڑھے بارش کے لئے دعا کے دوران میں ہاتھ آستین میں کیا اور اپنا پیرہن اتار کر آسمان کی جانب دیکھا اور اسی پیرہن کو ہلانا

شروع کیا اتنی بارش ہوئی کہ بیان سے باہر ہے جب منبر سے نیچے اترے مولانا وجیہ الدین بھی مرید خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ نے لباس کو آستین کھینچ کر آسمان کی جانب دیکھ کر اس کو ہلانا شروع کیا تو اس میں کیا رمز تھا فرمایا کہ لباس خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کا تھا جو آپ نے میری والدہ کو عطا فرمایا تھا اسکی برکت سے بارش ہوئی ۔

آپ کے کمالات کی حد نہ تھی اخبار الاخیار کی روایت کے بموجب آپ کی وفات سنہ ۶۰۰ھ میں واقع ہوئی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۔

ذکر شریف

فارغ ہستی ہومی تارک جود معدومی سر حلقہ ابدال شاہ خضر رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ یگانہ روزگار تھے بلند ہمت اور شان عظیم کے حامل تھے سیر و سیاحت میں کئی بزرگوں سے ملاقات کی تھی۔ صاحب اخبار الاخیار کہتے ہیں کہ آپ کا مشرب قلندریہ تھا علاقہ روم سے سیر و سیاحت کرتے ہوئے دہلی تشریف لائے اس زمانہ میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی بقید حیات تھے شاہ خضر رومی کو آپ سے عقیدت پیدا ہوئی خواجہ نے آپ کو خرقہ و کلاہ عطا کر کے رخصت کیا اسکے بعد آپ کا جون پور کی جانب سفر کا اتفاق ہوا ایک عالم آپکے حلقہ ارادت میں شامل ہوا اور شیخ نجم الدین قلندر بھی آپ کے مرید ہوئے ان کی تربیت کے بعد آپ نے بزرگوں کی امانت ان کے حوالے کی اور خود روم کو لوٹے اب بھی آپ کا سلسلۂ ارادت ہندوستان کے مختلف علاقوں میں شاہ قطب منازل کی وجہ سے جاری ہے جنھوں نے قصبۂ سریہ میں سکونت اختیار کی تھی جو جون پور کے قریب واقع ہے اکثر بزرگان صاحب اسرار اس سلسلہ سے نکلے۔ شاہ قطب بھی بڑے صاحب حال تھے ان کی بہت سی کرامات مشہور ہیں اپنے معاصرین سے مریدین کی تربیت میں گوئے سبقت لے گئے آپکی مزار بھی اسی قصبہ میں واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۔

ذکر شریف

واعظ کمالات صوری قبلہ ارباب معنوی مقتدائے اہل سماع شیخ بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ تمام اوصاف حمیدہ سے آراستہ تھے اہل عشق و سماع میں مقتدائے وقت تھے۔ تمام مشائخین آپ کے کمالات کے معترف تھے آپ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے مرید و خلیفہ تھے آغاز ارادت سے اپنی وفات تک حضرت خواجہ سے کبھی جدا نہ ہوئے۔ کئی سال تک آپکی خدمت انجام دی۔

سیر العارفین میں ہے کہ سلطان المشائخ ارشاد فرماتے ہیں کہ شیخ بدر الدین غزنوی نے کہا کہ میں پہلے غزنی سے لاہور آیا اور وہاں سے دہلی پہونچا وہاں اطلاع ملی کہ چنگیز خاں کے مغل سپاہیوں نے غزنی پر حملہ کیا ہے اور میرے والدین اور تمام قرابت داروں کو ہلاک کر دیا ہے میں تمام تعلقات ترک کر کے حضرت خواجہ کے حلقہ ارادت سے منسلک ہو گیا سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ آپکی حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوتی تھی اور حضرت گنج شکر اکثر آپ کی مجلس وعظ میں شریک ہوتے تھے آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ آپ باوجود ضعف اور کبر سنی کہ محفل سماع میں اسطرح رقص فرماتے جیسے کہ دس سال کا لڑکا رقص کر رہا ہو۔ ایک دن آپ سے کہا گیا کہ شیخ اتنے ضعیف ہو چکے ہیں لیکن کس طرح رقص فرماتے ہیں شیخ نے جواب دیا کہ شیخ رقص نہیں کرتا ہے بلکہ عشق رقص کرواتا ہے جس میں عشق ہے وہی رقص کرتا ہے آپکے کمالات اتنے ہیں کہ ان کا اختصار ممکن نہیں آپ کی مزار دہلی میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی مزار کے پاس واقع ہے۔

کلمات الصادقین میں ہے کہ شیخ امام الدین ابدال نے آپ سے خرقہ ارادت پہنا خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی خدمت میں بھی رہے۔ امام الدین ہمیشہ گوشہ تنہائی میں رہا کرتے تھے آپ نے طویل عمر پائی تھی اور سلطان المشائخ کے زمانہ تک زندہ رہے ۶۸۰ھ میں آپکا انتقال ہوا شیخ شہاب الدین عاشق آپ کے خلیفہ تھے اور شیخ بدر الدین غزنوی کو بھی دیکھا تھا شہاب الدین عاشق مظاہر جمیلہ سے آراستہ تھے آپ کا مدفن بھی دہلی میں ہے شیخ عماد الدین بھی شیخ امام الدین کے

مرید تھے لیکن خرقۂ خلافت شہاب الدین عاشق سے پایا تھا آپ کے مریدوں میں شیخ تاج الدین امام مشہور و معروف تھے شیخ علاء الدین بن نور الدین جو اپنے دادا شیخ تاج الدین امام کے مرید تھے وہ بھی آپکے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے شیخ علاء الدین بن نور الدین جو اپنے دادا شیخ تاج الدین ابن شیخ منور کے مرید تھے انکو مغل مست کہا جاتا تھا۔ شیخ ضیاء الدین رومی خلیفہ شیخ الشیوخ آپکے معاصر تھے جیسا کہ شیخ المشائخ فرماتے ہیں کہ شیخ ضیاء الدین رومی فرماتے تھے کہ مجھے سماع میں حال قوی ہے ان کے انتقال کے بعد شیخ منور کو خواب میں دیکھا کہ اگرچہ بلند مقام حاصل ہوا ہے لیکن مغموم ہیں میں نے پوچھا کہ آپ کیوں مغموم ہیں کہ ہاں یہ مقام تو ملا لیکن وہ لذت و حال جو سماع میں تھا وہ کہاں ہے۔ کہتے ہیں کہ شیخ ضیاء الدین نے عمر دراز پائی تھی سلطان قطب الدین بن سلطان علاء الدین کو بڑی عقیدت تھی روضہ شیخ ضیاء الدین رومی خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی درگاہ کے راستے میں واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

نفس آیہ قل ہو اللہ احد کاشف رموز صمد قبلۂ وقت شیخ تقی الدین محمد رحمۃ اللہ علیہ

آپ شاہ گردیز کے ہم عصر تھے سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ آپ صاحب حال اور کامل استغراق تھے مراقبہ میں اتنی بھی خبر نہ ہوتی کہ یہ دن کونسا دن ہے اور یہ رات کونسی رات ہے اور کونسا مہینہ ہے ایک وقت ایک شخص نے ایک کاغذ دے کر کہا کہ اس پر آپ اپنا نام تحریر فرمائیں آپ نے قلم اٹھایا اور بے خبر ہو گئے خادم نے خیال کیا کہ شیخ اپنا نام بھول گئے ہیں کہا کہ آپ کا نام شیخ محمد ہے اس کے بعد آپ نے اپنا نام اس کاغذ پر لکھ دیا ایک روز آپ مجلس جمعہ میں گئے مسجد کے دروازہ پر حالت تحیر میں ٹھہرے رہے خادم نے پوچھا کہ کیا شیخ اپنا سیدھا پاؤں بھول گئے ہیں اور شیخ کے سیدھے پاؤں پر خادم نے اپنا ہاتھ رکھا اور کہا کہ حضرت کا یہ سیدھا پاؤں ہے اسکے بعد آپنے سیدھا پاؤں مسجد میں رکھا الغرض فنائے احدیت میں عالی مرتبہ تھے جسکے لکھنے سے قلم عاجز ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

عالم علوم ربانی، واقف رموز حقانی، مست وحدت شیخ عبداللہ بلیانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا لقب اوحد الدین تھا شیخ ابو علی دقاق کی اولاد سے تھے آپ کا نام عبداللہ بن مسعود بن محمد بن علی بن عمر بن اسمٰعیل بن ابو دقاق تھا (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) کہتے ہیں۔ شیخ ابو علی دقاق کو ایک لڑکا اور ایک لڑکی تھی لڑکے تو آپکے جد امجد ہیں اور لڑکی فاطمہ بانو منکوحہ شیخ ابو القاسم قشیری تھیں آپ نے خرقہ اپنے والد سے پایا تھا اور وہ شیخ اصیل الدین شیرازی سے اور وہ شیخ رکن الدین شیرازی سے اور وہ شیخ رکن الدین سنجانی سے اور وہ شیخ قطب الدین ابہری اور وہ شیخ رکن الدین زنجانی سے اور وہ شیخ ابو النجیب سہروردی سے پائے تھے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم۔

صاحب نفحات کہتے ہیں کہ ابتدائے حال میں آپ منقطع عن الخلق رہتے تھے گیارہ سال سے زائد مدت کے بعد پہاڑ سے لوٹے اور شیخ زاہد ابوبکر ہمدانی کی صحبت میں پہونچے جو صاحب کرامات و ریاضات تھے کہتے ہیں کہ رات میں اٹھتے اور آپ کے پاس جو لوہے کا عصا تھا اسکو ٹھوڑی کے نیچے پکڑتے اور دن نکلنے تک اسی طرح کھڑے رہتے شیخ عبداللہ بھی آپکی موافقت میں کھڑے رہتے کبھی آپ ان کی طرف متوجہ ہو کر غیرت سے فرماتے کہ تم جاؤ کسی جگہ سو جاؤ۔ شیخ عبداللہ زمین پر بیٹھ جاتے اور اس وقت تک بیٹھے رہتے جب تک آپ اپنے کام میں مشغول رہتے پھر اٹھتے اور آپکی موافقت میں رہتے یہاں تک کہ شیخ عبداللہ نے گوشہ تنہائی اختیار کرلی چند روز کے بعد شیخ عبداللہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے پوچھا اتنے روز کہاں تھے اور کیا لائے ہو شیخ نے کچھ نہیں کہا کچھ دیر کے بعد زاہد ابوبکر نے پھر پوچھا شیخ عبداللہ نے کہا کہ اس کا جواب یہ ہے کہ میں غیر حق نہیں ہوں۔ زاہد نے کہا تم نے منصور کی بات کہی شیخ عبداللہ نے کہا کہ میں اپنی آہ سے سو ہزار منصور پیدا کرسکتا ہوں۔ زاہد نے عصا مارا تو شیخ بھاگنے لگے زاہد نے کہا منصور کو سولی پر چڑھا گیا لیکن وہ نہ بھاگے اور تم عصا سے بھاگ رہے ہو انہوں نے کہا منصور کا نہ بھاگنا ناتمامی کی وجہ سے تھا ورنہ وہ بھی بھاگتے خدا تعالیٰ کے نزدیک سب ایک ہیں جب شیخ نے یہ کہا تو زاہد نے کہا اگر تم کھائے ہو شیخ نے کہا ہاں کھایا ہوں لیکن مرغزار حقیقت سے کھایا ہوں زاہد نے کہا اچھا کھائے اور کہا آؤ سجادہ پہ بیٹھو

اور اسکی حفاظت کرو اسکے بعد زاہد نے پوچھا کہ تم نے کہا کہ منصور کی ناتمامی تھی کہ وہ نہیں بھاگے تو یہ بات تم نے کس دلیل سے کہی کہا ہر سوار جو سواری کا دعویٰ کرتا ہے گھوڑا اس طرح دوڑتا ہے کہ لگام اسکے ہاتھ سے جانے نہ پائے اور جب چاہے گھوڑے کو روک لیتا ہے پس اس وقت کہا جاتا ہے کہ یہ سوار چالاک ہے اگر گھوڑے کو نہ روک سکے تو وہ شہسواری میں ناتمام ہے ۔ یعنی منصور مغلوب الحال تھے ۔ زاہد نے انکے اس بیان کی تصدیق فرمائی ۔

صاحب نفحات فرماتے ہیں کہ انکا ایک مرید تھا جو پہاڑ میں تنہائی کی زندگی بسر کرتا تھا ایک دفعہ آپ کے پاس ایک سانپ آیا آپ نے اسکو پکڑا اعضاء متورم ہوگئے یہ اطلاع انکے شیخ کو پہونچی تو آپ نے چند لوگوں کو بھیجا تاکہ اسکو لائیں اور فرمایا کہ اس سانپ کو کیوں پکڑا جس نے تم کو زخم پہونچا دیا ۔ مرید نے کہا کہ میں نے سنا تھا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ غیر خدا کوئی نہیں میں نے اس سانپ کو غیر حق نہ دیکھا اس لئے جراءت سے کام لیا اور اس کو پکڑ لیا شیخ نے کہا کہ جب کبھی تم حق تعالیٰ کو لباس قہر میں دیکھو تو بھاگو اور اسکے نزدیک نہ جاؤ ورنہ وہی حشر ہوگا جو اب تمہارا ہوا ہے اسکے بعد آپ نے اپنا ہاتھ سر کے نیچے رکھ کر اسکو بٹھایا اور کہا دوبارہ ایسا نہ کرنا تاوقتیکہ خدا کو تم اچھی طرح نہ پہچان لو آپ نے دعا پڑھی اور اس پر دم کیا جس سے ورم اتر گیا اور شفا حاصل ہوئی ۔

وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ درویشی نماز، روزہ اور شب بیداری نہیں ہے یہ سب اسباب بندگی ہیں درویشی مردم آزاری سے احتراز کرنا ہے اگر یہ حاصل ہو جائے تو سمجھو واصل بحق ہوگئے آپ نے یہ بھی کہا کہ خدا داں بنو کہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ کہا گیا ہے ۔

صاحب نفحات فرماتے ہیں کہ ایک روز آپ حضرت شیخ روزبہان بقلی کی زیارت کے لئے گئے تھے ۔ شیخ صدر الدین بن روزبہان اپنے باپ کی قبر پر بیٹھے ہوئے تھے جب شیخ عبد اللہ قبر کے پاس کھڑے ہوئے شیخ صدر الدین تعظیم کے لئے اٹھے اس حالت میں بہت دیر تک کھڑے رہے لیکن شیخ عبد اللہ نے توجہ نہ کی جب شیخ زیارت سے فارغ ہوئے تو انہوں نے کہا میں اتنی دیر تک کھڑا رہا لیکن شیخ نے کوئی توجہ نہ فرمائی شیخ عبد اللہ نے کہا کہ شیخ روزبہان نے میرے ہاتھ میں ایک انار دیا تھا میں اُنکا انار کھانے میں مصروف تھا ۔ آپ کا ایک رسالہ ہے جس کا نام بلیانی ہے جسمیں بہت سارے حقائق آپ نے تحریر فرمائے ہیں آپکے کئی طبعزاد اشعار بھی ہیں جس میں سے یہ بھی ہے ؎

باجملہ جدائی پاک پاکم　　نے آتش و باد و آب و خاکم
از ہستے و نیستے بہینۂ الحال　　عریاں شدہ ام ز جامہ پاکم

آپ کی وفات بروز عاشورہ ۶۸۶ھ میں واقع ہوئی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ ۔

ذکر شریف

زبدۂ ابدالفیض ربانی، کشتۂ ناز محبوبانی، صاحب حال شاہ کرویز ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ اس طائفہ کے بزرگوں سے تھے۔ مریدوں کی تربیت میں شان عظیم رکھتے تھے۔

صاحب اخبار الاخیار کہتے ہیں کہ آپ ہندوستان کے مشائخین کے مقتدائے ائمہ میں سے تھے شیخ بہاء الدین ذکریا کے ہم عصر تھے۔ اصل میں آپ کا وطن کرویز تھا جو غزنی کے نواح میں واقع ہے۔ وہاں سے آپ ملتان آئے اور وہیں کی سکونت اختیار کی۔ ایک عالم کو آپ سے عقیدت وارادت پیدا ہوئی۔ آپ کا روضہ ملتان میں مشہور ہے۔

کہتے ہیں کہ قبر سے آپ نے ہاتھ دراز کر کے مریدوں کو بیعت دی اب تک آپکی مزار میں وہ وہ جگہ جس سے ہاتھ برآمد ہوا تھا موجود ہے۔

یہ بھی روایت بتواتر مشہور ہے کہ ایک روز شیخ صدر الدین بن شیخ بہاء الدین ذکریا نے اپنے والد بزرگوار سے معروضہ کیا کہ جب شاہ کرویز کی یہ کرامت مشہور ہے کہ وہ قبر سے ہاتھ بڑھا کر بیعت دیتے ہیں تو کوئی شخص آپ کے فرزندوں سے رجوع نہ ہوگا۔ شیخ انجان ہو گئے اور پھر کہا کہ بابا ان باتوں میں مت پڑو۔ جب دو تین مرتبہ اصرار سے پوچھا تو مجبوراً فرمایا کہ تم شاہ کرویز کی مزار پہ جاؤ اور استدعا کرو کہ آپ کے کمالات صوری و معنوی میں کسی کو شک نہیں ہے لیکن اپنے جد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی اتباع لازم ہے شیخ صدر الدین وہاں گئے اور اپنے پدر بزرگوار کا پیغام پہونچا دیا۔ اس روز سے آپکا ہاتھ قبر سے باہر نہ آیا۔

آپ کے حالات اور کمالات مجملاً تحریر کئے گئے ہیں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

مشکوٰۃ شانزدھم

عمدۃ الواصلین ازل، قدوۃ العارفین ابد، واقف رمز احد، کاشف سر صمد
سیدنا سید ابونصر شمس الدین محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

صاحب تحفۃ الابرار فرماتے ہیں کہ آپ کا وطن خیر البلاد بغداد تھا۔ آپ نے علم فقہ حدیث اور ذکر و شغل اپنے والد بزرگوار سے حاصل کیا تمام علوم ظاہری و باطنی اپنے والد کے علاوہ اپنے چچا ابوموسیٰ یحییٰ سے حاصل فرمایا۔

صاحب تحفۃ الابرار یہ بھی لکھتے ہیں کہ آپ اپنے جد اعلیٰ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے ہم شبیہ تھے حافظ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن احمد اپنے طبقات میں تحریر کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد الحسن بن علی العلوی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ سید ابونصر شمس الدین محمد عالم، زاہد اور عارف تھے اپنے جد امجد حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے مدرسہ میں درس دیا کرتے تھے آپ تاحیات علمی مشاغل میں مصروف رہے ایک دفعہ مجلس قضا میں بھی اپنے والد کے ساتھ رہے ہمیشہ مدرسہ باب الازج میں رہتے تھے آپ صاحب کشف تھے اگر کوئی قہر میں مبتلا ہو جاتا تو اس کو رحمت الٰہی سے واصل کر دیتے اس بنا پر لوگ آپ کی نظر عنایت کے منتظر رہتے تھے وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ آپ کے تین اولاد امجاد تھے (۱) سید عبدالقادر ثانی (۲) سید ظہیر الدین ابوالسعود احمد (۳) سید عبداللہ رحمۃ اللہ علیہم

الغرض آپ کے کمالات اور خوارق عادات احاطۂ تحریر سے باہر ہیں آپ کی تاریخ وفات ملفوظ شاہ عظمت اللہ میں ۱۲ر شوال درج ہے لیکن صاحب تحفۃ الابرار لکھتے ہیں کہ توفی لیلۃ الاثنین من ثانی عشر شوال فی سنۃ ستۃ وخمسین وستمایہ ببغداد ودفن الی جانب جد ابیہ الشیخ الثقلین رضی اللہ عنہ بمدرسۃ وکانت وفاتہ بعد انتہاء دولت التتار یعنی آپ کی مزار بغداد میں حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی مزار کے بازو واقع

اور آپ کا زمانۂ وفات آخر سلطنت تتار خاں ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۔

ذکر شریف

عارف سرِ معبود کاشف رمز مقصود قطب وقت سلطان التارکین شیخ فرید الدین گنجشکر مسعود رحمۃ اللہ علیہ

آپ سرحلقۂ واصلانِ حق تھے تمام مشائخین وقت آپ کے کمال عرفان کے معترف تھے ۔ ریاضت و مجاہدہ میں مرد مختار تھے مریدوں کی تربیت میں بڑا ملکہ رکھتے تھے آپ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے محبوب ترین مرید تھے ۔

سیر الاولیاء میں ہے کہ آپ کا سلسلہ نسب فرخ شاہ عادل تک پہونچتا ہے جو بادشاہ کابل تھے جب چنگیز خاں ہلاکو کابل میں پہونچا تو اس نے اس ملک کو تباہ و برباد کر دیا آپ کے جد اعلیٰ اس حادثہ میں شہید ہوئے لہذا آپ کے دادا شعیب اپنے تمام اولاد احفاد کے ساتھ لاہور آگئے چند روز وہاں ٹھیرے اور پھر قصور آئے قاضی قصور نے آپ کا بہت احترام کیا اور آپ کے حالات سے خلیفہ کو مطلع کیا۔ خلیفہ نے ملتان کے قریب و جوار کے علاقوں کی قضاءت آپ کے سپرد کی اور آپ وہیں سکونت پذیر ہوگئے۔ حضرت گنج شکر کے والد ماجد قاضی جمال الدین سلیمان تھے یہ بھی ایک قصبہ کے قاضی تھے آپ کی مزار اس قصبہ میں واقع ہے آپ کے تین صاحبزادے تھے (۱) شیخ عزیز الدین محمود (۲) شیخ فرید الدین مسعود (۳) شیخ نجیب الدین متوکل ۔ آپ کی والدہ نہایت صالحہ تھیں اور ملا وجیہہ الدین خجندی کی صاحبزادی تھیں کم سنی کے زمانہ سے آپ کے دل میں عشق مطلق جاگزیں تھا۔ جب عالم شباب میں پہونچے تو حصول علم صوری و معنوی کے لئے نکلے ۔

سیر العارفین میں سلطان المشائخ سے منقول ہے کہ جب آپ شہر ملتان میں پہونچے مولانا منہاج الدین ترمذی کی مسجد میں اترے ایک روز اسی مسجد میں آپ مطالعہ میں مشغول تھے کہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوش سے اسی مسجد میں تشریف لائے اور ملاحظہ فرمایا کہ ایک جوان صالح خوش رو مطالعہ کتب میں مشغول ہے پوچھا کہ کونسی کتاب پڑھ رہے ہو۔ عرض کیا کہ اسکو نافع کہتے ہیں آپ نے فرمایا کہ نفع دین نافع سے حاصل

ہوتا ہے۔ حضرت گنجشکر نے کہا کہ مجھے آپکی نظر کیمیا اثر سے نفع ہوگا یہ کہا اٹھ کر سعادت قدمبوسی حاصل کی اور دل سے معتقد ہو گئے جب خواجہ قطب الدین ملتان سے عازم دہلی ہوئے تین منزل تک گنجشکر ہمراہ رکاب رہے اسکے بعد خواجہ نے فرمایا بابا فرید کچھ اور دن اکتساب علوم ظاہری میں مصروف رہو۔ اسکے بعد دہلی آؤ اور میری صحبت اختیار کرو۔ سلطان المشائخ تحقیق کے ساتھ لکھتے ہیں کہ حضرت گنج شکر اس وقت اٹھارہ سال کے تھے جبکہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی خدمت اختیار کی۔ اسکے بعد حضرت خواجہ سے رخصت ہو کر متوجہ قندھار ہوئے۔ کامل پانچ سال تعلیم میں مصروف رہے۔

راحت القلوب سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ آپ پھر وہاں سے عازم بغداد ہوئے اور تمام شیوخ وقت سے ملکر حضرت شیخ الشیوخ کی خدمت میں پہونچے۔ چنانچہ خود کتاب مذکور میں فرماتے ہیں کہ شیخ شہاب الدین سہروردی کو اس دعاگو نے دیکھا ہے اور سعادت قدمبوسی حاصل کی ہے چند روز آپکی خدمت میں رہا۔ گنجشکر یہ بھی فرماتے ہیں کہ بغداد میں شیخ اجل شیرازی کو بھی پایا جو پیر بزرگ اور باعصمت تھے آپکی دست بوسی سے مشرف ہوا آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور کہا اے عالم نیک آؤ پس چند دن آپکی خدمت میں رہا اسکے بعد جب بغداد سے نکلا تو جنگل میں ایک درویش کو دیکھا جو نہایت نحیف وضعیف پوست استخوان ہو گئے تھے میرے دل میں یہ بات گذری کہ یہ صاحب اس جنگل میں کب سے ہونگے اور کیا کھاتے پیتے ہونگے وہ میرے اس خطرہ پر آگاہ ہو گئے اور فرمایا کہ اے فرید چالیس سال سے میں اس صحرا میں اس غار میں سکونت پذیر ہوں اور میری غذا بجز خس و خاشاک کچھ نہیں ہے میں چند روز اس بزرگ کی خدمت میں رہا اسکے بعد بخارا کی جانب روانہ ہوا۔ شیخ سیف الدین باخرزی سے ملاقات کی وہ جب مجھے دیکھتے تو فرماتے کہ یہ لڑکا ایک وقت مشائخ روزگار سے ہوگا اور تمام عالم انکے حلقۂ ارادت میں داخل ہوگا اور پھر وہ کملی جو انکے کندھے پر تھی میری طرف ڈالی اور فرمایا اوڑھ لو۔ چنانچہ میں نے اوڑھ لی ان کی خدمت میں بھی چند روز رہا پھر وہاں سے نکلا اور بدخشاں میں بعض بزرگوں سے ملا پھر وہاں سے ملتان لوٹا اپنے بھائی شیخ بہاؤالدین زکریا سے ملا اور ان سے معانقہ کیا انہوں نے دریافت کیا کہ تمہارا کام کہاں تک پہونچا میں نے جواب دیا اگر میں بیان کروں تو آپ جس کرسی پر بیٹھے ہیں وہ ابھی ہوا میں اڑ جائے گی ابھی یہ بات میری زبان سے نہ نکلی تھی کہ کرسی ہوا میں بلند ہو گئی میرے بھائی بہاؤالدین نے کرسی پر ہاتھ مارا اور کرسی ٹھہر گئی پھر مجھ سے کہا کہ مولانا فرماتے ہیں۔ کار نیکو رسانیدہ۔ پھر وہاں سے پلٹا اور دہلی آیا اور خواجہ

قطب الدین بختیار کاکی کی خدمت میں پہونچا ان کے دامن سے وابستہ ہو گیا اور بیعت کر لی تیسرے روز مجھے ایسی نعمت سے سرفراز کیا کہ ایسے مقام پر پہونچا دیا کہ اس راہ میں دل سے سیر و سلوک قدم صدق سے شروع ہوا زبان مبارک سے یہ اشعار فرمائے ؎

تو راہ براہ نرفتی و ترا رہ ننمودند ٭ ورنہ کہ ازیں درگہ بر تو در نکشودند
جان در رہ دوست باز اگر می خواہی ٭ تو نیز چناں شوی کہ ایشاں بودند

حضرت گنج شکر فوائد السالکین میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب میں نے حضرت خواجہ کے شرف ارادت سے بہرہ مند ہوا تو چوگوشہ ٹوپی میرے سر پر رکھی اس وقت قاضی حمید الدین ناگوری اور مولانا شمس الدین ترک موجود تھے اسکے بعد خواجہ نے یہ فرمایا کہ شیخ کی اتنی قوت ہونی چاہیئے کہ جب کوئی اس کے سامنے بیعت کی غرض سے آئے تو ایک ہی نظر سے اس کے دل کے زنگار کو صاف کر دے جس سے دل ایسا صیقل ہو جائے کہ ذرا سی کدورت بھی اسمیں باقی نہ رہے اس کے بعد اسکا ہاتھ تھامے اور خدا تک پہونچا دے۔ الغرض بیعت کے بعد حضرت گنج شکر ایک حجرہ میں مشغول بحق ہو گئے دو ہفتے کے بعد شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

سیر الاولیاء میں منقول ہے کہ جب گنج شکر نے چاہا کہ مجاہدہ کریں تو خواجہ کی خدمت میں عرض پرداز ہوئے۔ خواجہ نے فرمایا کہ دل سے روزہ رکھو اور غیب سے جو نصیب ہو اسی سے افطار کرو۔ آپ نے اسی طرح کیا تین دن کے بعد ایک شخص چند روٹیاں لایا اور آپ کو دیں آپ نے سمجھ لیا کہ یہ غیب سے عطا ہوئی ہیں اور ان روٹیوں سے افطار کیا کچھ دیر کے بعد آپ کو الٹی ہوئی جس سے وہ روٹیاں باہر نکل گئیں آپ حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض حال کیا حضرت خواجہ نے فرمایا کہ وہ غذا مشکوک تھی عنایت حق سے معدہ میں جگہ نہ پاسکی اب جاؤ اور دو تین دن پورے کرو جب چھ دن گذر گئے تو ضعف نے غلبہ کیا آپ نے زمین پر ہاتھ مارا اور چند سنگریزے منہ میں ڈال لیا وہ شکر بن گئے انکو منہ سے باہر کر دیا بڑا ہی خیال کہ یہ بھی مکر و فریب نہ ہو۔ الغرض جب کبھی ضعف کا غلبہ ہوتا تو زمین پر ہاتھ مارتے چند سنگریزے جو ہاتھ میں آتے منہ میں ڈال لیتے اور وہ شکر بن جاتے آخر وہ رات ہوئی کہ چار دفعہ اسی طرح آپ نے کیا اس کے بعد دل میں خیال گذرا کہ خواجہ نے فرمایا تھا کہ غیب سے جو ملے اس سے افطار کرو شاید یہ مکر نہیں ہے لہذا چند سنگریزے اٹھائے اور کھا لئے اور حضرت خواجہ سے یہ واقعہ سنایا آپ نے فرمایا جاؤ اور اسی طرح شیریں شکر تمہیں ملے گی جب آپ باہر نکلے تو جس نے آپ کو دیکھا گنجشکر سے مخاطب کیا۔

صاحب سیر العارفین لکھتے ہیں کہ ایک روز آپ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو کمزوری سے قدم لڑکھڑائے اور آپ زمین پر گر پڑے کچھ مٹی آپ کے منہ میں آگئی جو شکر میں تبدیل ہوگئی اس وقت سے آپکو گنج شکر کہا جانے لگا۔

صاحب اخبار الاخیار لکھتے ہیں کہ چند بیلوں پر شکر لاد کر لیجایا جارہا تھا شیخ فرید نے اس بیل راں سے شکر طلب کی تو اس نے کہا یہ نمک ہے آپ نے فرمایا نمک ہی ہوگا جو سوداگر نے بار اتارا تو تمام نمک برآمد ہوا وہ شرمندہ ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا شیخ نے فرمایا کہ شکر ہوگی پھر جب تھیلا کھولا تو نمک شکر میں تبدیل ہوگیا تھا۔

صاحب سیر الاولیاء لکھتے ہیں کہ اس کے بعد گنج شکر نے ازدیاد مجاہدہ کی غرض سے خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور معروضہ کیا کہ اگر ارشاد ہو تو چلہ کشی کروں فرمایا کہ اس سے شہرت ہوگی پھر عرض کیا کہ غلام کو اس چلہ سے شہرت مطلوب نہیں ایک گوشہ میں چلہ کش رہوں گا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ چلہ معکوس کرو آپ کو معلوم نہ تھا کہ چلہ معکوس کس کو کہتے ہیں خواجہ نے فرمایا پہلے ایسی جگہ پیدا کرو کہ جہاں مسجد ہو مسجد کے سامنے کنواں ہو اور کنویں کے کنارے درخت ہو اور اس مسجد میں موذن لائق صحبت اور محرم راز ہو چالیس روز تک ابتدائے شب سے اپنے پاؤں درخت سے باندھ کر سر کے بل کنویں میں لٹک کر ذکر حق میں مشغول رہو بہت تلاش کے بعد اوچ میں ایسی مسجد ملی جو ان خصوصیات کی حامل تھی آپ نے خواجہ کے ارشاد کے مطابق چالیس راتیں چلہ معکوس کیا۔

سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ جب خواجہ بزرگ دہلی تشریف لائے تو خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے گھر میں اترے گنج شکر بھی اسی زمانہ میں خواجہ قطب الدین کی خدمت میں آئے تھے جب خواجہ بزرگ کی نظر ان پر پڑی فرمایا کہ بابا قطب الدین اس جوان کو کب تک اپنے مجاہدوں سے جلاؤ گے کچھ عطا کرو خواجہ قطب الدین نے عرض کیا کہ آپ کی موجودگی میں میری کیا مجال ہے کہ میں انکو عطا کردوں فرمایا ان کا تعلق تم سے ہے خواجہ بزرگ حجرہ میں روبقبلہ کھڑے ہوئے اور خواجہ قطب الدین نے بھی موافقت کی گنج شکر کو طلب کیا اور انکو دونوں کے درمیان جگہ دی اسکے بعد دونوں بزرگوں نے انکے لئے دعا کی۔ اسکے بعد خواجہ بزرگ نے فرمایا کہ فرید ایک ایسا شمع ہے جو درویشوں کے خانوادہ کو روشن کردیگا۔

سیر الاولیاء میں منقول ہے کہ جب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے انتقال کا وقت قریب

ہوا حضرت گنج شکر قصبہ ہانسی میں مقیم تھے۔ قاضی حمید الدین ناگوری کے دل میں خطرہ گذرا کہ خرقہ سجادگی مجھے ملے۔ اسی طرح شیخ بدرالدین کے دل میں بھی خیال آیا۔ خواجہ نے فرمایا کہ میں یہ خرقہ فریدالدین مسعود گنج شکر کو دونگا جو میرا خلیفہ اور جانشین ہے۔ پس یہ امانت قاضی حمید الدین کے حوالے کرکے جان بحق تسلیم ہوئے اس رات میں حضرت گنج شکر کو یہ واقعہ بذریعہ کشف معلوم ہو گیا وہ علی الصبح کو عازم دہلی ہوئے خواجہ کے انتقال کے چوتھے روز آپ کی مزار پر پہونچے۔ شرف زیارت کے بعد قاضی حمید الدین ناگوری سے وہ خرقہ اور دوسری امانتیں حاصل فرمالیں۔ پھر خرقہ زیب تن فرماکر حضرت خواجہ کے مکان میں داخل ہوئے اور مسند سجادگی پر رونق افروز ہوئے اور ایک جہاں آپ سے رجوع ہوا۔ حسب معمول حضرت خواجہ آپ بھی روز جمعہ باہر تشریف لائے فرمایا کہ جو نعمت خواجہ نے مجھے عطا فرمائی ہے وہ کیا شہر اور کیا بیابان ہمیشہ میرے ساتھ رہے گی۔ پھر دہلی سے قصبہ ہانسی روانہ ہوئے وہاں بھی بڑا ہجوم ہوا ہر جانب سے لوگ آپ کی خدمت میں کشاں کشاں آنے لگے آپ نے وہاں سے بھی روانہ ہوکر اپنے آباد اجداد کے وطن میں کچھ دن قیام کیا اور پھر ملتان پہونچے اور ملتان سے لاہور آئے آخر عمر میں ایک غیر معروف مقام اجودھن میں قیام کیا جہاں کوئی شخص آپ کے کمالات پر مطلع نہ ہوسکا ایک قول کے مطابق سولہ سال اور ایک دوسری روایت کے لحاظ سے چوبیس سال اس مقام میں سکونت پذیر رہے۔ شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی سے منقول ہے کہ گنج شکر اجودھن میں متاہل ہوئے آپ کی کئی بیبیاں تھیں جن سے کئی صاحبزادے عالم وجود میں آئے جامع مسجد کے نزدیک مکان تعمیر کیا آپ کے اہل وعیال اس مکان میں رہتے تھے اور آپ اکثر مسجد میں مصروف عبادت رہتے تھے بوقت سرور صحرا میں درختوں کے نیچے تشریف رکھتے باوجود اہل وعیال کی موجودگی کے صحرائی پھلوں پر قناعت فرماتے تھے بعض وقت یہ بھی میسر نہ ہوتے کہ پیٹ بھر سکیں ابتدائے حال میں آپ کے عیال پر بڑی تنگی رہی۔ چنانچہ سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ جس روز میں گنجشکر کے گھر حاضر ہوا تو مجھے عید کی مسرت حاصل ہوئی ایک دن آپکی بیبیوں میں سے ایک بی بی نے حاضر ہوکر عرض کیا کہ فلاں لڑکا بھوک سے ہلاک ہوگیا آپ نے فرمایا بندہ مسعود کیا کرے بقضائے الٰہی اس نے سفر آخرت کیا ہے پاؤں میں رسی باندھ کر باہر ڈالدو سبحان اللہ کیا استقامت کیا عالی ہمتی تھی اسکے بعد حضرت کی فارغ البالی کا زمانہ شروع ہوا اور آپ کی شہرت اور کرامات عام ہوگئیں چو طرف سے فتوحات شروع ہوئیں۔ سلطان المشائخ یہ بھی لکھتے ہیں کہ آپ کا ایک مصاحب جس کا نام محمد تھا گنجشکر کا محرم اسرار تھا ایک جمعہ کو مسجد میں وہ خواجہ کے پیچھے بیٹھا تھا کہ یکایک مدہوش ہوگیا۔

مکان واپس آنے کے بعد حضرت گنج شکر نے اس سے دریافت کیا کہ تمہیں کیا ہوا تھا اور پھر زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ اس وقت نماز میں مجھے معراج ہوئی۔ تجھے بھی نعمت درویشی حاصل ہوئی قاضی اجودھن نے یہ خبر سنکر شدت سے مخالفت کی لیکن چند ہی روز میں وہ اور اسکا خاندان ہلاک ہو گیا۔

سلطان المشائخ یہ بھی فرماتے ہیں کہ جب گنج شکر سے رخصت ہو کر میں دہلی آیا ان کی دی ہوئی کلی اور خرقہ پہنکر جامع مسجد میں داخل ہوا شرف الدین نے میرے اس لباس کو دیکھ کر بیعت اور خرقہ پانے کے متعلق دریافت کیا میں نے پوری کیفیت سنائی جس کو سنکر اس نے حضرت گنج شکر کے متعلق نامناسب باتیں کیں اور مجھے بھی برا بھلا کہا ہر چند کہ میں جواب دے سکتا لیکن صبر و تحمل سے کام لیا پھر جب میں اجودھن آیا اور گنج شکر کی خدمت میں حاضر ہوا آپ سے یہ سارا قصہ عرض کیا۔ غلبۂ حال میں حضرت گنج شکر نے فرمایا کہ شرف الدین چل بسا۔ جب میں پھر دہلی آیا تو شرف الدین کا وجود نہ تھا۔

سیر الاولیاء میں مذکور ہے کہ جب سلطان ناصر الدین بن شمس الدین التمش نے ملتان پر لشکر کشی کی تو حضرت گنج شکر سے شرف ملاقات حاصل کرنے کے لئے اجودھن پہونچا ملاقات کے بعد الف خاں کے ذریعہ چار دیہات کی سند اور کچھ نقد رقم روانہ خدمت کی حضرت گنج شکر نے نقد رقم فقراء میں تقسیم کر دی دیہات کو قبول نہ کیا اور فرمایا کہ اسکے طالب بہت ہیں انہیں یہ دیہات دیدئے جائیں اس وقت الف خاں کے دل میں یہ خیال آیا کہ سلطان ناصر الدین کا کوئی لڑکا نہیں ہے کیا اچھا ہو کہ اس کے بعد توجہ شیخ سے سلطنت دہلی مجھے مل جائے گنج شکر نے یہ بات فوراً باطن سے معلوم کر لی اور فرمایا ؎

از دادۂ دہش یافتہ فرنیکوئی تو دادۂ دہش کن کہ فرید ثانی توئی

چنانچہ سلطان ناصر الدین کی وفات کے بعد الف خاں تخت دہلی پر بیٹھا اور خود غیاث الدین بلبن خطاب اختیار کیا۔ سیر الاولیاء جس میں اکثر کلمات گنج شکر جمع کئے گئے ہیں ان میں سے چند یہاں نقل کئے جاتے ہیں جو حسب ذیل ہیں :-

فرماتے ہیں کہ اے فرزند حق تعالیٰ سے اپنا رشتہ جوڑ کہ سب چھیننے والے ہیں اور وہ دینے والا ہے اور فرماتے ہیں کہ خود سے فرار حق تعالیٰ سے وصال۔ یہ بھی فرماتے ہیں کہ نادان کو زندہ نہ سمجھو اور اس سے ہمیشہ احتراز کرو۔ کسی و ناکس کی دی ہوئی روٹی نہ کھاؤ بلکہ خود تم دوسرے کو کھلاؤ۔ اہل کو کبھی جاہت بھولو انداز سے گفتگو مت کرو اور خرقہ کو آراستہ کرو اور خود کو جاہ و منصب کے لئے ذلیل مت کرو اور قدیم خاندانوں کی عزت کرو اور اپنی توانائی پر اعتبار نہ کرو جب دولت مندوں کے ساتھ ہمنشینی کا اتفاق ہو تو

دین کو فراموش نہ کرو۔ عظمت و حشمت، عدالت و انصاف اور تونگری کے وقت عالی ہمت رہو۔ جب حق تعالیٰ کی رحمت کا تم پر فیضان ہو تو اس سے نہ بھاگو۔ دشمن کو تدبیر سے دفع کرو اور اس سے تواضع کے ساتھ پیش آؤ اور نیک بینوں کی عیب جوئی نہ کرو۔ سخت کلامی اور سختی سے دور رہو۔ اگر تمام دنیا کو دشمن بنا لوگے تو تمہارا متکبروں میں شمار ہوگا۔ اگر راحت مطلوب ہو تو حسد سے بچو۔ اور ہمیشہ اس بات کی کوشش کرو کہ تم کو مرنے کے بعد بھی زندگی ملے۔

سیر الاولیاء میں منقول ہے کہ سلطان المشائخ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ حضرت گنج شکر کے انتقال کے وقت موجود تھے۔ بچشم تر فرمایا کہ نہیں لیکن اس وقت آپ نے مجھے یاد فرمایا اور کہا کہ فلاں (سلطان المشائخ) دہلی میں ہے۔ میں بھی حضرت خواجہ قطب الدین کے انتقال کے وقت موجود نہ تھا اس وقت میں ہانسی میں تھا لہٰذا آپ نے خرقہ خلافت شیخ بدر الدین اسحٰق کے تفویض کیا اور کہا کہ یہ امانت نظام الدین کو پہونچا دی جائے۔

سلطان المشائخ یہ بھی فرماتے ہیں کہ جب پانچویں محرم کی شب آپ پر مرض کا غلبہ ہوا تو نماز عشاء جماعت کے ساتھ ادا فرمائی اور بے ہوش ہو گئے جب ہوش آیا تو دریافت فرمایا کہ میں نے نماز عشاء پڑھی کہ نہیں عرض کیا گیا کہ ہاں آپ نے ادا فرمائی۔ فرمایا ایک بار اور پڑھ لوں تو کیا حرج ہے اسی طرح آپ نے تین دفعہ نماز عشاء ادا فرمائی اسکے بعد یا حی یا قیوم کی تکرار کرتے ہوئے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد فرمائی آپکی وفات بروز شنبہ ۵ محرم ۶۶۸ھ بزمانہ سلطنت غیاث الدین بلبن واقع ہوئی۔ اس وقت آپکی عمر (۹۵) سال تھی جسکے منجملہ (۳۳) سال حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی وفات کے بعد بقید حیات رہے۔ قصبہ اجودھن میں جو علاقہ پنجاب میں واقع ہے مدفون ہوئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

صاحب سیر الاولیاء لکھتے ہیں کہ آپ کے پانچ فرزند اور تین لڑکیاں تھیں آپ کے بڑے صاحبزادے قدوۃ الواصلین شیخ نصیر الدین بن گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ تھے جنکا انتقال اپنے پدر بزرگوار کی زندگی میں ہوا ان کے دو فرزند تھے (۱) شیخ عبد اللہ (۲) شیخ نعمت اللہ یہ دونوں حضرت گنج شکر کی پابوسی کے لئے پاک پٹن پہونچے ان کے آنے سے اعمام خوش نہ ہوئے ان دونوں نے اپنے جد بزرگ سے استدعا کی کہ ہم کو آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہونے سے تامل نہیں ہے لیکن ہمارے اعمام اور شیخ بدر الدین اسحٰق سے ناخوش ہونگے گنج شکر نے فرمایا کہ بابا تمہارا سلسلہ قیامت تک رہیگا اور بدر الدین کی اولاد چودہ پشت تک رہے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ المختصر شیخ نصیر الدین گنج شکر اوصاف حمیدہ اور اخلاق ستودہ سے

متصف تھے ۔ ہمیشہ عبادت میں مصروف رہتے اور گذر بسر کے لئے زراعت کرتے تاکہ حلال روزی حاصل ہو۔ اپنی تمام عمر مطابق رضائے الٰہی بسر کی رحمۃ اللہ علیہ

دوسرے فرزند شہاب الدین گنجشکر تھے کہ جو کمال علم و فضائل سے آراستہ تھے اکثر اوقات اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں حاضر رہتے سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ میرے اور شیخ شہاب الدین کے درمیان محبت و سلوک کا رشتہ تھا اگر کبھی مجھ سے حضرت گنجشکر کی خدمت میں غلطی سرزد ہو جاتی تو سفارش کر کے معاف فرما دیتے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۔

تیسرے صاحبزادے شیخ بدر الدین سلیمان بن گنجشکر تھے جو علم و تقویٰ میں مشہور اور اوصاف کبار سے متصف تھے اپنے پدر بزرگوار کی وفات کے بعد اپنے بھائیوں اور اہل ارادت کے اتفاق سے مسند سجادگی پر متمکن ہوئے ان کو حضرت گنج شکر نے اپنی موجودگی میں خلفائے چشت کا مرید کیا تھا کیونکہ خواجہ قطب الدین چشتی کم سن تھے کہ ان کے والد کا انتقال ہو گیا سب نے چاہا کہ ان کو ان کے والد کی جگہ سلسلہ چشت کی مسند سجادگی پر بٹھائیں۔ بزرگان چشت اور رشتہ داروں نے کہا خواجہ علی چشتی کہ جو خواجہ قطب الدین کے چچا ہیں دہلی میں موجود ہیں اور وہ اس وقت سلسلۂ چشت میں مسند سجادگی پر فائز ہیں لہذا انہیں اطلاع دینی چاہیئے تاکہ ان کی رائے معلوم ہو سکے ۔ مصلحتاً خلفائے چشت کے منجملہ دو خلفاء خواجہ روز اور خواجہ عوز کو دہلی بھیجا گیا جب یہ بزرگ اجودھن پہونچے گنجشکر نے انکا استقبال کیا اور نہایت عزت و احترام سے اپنے مکان لے آئے اپنے دو صاحبزادوں شیخ شہاب الدین ۔ شیخ بدر الدین کو ان کا مرید کروا دیا اسکے بعد یہ دونوں بزرگ دہلی روانہ ہوئے خواجہ علی چشتی نے چاہا کہ انکی رفاقت میں چشت تشریف لے جائیں چونکہ غیاث الدین بلبن خواجہ علی چشت کا مرید تھا۔ نہایت عاجزی کی کہ خواجہ چشت روانہ نہ ہوں چنانچہ مجبوراً ایک مکتوب آپ نے بزرگان چشت کے نام تحریر فرمایا کہ مجھے جو نعمت مشائخ چشت میرے والد اور چچاؤں سے ملی تھی وہ میں نے اپنے برادر زادہ خواجہ قطب الدین کو بخش دی اور سجادگی چشت ان کے حوالے کر دی یہ خط لے کر خواجہ روز اور خواجہ عوز چشت روانہ ہوئے اور خواجہ قطب الدین کو بزرگان چشت کے اتفاق سے مسند سجادگی پر بٹھا دیا۔ اور خواجہ علی دہلی میں رہے آپ کا مزار دہلی میں واقع ہے اور جب شیخ بدر الدین بن گنجشکر نے وفات پائی آپ کے بھائیوں نے آپکو حضرت گنج شکر کی گنبد میں دفن کیا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

چوتھے صاحبزادے شیخ نظام الدین بن گنجشکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے ۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں

کہ حضرت گنج شکر آپ کو نہایت مہربانی سے بٹھا لیتے اور انہیں دیکھ دیکھ کر مسکراتے رہتے۔ آپ سپاہی تھے اور فنِ شجاعت میں بے نظیر تھے صاحب کشف بھی تھے چنانچہ اپنے پدر بزرگوار کی زندگی میں سلطان غیاث الدین بلبن کے ساتھ تھے حضرت گنج شکر کو خواب میں دیکھا کہ آپ کو بلا رہے ہیں علی الصبح سلطان سے اجازت لیکر متوجہ اجودھن ہوئے اسی شب حضرت گنج شکر کا اجودھن میں انتقال ہوا تھا لیکن شہر کے اطراف بارہ حصار تھیں جو رات کا وقت ہونے سے بند کر دی گئی تھیں جس کی وجہ سے آپ حصار کے باہر ہی رہے۔
حضرت گنج شکر نے فرمایا کہ نظام الدین آ چکے ہیں لیکن کیا فائدہ کہ ملاقات نہیں ہو سکتی صبح کے وقت جب دروازۂ حصار پر پہونچے تاکہ اندر داخل ہوں دیکھا کہ اس طرف سے حضرت گنج شکر کا جنازہ لایا جا رہا ہے آپ نے بھائی سے پوچھا کہ کہاں لے جا رہے ہو فرمایا کہ بیرونِ حصار مقبرہ شہداء میں اکثر گنج شکر جایا کرتے تھے اور عبادت حق میں مصروف رہتے تھے اور وہ جائے پرفیض ہے دفن کے لئے لیجایا جا رہا ہے شیخ نظام الدین نے فرمایا اگر آپ وہاں گنج شکر کو دفن کریں گے تو بڑی بے قدری ہو گی لہذا وہیں نماز جنازہ ادا کی گئی اور حضرت نظام الدین کی صلاح کے مطابق حصار کے اندر جنازہ لے جایا گیا اور آپکے خاص حجرہ میں آپ کو دفن کیا گیا کہتے ہیں کہ حضرت گنج شکر کی وفات کے بعد کفار اجودھن پہونچے اور لڑائی شروع کی۔ حضرت نظام الدین کئی کفار کو جہنم واصل کرنے کے بعد شہید ہوئے۔ شہادت کے بعد مقتولوں کے درمیان آپ کی نعش تلاش کی گئی کہیں آپ کا پتہ نہ چلا بعض لوگ کہتے ہیں کہ سلطان علاء الدولہ کے ساتھ قلعہ کے دروازہ پر آپ نے شہادت پائی اب تک وہیں آپ کا مزار مشہور ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

پانچویں صاحبزادے شیخ یعقوب بن گنج شکر تھے یہ سب بھائیوں سے چھوٹے تھے جود و سخا میں مشہور تھے اعلیٰ نفس اور صاحب کرامت تھے ملازمین کے طریقہ کے بموجب اکثر سفر میں رہتے بالآخر مردانِ غیب آپکو قصبۂ امروہہ کی راہ سے لے گئے اور آپ غائب ہو گئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

لیکن شیخ علاء الدین بن شیخ بدر الدین گنج شکر کے تمام پوتوں میں ممتاز تھے ایک روز گنج شکر تشریف فرما تھے شیخ علاء الدین دوسرے بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے آئے اور خواجہ کے نزدیک کھڑے ہو گئے۔
حضرت گنج شکر نے پان اپنے منہ سے انکے منہ میں ڈالا اور خود چوکی پر بیٹھ کر وضو کرنے لگے آپ کے خادمین سے ایک خادم نے جسکا نام علی تھا اور جو خلوت میں آپ کی خدمت کیا کرتا تھا مصلیٰ سیدھا کرنے لگا تاکہ گنج شکر وضو کرنے کے بعد اس پر بیٹھیں شیخ علاء الدین آ کر اس مصلیٰ پر بیٹھ گئے خواجہ علی نے منع کیا گنج شکر نے فرمایا

بیٹھنے وہ آپ کے برکت انفاس سے شیخ علاء الدین تقریباً دو قرن تک مسند سجادگی پر متمکن رہے آپ سولہ سال کے تھے کہ آپ کے والد کا انتقال ہوگیا لہٰذا آپ مسند گنج شکر پر اسی عمر سے رونق افروز ہوئے۔ (۵۴) سال تک سجادگی کا حق بخیر و خوبی ادا کرتے رہے اکثر سلاطین آپ سے شرف ملاقات حاصل کرنے کیلئے آیا کرتے لیکن آپ اپنے مقام سے حرکت نہ کرتے۔ تاریخ فیروز شاہی میں مرقوم ہے کہ اس وقت غیاث الدین تغلق سلطان علاء الدین خلجی کی طرف سے حاکم تھا ایک دن حضرت شیخ رکن الدین اور حضرت شیخ علاء الدین سے ملاقات کے لئے حاضر ہوا محمد اور سلطان فیروز بھی ساتھ تھے شیخ علاء الدین نے ان تینوں کو لباس میں کچھ چیز دی اور فرمایا کہ تینوں بادشاہ ہونگے چنانچہ آپکی پیشن گوئی کے مطابق کچھ عرصہ میں سلطان علاء الدین خلجی کے خاندان سے سلطنت جاتی رہی تو سلطان غیاث الدین تغلق بادشاہ دہلی ہوگیا اسکے بعد اسکا بیٹا سلطان محمد بادشاہ ہوا اسکے بعد سلطان فیروز بن رجب جو سلطان غیاث الدین تغلق کا بھتیجا تھا تخت دہلی پر بیٹھا وہ بھی شیخ علاء الدین کا مرید تھا آپ کی کرامات بہت ہیں جب شیخ علاء الدین جوار رحمت حق میں داخل ہوئے تو ان کو جوار روضۂ گنج شکر میں دفن کیا گیا۔ سلطان محمد تغلق جو آپ کا مرید تھا آپ کی مزار پر عالیشان گنبد تعمیر کروائی اکثر لوگ غلبۂ اعتقاد میں ایک پہاڑ پر جو بجانب کشمیر واقع ہے قبر کو درست کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ قبر شیخ علاء الدین کی ہے جیسا کہ ہندوستان میں اکثر لوگ غلبۂ اخلاص سے حضرت سالار مسعود غازی کا مقبرہ بناتے ہیں رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر شریف

بحق واصل، عارف کامل، صاحب دل شیخ نجیب متوکل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ تمام کمالات سے آراستہ تھے حضرت گنج شکر کے آپ بھائی اور خلیفہ تھے سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ وہ سترہ ۱۷ سال تک دہلی میں رہے لیکن کوئی جاگیر اور نقد امداد قبول نہ کی حضرت گنج شکر کی اتباع میں متوکل رہے اور اچھی زندگی بسر کی سلطان المشائخ یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کے ایک بھائی تھے جو بدایون میں رہتے تھے اور ان کی ملاقات کے لئے ہر سال وہاں جایا کرتے تھے ایک روز دونوں بھائی بدایون

کے ایک بزرگ شیخ علی سے ملنے گئے۔ شیخ نجیب الدین نے قبل اسکے کہ اس بوریے پر جس پر حضرت شیخ علی تشریف فرما تھے اپنا قدم رکھیں پاؤں سے جوتا نکال دیا اور زمین پر برہنہ پا آئے اور اس بوریے پر جو شیخ کا مصلی تھا قدم رکھا شیخ علی نے برا مانا اور فرمایا کہ مصلی تھا کیوں ایسا کیا۔ الکلام دونوں دروازہ پر بیٹھے رہے شیخ کے سامنے ایک کتاب رکھی ہوئی تھی شیخ نجیب نے پوچھا کہ یہ کونسی کتاب ہے۔ شدت غم سے شیخ نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر شیخ نجیب الدین نے کہا کہ اجازت ہو تو میں یہ کتاب دیکھوں۔ شیخ نے اجازت دی کتاب کھولتے ہی تحریر نکلی کہ اس آخر زمانہ میں ایسے مشائخ ہونگے جو تنہائی میں گناہ کرینگے اور جب سب کے سامنے بوریے پر قدم رکھیں گے تو قیامت برپا کریں گے۔ شیخ علی کی جب اس تحریر پر نظر پڑی تو بہت شرمندہ ہوئے اور بہت معافی چاہی۔

سلطان المشائخ یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ جب کبھی شیخ نجیب الدین حضرت گنجشکر کے روبرو حاضر ہوتے تو واپسی کے وقت آپ سے التماس دعا کرتے باین خیال کہ شاید دوبارہ آنا نہ ہو اس طرح آپ انیس دفعہ آپ دہلی سے اجودھن گئے اور ہر بار اس طرح التماس دعا کی گنجشکر نے آخر بار بھی اسی طرح دعا کی جب نجیب الدین دہلی پہونچے تو ۹ رمضان ۶۶۹ھ کو وہاں آپکی وفات واقع ہوئی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

ہمگی درد و اشتیاق تمامی حسن و وفاق قدوۃ الاولیاء شیخ بدر الدین اسحٰق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کے والد کا نام علی بن اسحٰق دہلوی تھا فضائل ظاہری و باطنی سے آپ مزین تھے۔ زہد و ورع اور وجد و سماع میں آپ بے نظیر تھے۔

صاحب سیر الاولیاء لکھتے ہیں کہ آپ دہلی کے بزرگ زادوں میں سے تھے ہر شہر میں اکتساب علم کیا دانشمندان وقت سے گوئے سبقت لے گئے لیکن ہر علم میں چند اشکال باقی رہ گئے تھے علماء شہر کی طعنہ زنی کے باعث بہت سی کتابوں کے ساتھ بخارا روانہ ہوئے جب قصبہ اجودھن پہونچے حضرت گنج شکر کی توجہات سے مستفید ہوئے ہر علم

میں جو مشکلات آپ کو درپیش تھیں وہ گنجشکر کی توجہ سے حل ہوگئیں جب آپ بخارا آگئے تو بہت سارے لوگ خلوص دل سے آپ کے مرید ہوگئے دہلی میں آپ نے اپنے گھر بار رشتہ داروں کو چھوڑا اور بطریق شیخ راہ سلوک اختیار کیا جب حضرت گنجشکر نے ان میں قابلیت دیکھی تو خلافت بھی دی اور شرف دامادی بھی بخشا اپنی امانت بھی ان کے تفویض کی کچھ ہی مدت میں آپ واصلین حق میں سے ہوگئے حضرت گنجشکر نے اپنے زمانۂ حیات میں آپکو بیعت دینے کی اجازت عطا فرمائی چنانچہ جب ملک شرف الدین حاکم آپ کے پاس بغرض بیعت حاضر ہوا تو حضرت گنجشکر نے حضرت بدرالدین اسحٰق کی جانب اشارہ کیا ان کے ہاتھ پر بیعت کرو یہ مرتبہ اپنے کسی خلیفہ کو آپ نے عطا نہیں کیا۔

سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ مجھے بدر الدین اسحٰق سے انتہائی محبت تھی میرے تمام معاملات میں حضرت گنج شکر کی وہ خدمت میں وہ امداد حاصل کرتے اور خود بھی میری تربیت فرماتے حتیٰ کہ حضرت گنجشکر کے انتقال کے بعد بھی آپ بقید حیات تھے اور حضرت سلطان المشائخ نے آپ کی عظمت و احترام سے آشنا ہو کر آپ کے دست مبارک پر بیعت کی۔

سلطان المشائخ یہ بھی لکھتے ہیں کہ حضرت گنجشکر کے میرے خانۂ دل میں یاد رہتی ہے اور شیخ بدرالدین اسحٰق کی بھی یاد دل میں رہا کرتی ہے۔ شیخ بدرالدین اس قدر سریع البکا تھے کہ ایک لمحہ بھی ایسا نہ ہوتا تھا کہ آپ کی آنکھ پرنم نہ ہو ایک روز یہ بیت آپ کی زبان پر جاری ہوئی آپ اسے بار بار دہراتے اور روتے جاتے نوبت باینجا رسید آپ بے خود ہوگئے۔

بیش سیاست غمش روز چہ نطع مستیزند
راز صوو کم شود پس تو توجہ میرنے

تمام دن اسی بیت کا ذوق رہا اور آپ پر عالم تحیر طاری رہا نماز مغرب کے وقت گنج شکر نے آپ کو امام بنایا نماز میں بجائے قراءت کے یہی بیت پڑھنی شروع کی اور بے ہوش ہوگئے۔ جب ہوش آیا تو گنج شکر نے فرمایا ہوش و حواس بجا رکھو اور دوبارہ امامت کرو اس دفعہ آپ نے نماز تمام کی باوجود اس استغراق کے آپ حضرت گنج شکر کی خدمت میں رہتے تھے۔

سیر الاولیاء میں منقول ہے کہ حضرت گنج شکر کے احباب باری باری سے لکڑیاں لانے کے لئے اجودھن کے قرب وجوار میں جاتے ایک دن شیخ بدرالدین کی باری آئی آپ لکڑیاں لانے گئے تو آپ کے ہمراہ حضرت گنجشکر کے دو صاحبزادے تھے اثنائے راہ میں آپ سے وہ دونوں صاحبزادے کہنے لگے کہ ہمارے مریدوں میں ویسی کرامت نہیں ہے

جیسا کہ سید احمد کبیر کے مریدوں میں تھی وہ شیر پر سوار ہوتے اور سانپ ہاتھ سے پکڑ لیتے تھے۔ شیخ بدر الدین اسحٰق نے فرمایا اے مجذوم زادہ اسطرح نہ کہنا چاہیئے کہ آپ کے پدر بزرگوار بہت بزرگ ہیں جب چند قدم آگے بڑھے ایک بڑا شیر جنگل سے نکلا حضرت گنج شکر کے دونوں صاحبزادے درخت پر چڑھ گئے شیخ بدر الدین آگے بڑھے اور شیر کے سر پر اپنی آستین ماری اور کہنے لگے کہ تیری کیا مجال کہ ہمارے لوگوں کے سامنے آئے اسکے بعد صاحبزادوں سے نیچے اترنے کے لئے کہا صاحبزادوں نے کہا جب تک شیر نہ جائے ہم نیچے نہ اتریں گے۔ حضرت بدر الدین نے شیر سے فرمایا اے کتے چلا جا۔ شیر نے سر زمین پر رکھا اور پھر چلا گیا۔ حضرت گنجشکرؒ نے اپنے زمانہ حیات میں حضرت بدر الدین کے علاوہ کسی سے خدمت نہ لی۔

جب حضرت گنج شکر کی وفات کے بعد آپ کے صاحبزادے شیخ بدر الدین سلیمان بن گنج شکر نے مسند ارشاد سنبھالی تو آپ نے حسب دستور کچھ مدت تک آپکی خدمت کی آخری عمر میں آپ پر استغراق اسقدر غالب ہوا کہ آپ نے گوشہ تنہائی اختیار کی اور وفات تک اسی حالت میں رہے آپ کی وفات کے بعد سلطان المشائخ نے سید محمد کرمانی کو اجودھن روانہ کیا تاکہ آپ کی والدہ اور صاحبزادوں کو دہلی لے آئیں دونوں صاحبزادوں کو جنکے نام خواجہ محمد اور خواجہ موسیٰ تھے تمام نعمتیں عطا فرمائیں چنانچہ آج تک خواجہ محمد اور خواجہ موسیٰ کی اولاد حضرت سلطان المشائخ کے روضہ میں قیام پذیر ہے الغرض جب شیخ بدر الدین اسحاق کے انتقال کا وقت قریب پہونچا نماز فجر جماعت سے پڑھکر اوراد تمام کئے اور دریافت کیا کہ کیا وقت اشراق ہوگیا عرض کیا گیا کہ ہاں ہوگیا نماز اشراق بھی آپ نے ادا فرمائی اسکے بعد نماز چاشت بھی ادا فرمائی اور پھر سر بسجود ہوئے اور جان جان آفریں کے سپرد کی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

جامع فضائل صوری و معنوی سالار خسرو دہلوی مقتدائے قوم شیخ جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کمال علم و تقویٰ سے آراستہ تھے آپ کا سلسلۂ نسب حضرت ابو حنیفہؒ کوفی تک پہونچتا ہے۔ آپ حضرت گنج شکر کے مرید اور خلیفہ تھے صاحب سیر الاولیاء کہتے ہیں کہ حضرت گنج شکر نے بارہ سال تک ان سے

محبت کی وجہ سے ہانسی میں سکونت اختیار کی حضرت گنج شکر جس کسی کو خلافت نامہ عطا کرتے اسکو وصیت کرتے کہ جمال الدین کو بتاؤ۔ سیر الاولیاء میں یہ بھی مذکور ہے کہ ایک بزرگ کے خلافت نامہ کو پرزہ پرزہ کردیا وہ انہی پرزوں کو لے کر حضرت گنج شکر کی خدمت میں لائے آپ نے فرمایا کہ جمال کے کئے ہوئے پرزوں کو میں جوڑ نہیں سکتا یہ قصہ تفصیل سے حضرت شیخ علی کے حالات میں مذکور ہے۔ شیخ جمال الدین کا انتقال حضرت گنج شکر کی زندگی میں ہوا آپ کے صاحبزادے نعمت پدری سے ناآشنا رہے

سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ آپ کے بڑے صاحبزادے دانشمند تھے اپنے والد کے سامنے دیوانے ہوگئے کبھی کبھی جب ہوش میں آتے تو کہتے العلم حجاب اللہ الاکبر میں جان گیا یہ دیوانہ باطن ہے ایک روز ان سے میں نے اس کا مطلب پوچھا کہا علم خدا کے سوا ہے اور جو چیز خدا کے سوا ہو وہ حق کو چھپانے والی ہے۔ شیخ جمال الدین کی وفات کے بعد شیخ ملا برہان الدین صوفی نے اپنے بیٹے شیخ جمال الدین جو شیخ قطب الدین منور کے والد تھے، کے ساتھ حضرت گنج شکر کی خدمت میں اسوقت اجودھن میں تھے اور وہ مصلیٰ اور عصا جو گنج شکر نے شیخ جمال الدین کو دیا تھا انکے سامنے پیش کیا۔ حضرت گنجشکر نے کمال مہربانی سے شیخ برہان الدین کو اپنا مرید کیا اور اس مصلیٰ اور عصا کو انکے حوالہ کردیا اور فرمایا جس طرح جمال میری جانب سے مجاز تھا تم بھی مجاز ہو لیکن چند روز خواجہ نظام الدین بھائی کی خدمت میں رہو اور انکی وفات کے بعد ہانسی آئے اور ہر سال حضرت خواجہ کی وصیت کے مطابق سلطان المشائخ کی خدمت میں دہلی آتے رہے لیکن شیخ برہان الدین نے کبھی کو اپنی زندگی میں مرید نہیں کیا اگر کوئی بیعت کی غرض سے آتا تو فرماتے جہاں سلطان المشائخ موجود ہوں مجھے سزاوار نہیں کہ کسی کو بیعت دوں۔

سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ شیخ جمال کو ان کے انتقال کے بعد خواب میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں جب مجھے قبر میں اتارا گیا تو دو عذاب کے فرشتے آئے اسکے بعد ایک اور فرشتہ آیا اور یہ فرمان پہنچایا کہ میں نے اس شخص کو جو دو رکعت صلوٰۃ الروح نماز مغرب کے ساتھ ادا کرتا تھا اور جو آیۃ الکرسی ہر فرض نماز کے بعد پڑھتا تھا بخش دیا۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۔

ذکر شریف

محرمِ رازِ نہانی، واقفِ اسرارِ معانی، فردِ وقت شیخ عارف سیستانی رحمۃ اللہ علیہ

یہ بھی حضرت گنج شکر کے خلیفہ ہیں سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ شیخ عارف والیٔ ملتان سے تعلق رکھتے تھے اور وہ حضرت گنج شکر کا معتقد تھا ایک دفعہ والیٔ ملتان نے سو دینار شیخ عارف کے ذریعہ گنج شکر کی خدمت میں تحفتاً روانہ کیا آپ نے پچاس دینار خود رکھ لیے اور صرف پچاس دینار حضرت کے سامنے پیش کئے گنج شکر نے مسکرا کر کہا کہ عارف نے برادرانہ تقسیم کی آپ بہت شرمسار ہوئے اور وہ پچاس دینار بھی جو رکھ لئے تھے پیش کر دئے بہت عاجزی کی اور بیعت کی استدعا کی گنج شکر نے شرف بیعت سے نوازا آپ نے ممنون ہو کر جو کچھ اپنے پاس تھا لٹا دیا اور شیخ کی ایسی خدمت شیخ کی جو بیان سے باہر ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر شریف

سرحلقۂ اولیاء، سالارِ اتقیاء شیخ صدر الدین بن بہاء الدین ذکری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کاملانِ وقت سے تھے اپنے پدر بزرگوار کی وفات کے بعد مسند ارشاد پر فائز ہوئے۔ بہت سارے بزرگان صاحب حال آپ کے دست حق پرست پر خرقہ خلافت پہنا اور مرتبہ کمال پر پہونچے۔ صاحب سیر العارفین فرماتے ہیں کہ شیخ بہاء الدین ذکری کے سات صاحبزادے تھے آپ کے انتقال کے بعد جو کچھ مال و اسباب تھا اسکے سات حصے اُن کے منجملہ شیخ بدر الدین اور شیخ صدر الدین کے حصہ میں سامان کے علاوہ اکہتر لاکھ دینار آئے آپ نے پہلے روز ہی یہ سب درویشوں میں تقسیم کر دیا۔

اور اپنی ملکیت میں کچھ نہ رکھا اور مشغول بحق ہو گئے۔ شیخ جمال الدین خنداں آپ کے مرید کامل تھے۔ شیخ احمد معشوق بھی آپ کے خلفا سے تھے۔

سلطان المشائخ فوائد الفواد میں لکھتے ہیں کہ شیخ احمد مغلوب الحال تھے کمال استغراق کا یہ عالم تھا کہ آنکھ نہ کھولتے تھے ایک دفعہ موسم سرما میں ٹھنڈے پانی میں غسل کے لئے اتر گئے بہت دیر تک پانی میں کھڑے رہے اور خدا سے دعا کرتے رہے کہ جب تک اپنا مرتبہ نہ پاؤں پانی سے باہر نہ نکلوں گا۔ ندا آئی کہ تمہارا مرتبہ یہ ہے کہ بہت سارے لوگ تمہاری شفاعت سے بخشے جائیں گے آپ نے کہا کہ الٰہی اس سے زیادہ نعمت کا خواستگار ہوں فرمان ہوا کہ ہم نے اپنے تمام طالبوں کو تمہارا عاشق اور تم کو ان کا معشوق بنا دیا اسوقت پانی سے نکلے اور کپڑے پہنے آپ جس طرف جاتے لوگ انکو احمد معشوق کے نام سے پکارتے آخر جذبہ اس درجہ غالب ہوا کہ سب سے قطع تعلق کر لیا علماء نے ان پر اعتراض کرنا شروع کیا کم از کم فرض نماز تو پڑھنی چاہیئے۔ الکلام آپ جب نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے اور سورہ فاتحہ پڑھنا شروع کیا ایاك نعبد و ایاك نستعین تک پہونچے تھے کہ آپ کے جسم کے تمام حصوں سے خون ٹپکنے لگا جماعت میں جو لوگ شریک تھے ان سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں حائضہ عورت ہوں اسلئے نماز مجھ پر واجب نہیں۔

آپ کے دوسرے خلیفہ شیخ علاء الدین خجندی تھے جو چالیس سال تک شیخ صدر الدین کی خدمت میں رہے روزآنہ دو قرآن ختم کرتے تھے شیخ آپکو محبوب اللہ پکارتے تھے آپکے دیگر صاحب کمال مرید مولانا حسام الدین ملتانی تھے جنکا مزار بدایون میں واقع ہے ایک روز حضرت شیخ صدر الدین کی خدمت میں استدعا کی کہ روضۂ شیخ بہاء الدین ذکریا میں مجھے ایک قبر کی جگہ چاہیئے فرمایا کہ تمہارے دفن کے لئے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدایون میں جگہ مقرر کر دی ہے اسکے بعد آپ شیخ کی اجازت لیکر بدایون پہونچے آنحضرت علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ ایک جگہ بیٹھے ہوئے وضو کر رہے ہیں صبح وہاں گئے تو دیکھا پانی سے زمین بھیگی ہوئی ہے لہٰذا آپ نے اس جگہ دفن کرنے کی وصیت کی آپ کے اور بھی کئی خلفاء ہیں جنکا ذکر اس مختصر کتاب میں دشوار ہے۔

سیر العارفین میں منقول ہے کہ سلطان غیاث الدین بلبن نے اپنے بڑے بیٹے جان شہید جس کا نام سلطان محمد تھا والی ملتان بنا کر بھیجا یہ لڑکا بلند ہمت اور لطیف الطبع تھا۔ امیر خسرو اور امیر حسن اسکے ملازم تھے جان شہید کی منکوحہ سلطان رکن الدین بن سلطان شمس الدین التمش کی لڑکی تھی جو نہایت حسین و

جمیل اور پارسا عورت تھی۔ جان شہید اکثر حالت نشہ میں رہتا تھا جس سے وہ خوش نہ تھی ایک دفعہ حالت مستی میں اپنی بیوی کو تین طلاق دیدیا۔ ہوش آنے کے بعد قاضی شرف الدین سے دریافت کیا کہ اب کیا کیا جائے قاضی نے کہا جب تک اس عورت کا نکاح ثانی نہ ہو اور پھر اسے طلاق نہ دی جائے تمہارے عقد میں نہیں آسکتی آخر یہ طے پایا کہ حضرت شیخ صدر الدین کو طلب کرکے اس عورت کا ان سے نکاح کر دیا جائے دوسرے دن یہ طلاق دیدیں اور پھر جان شہید خود اس سے نکاح کرے مجبوراً اس نے یہ قرار داد منظور کی حسبہ شیخ صدر الدین سے اس عورت کا عقد کرکے ان کے گھر بھیج دیا گیا جب وہ شیخ کے گھر پہونچی تو اس نے شیخ سے کہا کہ مجھے مطلق اس امیر سے جو شراب خور ہے رغبت نہیں ہے للہ آپ مجھے طلاق نہ دیں۔ شیخ نے قبول کیا دوسرے دن جان شہید کے لوگ آئے اور بموجب قرار داد عمل کرنے پر مصر ہوئے شیخ راضی نہ ہوئے اس بارے میں بہت بحث و تکرار ہوئی اس کے بعد سلطان محمد سختی کے ساتھ پیش آیا اور قسم کھائی کہ دوسرے دن شیخ کے گھر جاؤں گا اور انکو مع انکے اہل خاندان قتل کردونگا لوگوں نے شیخ کو اسکے اس ارادہ کی اطلاع دی شیخ نے مطلق توجہ نہ کی دوسرے روز وہ چاہتا تھا کہ شیخ کے گھر جائے کہ اسی وقت اطلاع ملی کہ ساٹھ ہزار مغل قریب شہر آچکے ہیں کہا کہ پہلے فوج کو شکست دونگا اور پھر شیخ کے گھر جاؤں گا۔ اسی روز ملتان سے نکلا اور جنگ شروع کی بہت مقابلہ ہوا آخر کار مغلوں کے ہاتھ سے شہید ہو گیا اسکے شہید ہونے کے بعد کسی نے نہ دیکھا کہ مغل فوج کدھر گئی۔ امیر خسرو اس روز ہند میں مغلوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے الغرض شیخ صدر الدین کے کمالات اور خوارق عادات بہت ہیں۔ کہتے ہیں ایک دفعہ شیخ رکن الدین فردوسی جب باہر سے دہلی آئے تو شیخ سے ملتان میں ملاقات کی شیخ نے کھانا منگوایا رکن الدین کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ کھانا بہت زیادہ مقدار میں تھا اور پر تکلف تھا میں شیخ کے قریب تھا۔ شیخ نے مجھے اشارہ کیا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم کہا اور کھانے میں ہاتھ ڈالا اور نہایت رغبت سے کھایا۔ میرے دل میں یہ بات گذری کہ یہ افطار صوم مہمان کی خاطر داری کے لئے ہے کم کھانا بہتر ہوگا جونہی یہ خطرہ میرے دل میں گذرا آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا اے رکن الدین جس میں اتنی سکت ہو کہ کھانے کو نور میں تبدیل کردے اسکے لئے تقلیل لازمی نہیں اور کہا سہ

تن مزن ہر چند بتوانی بخور
چوں کہ لقمہ میشود در تو گہر

الغرض آپکے کرامات اور خوارق عادات اتنے نہیں ہیں کہ اس مختصر کتاب میں سما سکیں آپکی وفات نماز ظہر اور عصر کے مابین ۲۳ ذی الحجہ ۶۸۴ھ ملتان میں واقع ہوئی اپنے والد کے پہلو میں دفن ہوئے اسوقت آپکی عمر ۶۹ سال تھی رحمۃ اللہ علیہ

ذکر شریف

غریق بحر الیقین، صاحب تمکین، غوث وقت شیخ ابو الفتح رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے والد کا نام شیخ صدر الدین بن بہاء الدین ذکریا ہے آپ تمام اوصاف پسندیدہ سے متصف تھے علوم ظاہری و باطنی میں اپنے دادا کی نظیر تھے۔ نور چشم شیخ صدر الدین تھے اور انکی والدہ بی بی راستی رابعہ وقت تھیں۔ شیخ بہاء الدین ذکریا سے بیعت تھی۔

صاحب سیر العارفین لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ رات کے وقت شیخ الاسلام سے ملنے آپکی والدہ حاضر ہوئیں اس وقت شیخ رکن الدین آپ کے شکم میں سات ماہ کے تھے شیخ الاسلام آپکی تعظیم کے لئے اٹھے آپ متحیر ہوئیں کہ خلاف عادت آپ نے ایسا کیوں کیا اور فرمایا کہ میرے لئے جائے حیرت ہے۔ شیخ الاسلام نے فرمایا کہ یہ تعظیم اسکے لئے ہے جو ابھی تمہارے شکم میں ہے۔

وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ ایک روز شیخ بہاء الدین ذکریا چوپایہ پر بیٹھے ہوئے تھے دستار اپنے سر سے اتار کر چوپایہ کے کنارے پر رکھدی شیخ رکن الدین اس وقت چار سال کے تھے وہ آئے اور دستار اپنے سر پر رکھ لی۔ شیخ صدر الدین نے اعتراض کیا اور کہا کہ یہ کیا بے ادبی ہے دستار مبارک کو اسکی جگہ رکھدو۔ شیخ بہاء الدین نے فرمایا بابا صدر الدین منع مت کرو اس نے اپنی استحقاق کی بناء پر سر پر رکھا ہے یہ دستار میں نے اسے دیدی۔ چنانچہ وہ دستار دیدی گئی جو اسی طرح صندوق میں محفوظ کر دی گئی۔ جب اپنے والد کے انتقال کے بعد شیخ رکن الدین نے مسند سجادگی پر متمکن ہوئے اسی دستار کو اپنے سر پر رکھا کہا جاتا ہے کہ کمسنی میں خواجہ شمس الدین تبریزی نے انکو رکن عالم کے لقب سے پکارتے تھے اسی وقت سے آپکو رکن عالم پکارا جانے لگا آپ مریدین اور طالبوں کی تربیت میں یگانہ وقت تھے اس کا اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مخدوم جہانیاں اور لعل شہباز آپ کے تربیت یافتہ تھے۔ آپ کے دیگر کامل خلفاء میں شیخ صدر الدین عرف چراغ ہند تھے۔ ہمہ صفات متصف تھے کہتے ہیں کہ وہ شیخ رکن الدین ابو الفتح کے بھتیجے تھے آپکی مزار ظفر آباد میں واقع ہے جو شہر جونپور کے قریب ہے وہ اس علاقہ کے صاحب ولایت تھے۔ آپ کا روضہ حاجت روائی خلق ہے اور عید البقر کے موقع پر لوگ آپ کے روضہ کے قریب جمع ہوتے ہیں اور کمال

اعتقاد سے ارکان حج بجا لاتے ہیں۔ چراغ ہند کے خلفا و ہندوستان میں جابجا آرام فرما ہیں۔ ان میں ایک بابا پیالہ ہیں جو پرگنہ حسام پور جو بہرائچ کے قریب واقع ہے آرام فرما ہیں آپ مرد بابرکت اور صاحب کرامت تھے آپ کے دوسرے خلیفہ شاہ موسیٰ عاشقاں تھے جو سید اور صاحب مقامات عالی تھے شہر میں آپ کا مرقد مرجع خلایق ہے آپکے اور ایک خلیفہ شیخ عثمانؒ سیاح ہیں جو دہلی میں آسودہ ہیں وہ قاضی وجیہ الدینؒ سنامی کے فرزند ہیں۔ پریشانی کی حالت میں سنام سے دہلی آئے تھے۔ شیخ رکن الدینؒ ابو الفتح بھی انہی دنوں میں دہلی آئے ہوئے تھے ان کو دیکھتے ہی سر قدموں پر رکھدیا۔ اور مرید ہوگئے۔ کئی سال تک خدمت میں رہے۔ چنانچہ بیت اللہ کے سفر میں بھی ساتھ رہے اس کے بعد دہلی روانہ ہوئے۔ رخصتی کے وقت شیخ نے کہا کہ دہلی میں سلطان المشائخ ہیں تم بھی وہیں رہو اور آپکا زیادہ تر وقت ان کی خدمت میں گذارو اور جس جا وہ رہنے کے لئے ارشاد فرمائیں وہاں رہو اور جب دہلی پہونچو تو میرا سلام انکو پہونچاؤ۔ جب شیخ عثمانؒ سیاح دہلی پہونچے پہلے سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شیخ کو سلام پہونچایا آپ نے کھڑے ہو کر سلام کا جواب دیا شیخ عثمانؒ سیاح کو حضرت سلطان المشائخ سے اسقدر ارادت تھی جو بیان نہیں کی جا سکتی آپ طریقہ سہروردیہ کے خلاف ہمیشہ وجد میں رہتے۔

سلطان المشائخ کے خلاف سماع کے بارے میں سلطان غیاث الدینؒ تغلق کے پاس محضر جانے سے قبل حکم دیا کہ جہاں کہیں کوئی مطرب گاتا ہوا پایا جائے اسکی زبان گدی سے کھینچ لی جائے کوئی قوال اس حکم کی بنا پر نغمہ و سرور کے لئے زبان نہ کھولتا تھا ایک روز شیخ عثمانؒ جماعت خانہ میں بیٹھے ہوئے تھے مجلس میں حسن قوال آیا تو شیخ عثمانؒ نے اصرار کیا کہ مجھے تھوڑی دیر کچھ سناؤ ہر چند اس نے معذرت چاہی آپ نہیں مانے حسن نے یہ بیت شروع کی ؎

زاہد ز دیں برآمد صوفی ز اعتقاد ∴ ترسا محمدی شد و عاشق ہمانکہ ہست

حسن قوال کو بھی حال آیا اور بلند آواز سے گانے لگا۔ تقریباً دو سو قوال جمع ہوگئے اور صوفیوں کی بھی ایک جماعت آگئی اور کئی ہزار لوگ جمع ہوگئے کہ دیکھیں سلطان کے حکم کی خلاف ورزی کا کیا انجام ہوتا ہے۔ مختصر یہ کہ شیخ عثمانؒ اسی طرح وجد کرتے ہوئے بارگاہ سلطان کی جانب متوجہ ہوئے سلطان تغلق اس وقت اپنے بالاخانہ پر بیٹھا تھا یہ اژدہام دیکھ کر حیران ہوگیا اور پوچھا کہ یہ کیا قصہ ہے صورتحال بیان کیگئی شیخ عثمانؒ کا حال سلطان میں سرایت کر گیا اور دم مارنے کی مجال نہ رہی آپ کی شہرت سے تواضع کی اور قوالوں کو انعام دیا وہ بھی وجد کرتے ہوئے کمال عقیدت سے سلطان المشائخ کے پاس پہونچے مجلس گرم ہوئی

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ آپ کے اور بھی کئی خلفاء ہیں کہاں تک تفصیل بیان کیجائے۔

سیر العارفین میں منقول ہے کہ شیخ رکن الدین ابو الفتح ملتانی سے دو مرتبہ سلطان غیاث الدین تغلق کے زمانہ سلطنت میں اور اسکے علاوہ تین دفعہ جملہ پانچ دفعہ دہلی آئے اور ہر بار سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوتے مجلس گرم ہوتی تو مجلس گرم ہوئی حضرت سلطان المشائخ کی نماز جنازہ بھی آپ ہی نے پڑھائی۔

اخبار الاخیار میں ہے کہ شیخ رکن الدین اپنے بعض رسائل میں لکھتے ہیں کہ ایک روز حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے کسی سے بھلائی کی نہ برائی کی حاضرین نے عرض کیا آپ نے برائی نہ کی ہوگی لیکن نیکی کے متعلق آپ کا یہ کیسا ارشاد ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے من عمل صالحاً فلنفسہ ومن اساء فعلیھا لہذا جو نیکی اور بدی مجھ سے ظاہر ہوئی وہ میری ذات تک محدود ہے دوسرے سے اسکا تعلق نہیں۔ کہتے ہیں کہ جس دن سلطان غیاث الدین بنگال فتح کرکے دہلی آیا تو شیخ رکن الدین بھی محمد بن تغلق کے ساتھ اور دو تین جماعتوں کے ہمراہ استقبال کے لئے گئے اور سلطان کے ساتھ واپس ہوئے۔ تغلق آباد کی ایک عمارت میں بیٹھے ہوئے مشغول طعام تھے کہ یکایک شیخ رکن الدین ہاتھ دھوکر اٹھ گئے اور فرمایا کہ مناسب ہے کہ سب جلد اٹھ جائیں اور باہر نکل جائیں جب شیخ وہاں سے باہر نکلے سلطان غیاث الدین کے سر پر عمارت گر پڑی اور وہ چند مصاحبین کے ساتھ ہلاک ہوگیا اسکے بعد سلطان محمد بن تغلق سلطنت دہلی کے تخت پر متمکن ہوا اسکے بعد شیخ رخصت ہوکر ملتان آئے انتقال سے تین ماہ قبل خلق سے کنارہ کشی اختیار کی بجز فرض نماز کے لئے حجرہ سے ہرگز باہر نہ نکلتے۔ مشاہدہ حق میں مستغرق رہتے تھے یہاں تک کہ ۱۶ر جمادی الثانی بروز پنجشنبہ نماز عصر کے بعد اپنے خادم خاص مولانا نصیر الدین محمد کو طلب کرکے فرمایا کہ اسباب تجہیز وتکفین مہیا کرو جب وہ گئے مغرب کا وقت آگیا امام کو اندر بلا کر نماز ادا کی اور سر بسجود ہوکر جان بحق تسلیم ہوگئے۔ آپ کا کوئی صلبی فرزند نہ تھا کہ سجادہ اور خرقہ اسکے سپرد کرسکیں اسلئے آپکے بھتیجے شیخ اسمٰعیل صاحب سجادہ ہوئے آپ کا سن وفات ۷۳۵ھ ہے محمد بن تغلق کے زمانہ سلطنت میں جمعہ کی رات اپنے والد اور دادا کی قبروں کے نزدیک ملتان میں دفن ہوئے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ذکر شریف

عالم حقیقت اسمائے الٰہی کونی، عالم العلوم سلونی، گنجینۂ عشق میر سید صدر الدین عرف سید حسینی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے حالات متعدد کتابوں میں درج ہیں۔ صاحب سیر العارفین لکھتے ہیں کہ سید صدر الدین احمد بن نجم الدین پہلی دفعہ اپنے والد کے ساتھ بغرض تجارت ملتان آئے دوسری دفعہ جب ملتان آئے تو شیخ بہاؤالدین ذکریا کی خدمت اختیار کی لیکن مرید نہ ہوئے علمی مقدمات درجہ کمال کو پہونچا دئے آپ کی یہ دلی خواہش تھی کہ اپنے پدر بزرگوار کی وفات کے بعد ترک و تجرید اختیار کریں۔ پھر جب ملتان آئے تو شیخ بہاؤالدین ذکریا سے شرف ارادت حاصل کیا۔ تین سال تک ان کی خدمت میں رہے۔ ان کی صحبت میں کئی کمالات حاصل کئے ملتان میں کنز الرموز تصنیف کی اور شیخ کے ملاحظہ کیلئے پیش کیا شیخ نے اسکو پسند کیا۔

لطائف اشرفی اور نفحات میں مرقوم ہے کہ آپ کا نام سید حسین بن عالم بن ابی الحسین تھا۔ آپ کزیو کے متوطن تھے جو غور کے نواح میں ایک گاؤں ہے علوم ظاہری و باطنی میں آپ کی کئی تصانیف ہیں بعض منظوم ہیں جیسے کنز الرموز اور زاد المسافرین اور بعض نثر میں ہیں جیسے نزہت الارواح، روح الارواح۔ صراط مستقیم اور طرب مجلس اور آپ کا ایک دیوان بھی ہے مختصر یہ کہ آپ بے واسطہ شیخ بہاؤالدین ذکریا کے مرید تھے چنانچہ خود کنز الرموز میں فرماتے ہیں ؎

از وجود او زمین ہندوستان ٭ جنت الماوٰی شدہ ہندوستان
منکہ از ہر نیک و بد رو تافتم ٭ ایں سعادت از قبولش یافتم
از مئے وحدت لبالب جام او ٭ در قفائی بد کشش آرام او

لیکن بعض کتابوں میں مذکور ہے کہ آپ شیخ رکن الدین ابوالفتح بن صدر الدین بن بہاؤ الدین ذکریا کے مرید تھے۔ تواریخ میں مرقوم ہے کہ ابتداءً امیر حسینی کا لوہے لوتی کی لڑکی سے دلی لگاؤ تھا لڑکی بھی آپ سے عقد میں آنے کے لئے رضامند تھی جسکے لئے آپ نے بہت کوشش بھی کی لیکن لڑکی کے والدین رضامند نہ تھے آپ نے ایک رباعی اس بارے میں لکھ کر اس لڑکی کو یاد کروادی

اور فرمایا کہ جو رباعی میں نے تجھے سکھائی ہے پڑھ ۔ وہ رباعی یہ ہے ؎

آنکہ ز عشق خود معلوم کردی ٭ سرگشتۂ دوران فضولم کردی
خود را دادم بتو صد نقرہ صداق ٭ در پیش جماعتے قبولم کردی

جب لڑکی نے آخری مصرعہ پڑھا کہ " در پیش جماعتے قبولم کردی " تو آپ نے فرمایا کہ قبول کرلیا اسطرح نکاح ہوگیا ۔ ہر چند ولیوں نے کوشش کی مگر سب بے سود ہوگئی لڑکی ایک زمانہ تک آپ کی خدمت میں رہی تو یہ کا سبب یہ ہوا کہ ایک روز شکار کے لئے نکلے ایک ہرن سامنے آیا چاہا اس پر تیر چلائیں ہرن رونے لگا اور کہا کہ حسینی خدا تعالیٰ نے تجھے عرفاں شناسی کے لئے پیدا کیا ہے اور تو یہ کام کر رہا ہے" ہرن نے یہ کہا اور نظر سے غائب ہوگیا یہ واقعہ طلب حق کا محرک ہوا آپ اٹھے اور سارا مال و اسباب لٹا دیا اور جولقیوں کی ایک جماعت کے ساتھ ملتان پہنچے جب آپ نے قلندروں کا طریقہ اختیار کیا شیخ رکن الدین نے اس جماعت کو دعوت دی جب رات ہوئی حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں کہ میرے فرزند کو اس جماعت سے نکال لو اور اسکی تربیت کرو دوسرے روز شیخ رکن الدین نے اس جماعت سے پوچھا کہ تم میں سید کون ہے ان لوگوں نے سید حسینی کی طرف اشارہ کیا لہذا آپ نے انکو اس جماعت سے نکال کر ان کی تربیت کی اور مقام عالی پر پہونچا دیا اسکے بعد خراساں جانے کی اجازت دی ۔

میر سید اشرف جہانگیر فرماتے ہیں کہ ملتان کے بعض لوگوں سے یہ سننے میں آیا ہے کہ شیخ بہاء الدین ذکریا نے اپنی ایک صاحبزادی انکے عقد میں دی جیسے کہ مولانا فخر الدین عراقی کو دی تھی الغرض آپکے کمالات آپکی تصانیف سے ظاہر ہیں ۱۷ شوال ۶۱۸ھ کو آپکا انتقال ہوا آپ شہر ہرات میں مدفون ہیں رحمۃ اللہ علیہ

ذکر شریف

عارف ربانی، عاشق فانی شیخ صلاح الدین سیستانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ اہل قریش سے تھے آپ کا سلسلہ نسب حضرت شیخ عبد اللہ مکی سے ملتا ہے آپ شیخ صدر الدین عارف بن بہاء الدین ذکریا کے خلفائے عظیم سے تھے صاحب خوارق مشہور تھے اکثر کشمیر کے پہاڑوں

میں رہتے تھے۔

صاحب اخبار الاخیار فرماتے ہیں کہ آپ ملتان سے دہلی آکر وہیں متوطن ہو گئے۔ ایک دفعہ آپ بیٹھے تھے کہ ایک جوان سامنے سے گذرا جو ایک خوش شکل اور خوش رفتار گھوڑے پر سوار تھا۔ اس جوان نے گھوڑے پر تازیانہ مارا جسکی وجہ سے گھوڑے پر زخم کا نشان پڑ گیا شیخ صلاح الدین اس سوار پر غصہ میں آئے اسی وقت وہ گھوڑے سے گر پڑا جب دیکھا تو تازیانہ کا زخم شیخ کے جسم پر نقش ہو گیا تھا۔ آپ کا مقبرہ شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی کے روضہ کے قریب واقع ہے۔ تاریخ میں آپ کی تاریخ وفات ۲۲ صفر درج ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

ممتاز بتصرف جوانمردی مقتدائے زماں شیخ صلاح الدین سیاح سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ صاحب حال قوی تھے تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ کو خانوادہ سہروردیہ سے ارادت اور خلافت حاصل تھی لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ آپ کا یہ سلسلہ کس شیخ تک پہونچتا ہے آپ سیاح اور جہاندیدہ تھے اور اکثر مشائخین وقت سے ملاقات کی تھی۔ شیخ داؤد بن محمود سے بہت خلوص رکھتے تھے ایک روز شیخ داؤد نے غلبۂ حال میں آپ سے کہا کہ اس جگہ آپ قیام فرمائیں کہ آپ کے حجرہ کا چراغ میری نظر میں رہے اور میرے حجرہ کا چراغ آپکی نظر میں رہے آپکے اور میرے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو الغرض آپ نے قصبۂ ردولی میں بلند حوض کے کنارے قیام کیا چنانچہ آج بھی دونوں بزرگوں کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہے بعض لوگوں نے ارادہ کیا تھا کہ اس صحرا کو آباد کریں مگر اس ارادہ میں کامیاب نہ ہو سکے شیخ صلاح الدین صوفی بھی اسوقت بقید حیات تھے اور ان تینوں بزرگوں میں صحبت محرمانہ رہتی تھی۔ یہاں تک کہ اس عالم فانی سے رحلت کی۔ حضرت شیخ صلاح الدین کی مزار بھی قصبۂ ردولی میں واقع ہے آپ کے کمالات کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جاسکتا ہے کہ حضرت شیخ احمد عبد الحق ردولوی جیسے بزرگ جب سیاحت کرتے ہوئے اس مقام پر پہونچے تو فرماتے کہ یہ شیخ سہروردی کا علاقۂ ولایت ہے اور وہ ابھی تک اسی مقام پر فائز ہیں چنانچہ آپ وہاں سے لوٹ گئے اور آپ کی مرقد پر مراقب ہوئے۔

آواز آئی کہ حوض پر آؤ جب آپ حوض پر گئے تو ایک نماز کی چوکی اور ایک پیالہ آپ کو ملا۔ آپ نے خیال کیا کہ پیالہ طہارت کے لئے ہے اور چوکی نماز کے لئے وہاں سے رخصت ہو کر پھر اس موضع میں ٹھہرے اور وہاں کی ولایت آپکے تفویض ہوئی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

عارف نوری، عاشق معنوی وصوری، قاضی حمید الدین محمد عطار ناگوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کامل وقت تھے۔ باوجود اس کمال کے کسی کو مرید نہ کرتے لیکن تین چار اہل ریاضت کو اپنے حلقہ ارادت میں داخل کیا۔ ان سب کے حالات علیحدہ لکھے جائیں گے ان کے منجملہ احمد نہروانی تھے جن کا پیشہ پارچہ بافی تھا چنانچہ خیر المجالس میں مذکور ہے کبھی ایسا ہوتا کہ کبھی ایسا ہوتا آپ کی نگاہ کارگاہ پر رہتی کہ یکایک پھر بیخود ہو جاتے اور کام کرنا چھوڑ دیتے لیکن کپڑا خود بخود بن جاتا۔ آپکے بہت مریدین تھے جب جامع مسجد کو تشریف لاتے تو آپ کی رفتار ہرن کی رفتار سے زیادہ ہوتی آپ کے کمالات بہت زیادہ ہیں۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

قدوۂ اصحاب، زبدۂ ارباب، شیخ عین الدین قصاب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کہا جاتا ہے کہ آپ دہلی کے بازار میں کہیں لکڑی ایستادہ کرتے اور وہاں گوشت فروخت کیا کرتے تھے۔ بہت صاحب کشف تھے خواہشات نفسانی سے دور تھے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

آپ کے تیسرے مرید شیخ محمود موزہ دوز تھے جب کبھی کوئی مہم پیش آتی تو آپ [illegible] سے ایک پتھر اٹھا لیتے اور کسی کنارے رکھ دیتے جب مقصد پورا ہو جاتا تو اس پتھر کے ہم وزن شکر تقسیم کر دیتے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

جو تھے مرید شیخ حسن رسن تاب تھے جو بدایوں میں تھے رسی بانٹنے کا پیشہ کرتے تھے کشف و کرامات میں بے نظیر تھے آپ عاشق کامل تھے۔ حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ شیخ نظام الدین مع جد شیخ جمال دار الخلافت دہلی سے بدایوں پہونچے اور وہاں بیمار ہو گئے ایک روز شیخ حسن موصوف ان کی عیادت کے لئے گئے شیخ نظام الدین نے فرمایا کہ میرے لئے حق سے دعا کیجئے تاکہ میں اس تکلیف سے نجات پاؤں آپ نے فرمایا کہ میں ایک بازاری ناقص آدمی ہوں اور آپ صاحب کمال ہیں ایک ناقص کی دعا کامل کے لئے کیا موثر ہوگی شیخ رنجیدہ ہوئے آپ نے یہ حال دیکھ کر کہا کہ میرے ایک دوست شرف الدین نامی ہیں جن کی خیاطی کی دوکان میری دوکان کے بازو ہے سلائی سے گزربسر کرتے ہیں ان کو بھی بلوا لیجئے شیخ نے ایسا ہی کیا شیخ حسن نے شرف الدین سے مخاطب ہو کر کہا کہ حضرت شیخ سخت بیمار ہو گئے ہیں ناف سے اوپر تک کی بیماری کے لئے میں ذمہ لیتا ہوں اور ناف کے زیریں حصہ کی بیماری کے لئے تم ذمہ داری لو دونوں کچھ دیر مراقب ہوئے اسی وقت شیخ نظام الدین کو شفا ہو گئی۔ جب شیخ حسن کی کرامات مشہور ہوئیں تو لوگوں کا ہجوم آپ کی طرف متوجہ ہوا۔ بدایوں میں ایک درویش تھے جن کا نام محمد نجاشی تھا ایک روز ان کی ملاقات شیخ حسن سے ہوئی شیخ حسن سیاہ فام تھے۔ محمد نجاشی نے ان سے کہا میں اس سیاہی سے ڈرتا ہوں کہ وہ کہیں کسی دن جلا نہ دے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ایک دن شیخ حسن کے گھر کو آگ لگ گئی بہت کوشش کی کہ باہر آئیں لیکن وہیں جل گئے۔ آپکا مقبرہ بدایوں میں واقع ہے رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

اہل بدایوں سے معلوم ہوا کہ آپ کے تین بھائی تھے بڑے بھائی قدوۂ احباب زبدۂ ارباب شیخ حسن موی تاب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ۔ جن کا لقب شیخ شاہ روشن ضمیر تھا منجھلے بھائی شیخ عثمان تھے چھوٹے بھائی شیخ ابوبکر تھے جن کا لقب شیخ بدر الدین صاحب ولایت تھے یہ دونوں بھائی شیخ حسن کے مرید تھے جب وہ جل گئے اور رمق برابر جان باقی تھی تو برادران اور مریدین حاضر ہوئے۔ آپ نے انہیں وصیت کی کہ شیخ عثمان کی قبر میرے آگے رہے تاکہ ہر شخص زیارت کر سکے اور جو خرقہ خلافت میں نے قاضی حمید الدین ناگوری سے پایا ہے وہ شیخ ابوبکر کا حصہ ہے۔ پھر کہا کہ تم دونوں بھائی خرقہ کے ساتھ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی خدمت میں دہلی جاؤ وہ جسکو مناسب سمجھیں اس کو خرقہ پہنایا جائے چنانچہ دونوں بھائی خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی خدمت میں حاضر ہوئے خواجہ نے پہلے شیخ عثمان کو بٹھایا اور کہا کہ تمہارے متعلق یہ وصیت ہے کہ تمہاری

قرآن کی آگے رہے۔ تمہارے لئے یہی نعمت کافی ہے پھر شیخ ابوبکر کو بلایا اور کہا اے بدر الدین صاحب ولایت آؤ اور دست مبارک سے انکو خرقہ پہنا دیا۔ خواجہ کے ارشاد کے موجب آپ بداؤن میں سکونت اختیار کی اسی روز سے آپ کو بدر الدین صاحب ولایت کہا جانے لگا۔ آپ اپنے زمانہ کے اولیاء کاملین سے تھے۔ چنانچہ شیخ ضیاء بخشی سلک سلوک میں لکھتے ہیں کہ شیخ ابوبکر موی تاب بیمار تھے میں انکی عیادت کے لئے گیا اسوقت یہ بیت دھرلتے جا رہے تھے ؎

قالب چو عبارات میان من و او
باید کہ آں از میان ما برخیزد

آپ کے کمالات کا اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آپ کی وفات واقع ہو کر تین سو چار سال ہو گئے تھے کہ شیخ جلال الدین نے ان کی روحانیت سے تربیت پائی اور مرتبہ کمال کو پہونچے کہتے ہیں کہ جلال افغانی تھے آپ کو جلال جان کاشی کہتے تھے۔ امراء کبار شیر شاہ سے تھے۔ حضرت شیخ محمد چشتی سے ارادت رکھتے تھے۔ لیکن شیخ محمد چشتی نے کہا کہ تمہارے تقدیر میں آستانہ حضرت شیخ بدر الدین صاحب ولایت سے فیض پانا ہے۔ تمہیں وہاں جانا چاہیئے وہ بداؤن گئے۔ بڑی ریاضت اور اس آستانہ کی جاروب کشی کے بعد آپ مرتبۂ کمال کو پہونچے اور ہر طرف سے لوگ آپ کا رخ کرنے لگے۔ شیخ جلال کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اگر کوئی معنوی فرزند اس کام کے لائق ہو تو اسکی تربیت کرونگا۔ شیخ بدر الدین کی روحانیت سے الہام ہوا کہ لڑکا آ چکا ہے تمہارے لئے لا رہا ہوں انہی ایام میں ایک ہندو قوم کایستھ سے تھا جسکو ایک بارہ سالہ لڑکا تھا جو نہایت حسین و جمیل تھا معلم سے کتاب گلستان پڑھ رہا تھا۔ جب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا ذکر آیا تو استاد سے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب تھے استاد نے آنحضرت علیہ السلام کے تمام کمالات بیان کئے یہ سنتے ہی نور اسلام اسکے دل میں چمکنے لگا اور وہ مسلمان ہو گیا۔ لوگوں نے ہر طرف سے فتنہ برپا کیا تو اس لڑکے نے گھر سے نکل کر راہ مسافرت اختیار کی۔ چلتے چلتے بداؤن میں شیخ جلال کے در پر پہونچا اس وقت حضرت شیخ بدر الدین صاحب ولایت کی روحانیت نے شیخ جلال کو مطلع کیا کہ فرزند موعود آ پہونچا ہے اس کا نام مخدوم عبد اللہ رکھو وہ تمہارا جانشین ہونے والا ہے شیخ جلال اس لڑکے کو عزت سے گھر کے اندر لے آئے اور اسکی تربیت میں مشغول ہو گئے یہاں تک کہ اسکو بھی روحانیت صاحب ولایت سے ربط پیدا ہو گیا شیخ جلال کا یہ معمول تھا کہ آدھی رات تک آستانۂ صاحب ولایت پر ریاضت میں مشغول رہتے پھر شہر میں آپکے فرزندوں کے پاس

ایک دفعہ حسبِ معمول گھر پہونچے اس طرف سے چور آئے اور حضرت شیخ کو شہید کر دیا۔ صاحبِ ولایت کی قبر کے متصل مدفون ہوئے۔ حضرت شیخ جلال کی شہادت آخر زمانۂ سلطنت جلال الدین محمد اکبر میں واقع ہوئی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

انکے بعد شیخ مخدوم عبداللہ ان کی مسندِ ارشاد پر متمکن ہوئے آپ صاحبِ کشف تھے شغل باطن میں کمال استغراق تھا۔ شب بیدار رہتے رات کا زیادہ تر حصہ کھڑاؤں پر کھڑے ہوئے گذار دیتے اکثر لوگ آپ کی خدمت میں جاتے ان کے منجملہ شیخ طٰہٰ جو اکابر وقت سے تھے ترک دنیا کر کے آپ کی مصاحبت اختیار کرلی اور اپنے مطلوبِ حقیقی کو پایا۔ مخدوم عبداللہ بزمانہ سلطنت جہانگیر ۱۰۳۴ھ میں وفات پائی حضرت شیخ جلال کے بازو دفن ہوئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کے بعد شیخ طٰہٰ آپ کے قائم مقام ہوئے چند سال ارشاد و تلقین کے بعد انکا بھی انتقال ہوگیا اور وہیں دفن ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر شریف

کاشفِ سرِ خفی، واقفِ رمزِ جلی فردِ وقت شیخ ضیاء نخشبی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بڑے بلند ہمت تھے۔ پیر شیخ فرید سے نسبت ارادت رکھتے تھے جو شیخ حمید الدین ناگوری کے فرزند اور جانشین تھے اور سلطان المشائخ کے ہم عمر تھے قصبۂ بداؤن میں سکونت پذیر تھے۔ گوشہ عزلت میں ریاضت میں مشغول رہتے تھے آپ کے کئی تصانیف ہیں مثلاً سلک السلوک، عشرہ مبشرہ کلیات۔ جزویات اور طوطی نامہ وغیرہ۔

صاحب اخبار الاخیار لکھتے ہیں کہ آپ کے احوال سے ظاہر ہوا کہ آپ منقطع عن الخلق ہوگئے تھے۔ اور کسی کے اعتقاد یا انکار سے کوئی دلچسپی نہ رکھتے تھے۔ مشرب ملامتیہ اختیار کرلیا تھا۔ آپ کی آرام گاہ قصبہ بداؤن میں قریب روضہ شیخ بدرالدین مردانہ واقع ہے ۷۵۱ھ میں وفات پائی رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر شریف

وارث علوم محمدی، محرم سر سرمدی، شیخ کامل شیخ بدر الدین سمرقندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ محققانِ مشائخ سے تھے علوم ظاہری و باطنی میں ید طولیٰ حاصل تھا ہندوستان میں آپ پہلے شخص ہیں جس نے سلسلۂ فردوسی کی اشاعت کی۔

صاحب اخبار الاخیار لکھتے ہیں کہ آپ شیخ نجم الدین کبریٰ کے مرید تھے اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے زمانہ میں دہلی وارد ہوئے اپنے کمالات کو چھپانے کی بہت کوشش کرتے تھے اور سماع میں غلو کرتے تھے حالت سماع میں جس کی جانب متوجہ ہوتے اس میں ذوق پیدا ہو جاتا مریدوں کی تربیت میں یگانہ وقت تھے جب بدر الدین نے دہلی میں وفات پائی تو ان کو سنگوآہ میں دفن کیا گیا۔ تیسرے روز مجلس منعقد ہوئی جس میں سلطان المشائخ بھی حاضر تھے مجلس سے جلد اٹھ گئے، جب سماع کی محفل گرم ہوئی تو صوفیوں نے اٹھ کر وجد کیا۔ سلطان المشائخ بھی اٹھ کھڑے ہوئے تو بعض لوگوں نے کہا کہ تمہارا اور ان لوگوں کے درمیان کافی فاصلہ ہے اسلئے بیٹھ جائیے۔ آپ نے فرمایا کہ موافقت ضروری ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

قدوۂ متقدمین، زبدۂ کاملین، شیخ رکن الدین فردوسی رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ بدر الدین سمرقندی کے مرید اور خلیفہ تھے شیخ کی وفات کے بعد آپ انکی مسند ارشاد پر متمکن ہوئے ہندوستان میں آپ کی وجہ سے سلسلۂ فردوسی بہت شایع ہوا اس وقت ہندوستان میں جو کوئی سلسلہ فردوسی سے تعلق رکھتا ہے وہ شیخ رکن الدین سے منسوب ہے کم سنی سے شیخ بدر الدین کی پرورش اور تربیت میں رہے آپ کا اس سلسلہ میں بہت بڑا مرتبہ تھا دہلی میں سکونت پذیر رہے۔ شیخ رکن الدین فردوسی نے سلطان المشائخ کے زمانہ حیات میں انتقال کیا۔ رحمۃ اللہ علیہ آپ کے خلیفہ شیخ نجیب الدین بن عماد الدین فردوسی تھے جو آپ کی وفات کے بعد مسند ارشاد پر بیٹھے۔ بزرگ شخص اور

صاحب کرامت تھے آپ کے پدر بزرگوار شیخ عماد الدین حضرت شیخ رکن الدین فردوسی کے بھائی تھے۔

شیخ نجیب الدین نے ابتدائے حال سے انتہائے سلوک تک اپنے چچا شیخ رکن الدین فردوسی سے تربیت پائی آپ کا درجہ اس امر سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ شرف الدین یحییٰ منیری جیسے بزرگ آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل تھے اور آپ سے تربیت پائی تھی۔ چنانچہ شیخ شرف الدین یحییٰ منیری ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ جب شیخ نجیب الدین نے مجھ کو بیعت کے بعد خرقہ خلافت سے سرفراز فرمایا تو بہار کی طرف مجھے رخصت کر دیا۔ اور فرمایا کہ اگر اثناء راہ میں اس طرف کی تمہیں کوئی خبر ملے تو نہ پلٹنا۔ جب رخصت ہو کر ایک منزل پر پہونچا تو میرے پیچھے ایک شخص نے آکر یہ خبر سنائی کہ شیخ کا انتقال ہوگیا۔ چاہا کہ لوٹوں کہ حضرت شیخ کی وصیت یاد آئی اور بہار کی جانب نکل گیا۔ شیخ نجیب الدین فردوسی نے بزمانۂ سلطنت سلطان غیاث الدین تغلق وفات پائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

رموز دانِ فرقانی، محرم سرنہانی شیخ وقت شیخ جمال الدین احمد جورفانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ رضی الدین علی لالا کے کامل اصحاب سے تھے آپ صاحب مقامات عالی تھے شیخ رکن الدین علاء الدولہ چہل مجلس میں لکھتے ہیں کہ شیخ احمد جورفانی مرد ذاکر ہیں اور میں نے عالم غیب میں انکا مرتبہ سلوک شیخ ابوالحسن خرقانی، شیخ رضی الدین علی اور بایزید بسطامی کے ہم پایہ پایا۔

صاحب نفحات لکھتے ہیں کہ شیخ رضی الدین علی فرماتے ہیں جس نے ہمارے احمد سے ملاقات کی اس نے جنید اور شبلی کو پایا۔ ایک روز شیخ سعد الدین حموی جورفان پہونچے اور کسی کو شیخ احمد کو بلانے کے لئے روانہ کیا۔ شیخ احمد نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ نہیں آئیں گے۔ شیخ سعد الدین نے دوبارہ ایک شخص کو روانہ کیا اور کہلا بھیجا کہ تمہیں آنا پڑے گا کیونکہ مجھے بشارہ ہوا ہے کہ تمہارے لئے شیخ علی نے اجازت نامہ تحریر کیا ہے میں بھی لکھ رہا ہوں۔ شیخ احمد نے جواب میں کہا کہ میں بشارت نامہ کے ذریعہ حق تعالیٰ تک نہ پہونچوں گا۔ شیخ علاؤ الدولہ سمنانی لکھتے ہیں کہ یہ بات شیخ سعد الدین کو بہت پسند آئی۔ ایک دفعہ شیخ احمد نے اپنے ایک مرید کو مراقبہ کی حالت میں دیکھا آپ نے اپنا جوتا اسکی گردن پر رکھا۔ مرید نے کہا کہ مراقبہ کرنے والے کو شیخ کیوں تکلیف

دے رہے ہیں آپ نے فرمایا کہ مراقبہ اس شخص کے لئے روا ہے جو ایک ہفتہ کھانا نہ کھایا ہو اور اگر کسی شخص کے پاؤں کی آہٹ آئے تو اسکو یہ خیال نہ ہو کہ وہ میرے لئے کھانا لایا ہے۔ آپ کی وفات سلخ ماہ ربیع الاول سنہ ۶۰۹ھ میں واقع ہوئی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

عارف ربانی، مقبول سبحانی، قدوۂ وقت شیخ نورالدین عبدالرحمٰن اسفرائنی رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ احمد جورفانی کے کامل اصحاب سے تھے۔ صاحب نفحات فرماتے ہیں کہ آپ ارشاد طالبان اور تربیت مریدان میں دستگاہ کامل رکھتے تھے۔

شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی لکھتے ہیں کہ اگر اس آخری زمانہ میں شیخ نورالدین عبدالرحمٰن کا وجود نہ ہوتا تو سلوک کا نام ونشان باقی نہ رہتا حق تعالیٰ نے ان کے ذریعہ تجدید سلوک کا کام لیا۔ آپکے کمالات کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ شیخ علاء الدولہ سمنانی آپ کے مرید اور خلیفہ تھے آپ کی وفات شب یکشنبہ ۲۴ جمادی الاول سنہ ۷۱۷ھ بزمانہ سلطنت غازی خاں بن ارغون خاں بن اتقاخاں بن چنگیز خاں ہلاکو اسفرائن میں واقع ہوئی رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر شریف

کاشف اسرار نہانی، واقف راز ربانی، محقق کامل شیخ سعدالدین فرغانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ شیخ صدرالدین محمد بن اسحاق قونوی کے اصحاب سے کامل سے تھے جو شیخ اکبر قبلۂ محققین شیخ محی الدین علی العربی کے اصحاب سے تھے۔

صاحب مراۃ الاسرار لکھتے ہیں کہ آپ ابتداً شیخ نجیب الدین علی مرغشی سے ارادت رکھتے تھے لیکن انکی وفات کے بعد شیخ صدرالدین کے پاس سلوک طے کیا۔ صاحب نفحات لکھتے ہیں کہ آپ عارف کامل تھے

کسی نے ایسی تفصیل سے مسائل علم حقیقت بیان نہیں کئے جیسے کہ آپ نے شرح و بسط کے ساتھ بیان فرمائے آپ کی ایک تصنیف ہے جو کتاب منہاج العباد کے نام سے موسوم ہے جو ائمہ اربعہ کے مذاہب اور مسائل عبادت و معاملات کے متعلق اس طریقہ کے سالکوں کے لئے لابد ہے آپ نے اس میں تحریر فرمایا کہ مریدوں کا مشائخین کے ساتھ انتساب تین طرح کا ہوتا ہے ایک خرقہ کے ذریعہ دوسرے تلقین ذکر کے ذریعہ اور تیسرے شیخ کی خدمت اور صحبت کے ذریعہ ۔

یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک وہ خرقہ ارادت ہے کہ بربنائے صلاحیت دیا جاتا ہے جو بطور تبرک دیا جاتا ہے اور اسی قسم کا خرقہ بطور تبرک اکثر مشائخین دیا کرتے ہیں ۔ حضرت شیخ الشیوخ شیخ ابو القاسم جنید بغدادی تک سلسلہ خرقہ ثابت نہیں کرتے بلکہ حضرت جنید سے جناب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک نسبت صحبت ثابت کرتے ہیں نہ کہ نسبت خرقہ ۔ لیکن شیخ مجدالدین بغدادی کتاب تحفۃ البررہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ خرقہ کی نسبت آنحضرت علیہ السلام تک متصلاً درست ہے یعنی مجدالدین فرماتے ہیں کہ حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین ابو الائمہ علی علیہ السلام کو خرقہ پہنایا اور انہوں نے حضرت حسن بصری اور کمیل ابن زیاد کو عطا فرمایا اور ان سے دست بدست ہم تک چلا آرہا ہے ۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ذکر شریف

عاشق سرمدی عارف ایزدی شیخ موید الجندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ شیخ صدر الدین محمد بن اسحاق کے شاگردوں اور مریدوں سے تھے ۔

صاحب نفحات فرماتے ہیں کہ آپ جامع علوم ظاہری و باطنی سے تھے اور آپ نے شیخ اکبر کی تصنیفات جیسے فصوص الحکم وغیرہ کی شرح تحریر فرمائی آپ کے کمالات اور خوارق عادات عالیہ بہت ہیں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۔

ذکر شریف

کاشف رمز خفی، شیخ ولی، قطب ارشاد، شیخ عزیز محمد نسفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ اس گروہ کاملین سے تھے آپنے اپنی تصانیف میں حقائق معارف اور اصطلاحات صوفیہ اسقدر بیان فرمائے ہیں کہ بہت کم دوسری کتابوں میں پائی جاتی ہیں آپ کا سلسلہ ارادت کیا تھا معلوم نہ ہوسکا لیکن آپکی تصنیف کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے والد شیخ محمود نسفی سے ارادت رکھتے تھے جو شیخ سعد الدین حموی کے مرید تھے اور شیخ نجم الدین کبریٰ کے خلفائے کامل سے تھے ۔

رسالہ کشف الحقائق بھی آپ کی تصنیف ہے آپ کی ایک اور کتاب مقصد اقصیٰ ہے جسمیں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ جوہر اول روح محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہے جو دو کام کرتی ہے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ سے اکتساب فیض کرتی ہے دوسرے یہ کہ خلق کو فیض پہونچاتی ہے جو فیض جوہر اول حق سبحانہ سے حاصل کرتا ہے اسکو ولایت کہتے ہیں اور جو فیض جوہر اول خلق کو پہونچاتا ہے اسکو نبوت کہتے ہیں ولایت باطن نبوت ہے اور نبوت ظاہر ولایت ہے یہ دونوں آنحضرت علیہ السلام کی صفات ہیں یہ بھی فرماتے ہیں کہ جب تم کو ولایت اور نبوت کا حال معلوم ہو گیا تو اب یہ بھی جانو کہ شیخ سعد الدین فرماتے ہیں کہ ہر دو صفت جوہر اول کے دو مظہر ہیں ۔

اس عالم میں جس مظہر کا ظہور رہتا ہے اسکا نام نبوت ہے اور اسمیں آپ خاتم انبیاء ہیں اور اس طرف کا مظہر جسکا نام ولایت اس میں آپ صاحب الزماں ہیں جب تمہیں معلوم ہو گیا کہ ولایت باطن نبوت ہے اور ولایت و نبوت دونوں صفات محمدی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں تو اب یہ جانو کہ اب صفت ظاہر ہے اسی طرح صفت ولایت ظاہر ہوتی ہے اور نبوت جو ظاہر ہوتی ہے اسکی صورت گری ہوتی رہتی ہے کئی ہزار پیغمبر ظاہر ہوئے تو انکی نبوت وضع صورت کا نتیجہ تھی اور یہ وضع صورت محمد کے نام سے موسوم ہوئی جب وضع صورت تمام ہوئی تو نبوت بھی اختتام کو پہونچی اب ولایت کا دور ہے جسکے آشکارا ہونے سے حقائق آشکار ہوتے ہیں جب صاحب زماں کا ظہور ہوا تو ولایت ظاہر ہوئی اور اسنے حقائق آشکار کئے اور صورت پوشیدہ ہو گئی اب مدرسوں میں علوم صوری پڑھائے جاتے ہیں اور حقائق پوشیدہ رہتے ہیں اسلئے کہ وضع صورت زمانہ نبوت تھا جب وضع صورت تمام تو ولایت کے ظاہر ہونے کا وقت آیا جب ولایت ظاہر ہوتی ہے تو حقائق آشکار ہوتے ہیں اور صورت چھپ جاتی ہے پہلے مدارس میں علامت کی بحث ہوتی تھی لیکن اب حقائق کی بحث ہوتی ہے جب حقائق پوری طور پر ظاہر ہو جائینگے تو قیامت واقع ہوگی

الغرض آپنے اپنی تصنیفات میں اسی طرح کی باتیں درج کی ہیں جن سے آپکے کمالات ظاہر ہوتے ہیں ۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مشکوٰۃ ہفدھم

ذکر شریف

قدوۃ العارفین ازل، زبدۃ الواصلین ابد، کاشف سر صمد سیدنا سید ظہیر الدین ابو السعود احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا نسب پانچ واسطوں سے حضرت غوث الثقلین تک پہونچتا ہے۔ چنانچہ صاحب تحفۃ الابرار لکھتے ہیں شیخ ظہیر الدین ابو السعود احمد بن شمس الدین ابو النصر محمد بن قاضی القضاۃ شیخ عماد الدین ابی صالح نصر بن شیخ الآفاق سید تاج الدین عبد الرزاق بن سیدنا غوث الثقلین سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام ولادت بغداد تھا مگر آپ جیلان میں رہتے تھے۔ فصاحت کلام اور فضیلت و مواعظت میں بے نظیر تھے اپنے جد امجد کے مدرسہ میں وعظ کیا کرتے تھے۔ اور جمعہ کے روز اس مدرسہ کی مسجد میں خطبہ دیا کرتے تھے تمام علوم ظاہری و باطنی میں اپنے پدر بزرگوار کے ستفیاتہ تھے۔

صاحب کاشفہ رقمطراز ہیں کہ بعض سلاسل قادریہ میں آپ کا لقب شہاب الدین احمد ہے حافظ تقی الدین ابو المعانی محمد بن رافع السلامی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ وھو احمد بن محمد بن نصر بن عبد الرزاق الجیلی الاصل البغدادی المولد المبعوث بالمظفر۔ یعنی سیدنا ظہیر الدین احمد جیلی کے رہنے والے ہیں اور آپ کا مقام ولادت بغداد ہے ان کا خاص لقب ظہیر الدین مشہور ہے اور شہاب الدین بھی کہلاتے ہیں اور آپ کا نام احمد بن محمد ہے۔

شریف عز الدین حسینی لکھتے ہیں کہ بغداد کے آپ امام، فاضل اور واعظ وقت تھے۔ صاحب تحفۃ الابرار لکھتے ہیں کہ آپ بتاریخ ۲۷ ربیع الاول ۶۸۱ھ بروز سہ شنبہ گم ہوگئے باوجود تلاش بسیار کے آپ کا پتہ نہ چلا آخر کار آپ ایک کنویں میں مقتول پائے گئے۔

صاحب تحفۃ الابرار یہ بھی لکھتے ہیں کہ سید ظہیر الدین احمد کے ایک ہی صاحبزادے تھے جن کا نام سید سیف الدین ابوذکریا یحییٰ تھا اسی طرح سید امین الدین بن شاہ عظمت قادری اپنے ملفوظ میں لکھتے ہیں کہ آپ کے صاحبزادے سید سیف الدین ابوذکریا یحییٰ تھے حضرت غوث الثقلین کی اولاد سے آپ پہلے شخص ہیں جو حماۃ تشریف لائے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۔

ذکر شریف

قدوۂ اصفیاء زبدۂ اتقیاء محبوب حق سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کے والد کا نام محمد بن احمد بن علی البدوانی البخاری تھا۔ آپ کا لقب محبوب الٰہی تھا۔ اور آپ سرحلقۂ اولیاء اور قوی الحال تھے آپ اتنے صاحب تصرف تھے سلسلۂ چشتیہ میں اسقدر صاحب تصرف کوئی نہیں گذرا اور آپ تمام مقامات عالیہ سے ترقی کر کے مقام محبوبیت کو پہنچ گئے تھے حق تعالیٰ نے آپ کو سلطان المشائخ کے خطاب سے یاد فرمایا آپ حضرت گنج شکر کے بزرگ ترین مریدین اور خلفا سے تھے ۔

صاحب سیر العارفین لکھتے ہیں کہ حضرت سلطان المشائخ کے آباء اجداد بخارا کے رہنے والے تھے اور آپ کے دادا اور والد اور خواجہ عرب بخارا سے شہر بداؤں آئے اور وہاں سکونت اختیار کی حسن اتفاق سے ان دونوں بزرگوں میں قرابت ہو گئی خواجہ عرب کی صاحبزادی بی بی زلیخا حضرت سلطان المشائخ کے والد خواجہ احمد علی کے حبالۂ عقد میں آئی۔ احمد علی بادشاہ کے شاہی دربار میں رسوخ رکھتے تھے سلطان نے آپ کو شہر بداؤں کی قضاءت تفویض کی ۔

صاحب نفحات لکھتے ہیں کہ آپ خالدی تھے آپ کمسن تھے آپ کے والد بیمار ہو گئے آپکی والدہ نے خواب میں دیکھا کہ کوئی ان سے کہہ رہا ہے کہ یا اپنے شوہر کو اختیار کرو یا اپنے لڑکے کو والدہ نے جواب دیا کہ میں لڑکے کی زندگی چاہتی ہوں۔ مختصر یہ کہ احمد علی نے وفات پائی آپ کی والدہ نے آپ کو مدرسہ میں بٹھایا اور چند روز میں آپ نے قرآن ختم کر لیا اور اکثر علوم میں کمال پیدا کیا سلطان المشائخ یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں بارہ سال تک علوم لغت پڑھتا رہا ابوبکر خراط ملتان کی طرف سے آئے

تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے پہلے شیخ بہاء الدین ذکریا کی کرامات بیان کیں۔ حضرت گنج شکر کی جلالت شان کا ذکر کیا میں حضرت کا نام سنتے ہی بے اختیار ہوگیا اور آپ کی محبت میرے دل میں سرایت کر گئی یہاں تک کہ ہر نماز کے بعد گنج شکر کے نام کی تکرار تسبیح پر کرنے لگا۔ دس بار شیخ فرید کہتا اور دس بار مولانا فرید کہتا اسکے بعد سو جاتا۔ جب سولہ سال کی عمر ہوئی تو والدہ کے ساتھ عازم دہلی ہوا۔ دہلی پہونچنے کے بعد اتفاقاً حضرت گنج شکر کے بھائی شیخ نجیب الدین متوکل کے پڑوس میں سکونت پذیر ہوئے حضرت نجیب الدین کی صحبت سے دن بدن حضرت گنج شکر کے شرف پابوسی کا اشتیاق بڑھتا گیا تین چار سال تک دہلی میں تحصیل علم میں مصروف رہا۔

ایک روز حضرت شیخ نجیب الدین متوکل کی خدمت میں حاضر ہو کر منصب قضاوت کے حصول کیلئے دعا کا خواستگار ہوا۔ شیخ نے فرمایا کہ خدا نہ کرے کہ تم اس شہر کے قاضی ہو۔ تم وہ ہوگے جسے میں جانتا ہوں۔ اس کے بعد بیس سال کی عمر میں غلبۂ شوق میں حضرت گنج شکر سے شرف ملاقات کے حاصل کرنے کے لئے دہلی سے عازم اجودھن ہوا اور آپ کی فیض خدمت سے مستفید ہوا۔

راحت القلوب میں مرقوم ہے کہ روز چہارشنبہ دس رجب ۶۵۵ھ کو حضرت گنج شکر کی قدمبوسی کی سعادت حاصل ہوئی آپ نے چہار گوشہ کلاہ مبارک جو آپ کے زیب سر تھی مجھے پہنا دی۔ اور جبۂ خاص اور کھڑاویں عطا فرما کر کہا کہ میں چاہتا تھا کہ ہندوستان کی ولایت وسجادگی کسی کو نہ دوں لیکن تم ابھی راستے میں تھے کہ مجھے ندا سنائی دی کہ تمہارے مکان پر نظام الدین بدوانی آرہے ہیں یہ ولایت ان کا حصہ ہے انہیں تفویض کردو میں نے عرض کیا کہ شرف پابوسی کا اشتیاق اس عاصی کو بہت تھا لیکن حضور کے جاہ وجلال کی دہشت کے باعث فوراً حاضر نہ ہوسکا آپ نے فوراً ارشاد فرمایا کہ واقعی تمہارا اشتیاق ظاہر کرنے سے پیشتر سے تھا اور یہ بیت پڑھی ؎

اے آتش فراقت دلہا کباب کردہ ؎ سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

میرے دل میں یہ بات آئی کہ جو کچھ حضرت خواجہ کی زبان سے سن رہا ہوں اسے سپرد تحریر کردوں ابھی یہ خیال دل میں نہ آیا تھا کہ حضرت نے فرمایا کہ زہے وہ مرید کہ جو بات اپنے مرشد سے سنے اسے سپرد قرطاس کرکے دوسروں کو اس کے برکات سے مستفید کرے۔

پھر فرمایا کہ کوئی لمحہ ایسا نہیں ہے جو اس شخص کے دل میں یہ بات نہ آتی ہو کہ زندہ وہی ہے کہ جس کے دل میں خدا کی محبت ہو۔ اسکے بعد کہا کہ درویشی پردہ پوشی کا نام ہے اسکے بعد فرمایا کہ

اصحاب طریقت فرماتے ہیں زکوٰۃ کے تین اقسام ہیں زکوٰۃ شریعت یہ ہے کہ جب چالیس درہم موجود ہوں تو پانچ درہم راہ خدا میں خیرات کر دئے جائیں زکوٰۃ طریقت یہ ہے کہ پانچ درہم رکھ لئے جائیں اور باقی راہ حق میں صرف کر دئے جائیں۔ زکوٰۃ حقیقت یہ ہے کہ اپنے لئے کچھ نہ رکھے ساری رقم راہ حق میں خرچ کر دی جائے۔ اسکے بعد جب سلطان المشائخ نے حضرت گنج شکر سے تعلیم سلوک حاصل کرنی شروع کی تو استدعا کی کہ اگر ارشاد ہو تو تعلیم ترک کر دوں۔ گنج شکر نے فرمایا کہ میں کسی کو تعلیم سے منع نہیں کرتا ہر دو جاری رکھو اور دیکھو کہ کس کا غلبہ ہوتا ہے۔ چند روز کے بعد سلطان المشائخ پر استغراق کا اسقدر غلبہ ہوا کہ خود بخود تعلیم ترک ہو گئی ؎

چانکہ سلطان خیمہ زد غوغا نماند عام را

سلطان المشائخ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ گنج شکر نے مجھے رخصت دی کہ قصبہ اجودھن میں جہاں شہداء مدفون ہیں زیارت کے لئے جاؤں جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اپنا عصا مجھے عطا کیا اور فرمایا کہ حق تعالیٰ کے حکم سے نظام الدین کو میں نے ہندوستان کی ولایت دی اور اپنا سجادہ مقرر کیا پھر میرا ہاتھ پکڑ کر آسمان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ میں اسکو خدا کے سپرد کیا اور فرمایا کہ یہ سب تم کو اسلئے دیا کہ میرے وقت آخر تم موجود نہ رہو گے جس طرح میں حضرت خواجہ کی رحلت کے وقت حاضر نہ تھا بلکہ ہانسی میں تھا۔ پھر شیخ بدر الدین اسحاق سے فرمایا کہ خلافت نامہ انہیں لکھ کر دیدو جسطرح مجھے لکھ کر دیا گیا تھا اور میرا سر اپنے پہلو میں لیکر فرمایا میں نے تم کو خدا تک پہونچا دیا اور فرمایا کہ تمہارے لئے میں نے حق تعالیٰ سے دنیا طلب کی یہ سنکر میں لرزہ بر اندام ہو گیا کیونکہ کئی بزرگ دنیا کی وجہ سے فتنہ میں مبتلا ہوئے میرا کیا حال ہوگا۔ حضرت گنج شکر نے معاً فرمایا کہ خاطر جمع رہو تم فتنہ میں نہ پڑو گے۔ رات کے آخری حصہ میں میں نے دیکھا کہ ایک عورت گھر کا صحن جھاڑ رہی ہے میں نے پوچھا تم کون ہو؟ بولی میں دنیا ہوں آپ کے گھر میں جاروب کشی کر رہی ہوں وقت رخصت فرمایا کہ پہلے ہانسی میں شیخ جمال الدین کو خلافت نامہ بتاؤ اور دہلی پہونچنے کے بعد قاضی منتجب کو بتاؤ۔ لیکن شیخ نجیب الدین متوکل کا نام نہیں لیا جس سے مجھے حیرت ہوئی جب دہلی پہونچا تو معلوم ہوا کہ شیخ نجیب الدین وفات پا چکے ہیں۔ الغرض جب حضرت خواجہ کی خدمت سے لوٹا تو ہانسی پہونچا شیخ جمال الدین کو خلافت نامہ بتایا انہوں نے بہت خوشی کا اظہار کیا اور یہ بیت پڑھی ؎

خدائی جہاں را ہزاراں سپاس ٭ کہ گوہر سپردہ بگوہر شناس

اسکے بعد سلطان المشائخ دہلی پہونچے ان دنوں آپ پر استغراق کا اس قدر غلبہ ہوا تھا کہ کسی سے ملتے جلتے نہ تھے اور گوشہ تنہائی میں رہتے لیکن آپ آفتاب سے زیادہ روشن تھے ہر طرف سے خلائق کا ہجوم رہتا تھا۔ آپ نے غیاث پور میں سکونت اختیار کی جب خلق کا ہجوم زاید ہو گیا تو آپ وہاں سے بھی منتقل ہو گئے اور یہ بیت پڑھی ؎

آں روز کہ مہ شدی نمیدانستی ٭ کانگشت نمائی عالم تو خواہد شد

اور فرمایا کہ طاقت اور حوصلہ یہ ہے کہ خلق سے گوشہ نشینی اختیار کی جائے اور مشغولیت بحق رہے لیکن قوت یہ ہے کہ باوجود خلق میں رہنے کے مشغول بحق رہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اس وقت سے ارادہ کر لیا ایسی جگہ رہوں گا اور خلق سے بھی میل جول رکھوں گا الغرض سلطان المشائخ نے ایک مکان غیاث پور میں جامع مسجد کے بازو بنوایا اور ایک مکان دوسری جگہ بنوایا دونوں مکانوں کے درمیان آدھا کوس سے زاید مسافت نہ تھی اکثر شب بیدار رہتے آرام نہ فرماتے چنانچہ امیر خسرو فرماتے ہیں ؎

نہ خفت خسرو مسکیں ازیں ہوس تنہا ٭ کہ دیدہ برکف پایت نہد بخواب شود

الغرض آپ کو خلافت چشتیہ ملنے کے بعد آپ کے پاس امرا، ملوک، علما، شعرا اور درویشوں کا ہجوم رہنے لگا۔ کوئی آپ کی شفقت سے محروم نہ ہوا کسی کو آپ کے روبرو گفتگو کی مجال نہ تھی شیخ نصیر الدین محمود سے منقول ہے کہ جب آپ حرم سے برآمد ہوتے اور چاہتے کہ سماع میں مشغول ہوں تو پہلے امیر خسرو آکر بیٹھ جاتے آپ کے آستانہ پہ امیر حسن بیٹھے رہتے اس وقت مبشر جو آپکا زر خرید غلام تھا جو نہایت حسین اور خوش گلو تھا امیر حسن کے بازو بیٹھ کر لحن داؤدی میں نغمہ سرائی کرتا۔ امیر خسرو کا کلام پڑھا جاتا جس کی ہر بیت پہ سلطان المشائخ وجد فرماتے۔ بائیس قوال آپ کے نمک خوار تھے جنکو اپنے کمال سرود پر ناز تھا لیکن آپ انکے منجملہ تین کو عزیز رکھتے تھے جن سے کوئی سبقت نہ لیجا سکتا تھا۔ آپ کے ایک مرید خواجہ منہاج کہتے ہیں کہ مجھے سماع کا شوق ہوا شیخ کی خدمت میں معروضہ کیا فرمایا ٹھیک ہے میں نے غیاث پور سے گنج تک کے متوسلین اور مصاحبین کو بلا بھیجا اور مجلس سماع منعقد کی لیکن ذوق پیدا نہ ہوا۔ مجھے تشویش ہوئی کہ میری مجلس اس طرح بے ترتیب ہو گئی میں نے افسردگی سے سر جھکا لیا دیکھا کہ سلطان المشائخ کلاہ زیب سر کئے ہوئے حوض کے کنارے کھڑے ہیں میں آپ کی طرف متوجہ ہوا تو مجلس فوراً

گرم ہو گئی میں نے جب صورتحال آپ سے عرض کی تو فرمایا جب کبھی اس ضعیف کے احباب جمع ہوں تو اس ضعیف کو حاضر تصور کرو۔

الغرض آپ کے زمانہ حیات میں کئی سلاطین نے دہلی میں سلطنت کی جن کے منجملہ بعض مخلص تھے اور بعض مخالف ان کا آگے اجمالی بیان ہوگا۔ سلطان المشائخ نے سلطان غیاث الدین بلبن کے دور سلطنت میں حضرت گنج شکر سے خلافت پائی اور دہلی آئے سلطان حضرت گنج شکر کا معتقد تھا اسلئے اس نے آپ سے بھی اعتقاد تام رکھا اور اخلاص و تواضع سے پیش آیا آپ سے بیعت کی اور اسکے ایک سال بعد وفات پائی اس کا لڑکا سلطان ناصر الدین محمود موجود نہ تھا بعض ارکان دولت کی مشورے سے معز الدین بن ناصر الدین محمود جو سترہ سال کا تھا اپنے دادا کی جگہ تخت دہلی پر متمکن ہوا وہ بھی حضرت سلطان المشائخ کا معتقد تھا لیکن شراب خواری کی عادت میں مبتلا ہو گیا کاروبار سلطنت میں خلل واقع ہونے لگا تین سال تک سلطنت کی ۶۸۹ھ میں جلال الدین خلجی کے حکم سے جو اسکے امراء سے تھا حالت بیماری میں قتل کر دیا گیا اور ارکان دولت کے اتفاق سے سلطان جلال الدین اسکی جگہ تخت سلطنت پر بیٹھا یہ عابد، زاہد کریم الطبع شعر فہم اور صاحب سماع تھا سلطان المشائخ کی خدمت میں کامل اعتقاد تھا چھ سال حکومت کرنے کے بعد اپنے داماد اور بھتیجے سلطان علاء الدین کے ہاتھوں مارا گیا ۶۹۵ھ میں علاء الدین خلجی اپنے چچا کی جگہ دہلی کا فرمانروا ہوا یہ مدبر تھا یہ بھی دل و جان سے سلطان المشائخ کا معتقد تھا پڑھا لکھا نہ تھا اپنے دونوں شہزادوں خضر خاں اور شادی خاں کو حضرت سلطان المشائخ کے مرید کروا دیا اور سلطان المشائخ کو جن جن کا گانا ناپسند تھا ان کو طلب کر کے خود بھی سنتا اور لطف اٹھاتا سلطان علاء الدین بن شہاب الدین خلجی نے بیس سال تک حکومت کی اور ۶ر شوال ۷۱۵ھ کو وفات پائی اسکے بعد اس کا لڑکا سلطان قطب الدین اپنے والد کی جگہ حکمران ہوا اور اپنے تینوں بھائیوں خضر خاں، شادی خاں اور شہاب الدین کو قتل کروا دیا۔ چونکہ خضر خاں وغیرہ سلطان المشائخ کے مرید تھے اسلئے اس نے شیخ ضیاء الدین رومی کی بیعت اختیار کی اور سلطان المشائخ سے عداوت سے پیش آنے لگا اور یہ کوشش کی کہ سلطان المشائخ کو چند مقدمات میں ملوث کرے لیکن کامیابی نہ ہوئی اسکے بعد شہر کے تمام علماء کو جمع کر کے حکم دیا کہ مہینہ کی تین رات اسکی ملاقات کیلئے آئیں شیخ نظام الدین کو سمجھایا جائے کہ وہ بھی انکے ساتھ حاضر ہوں اگر قبول نہ کریں تو مجھے اطلاع دی جائے تاکہ جس طرح سے میں انکو بلانا چاہوں بلاؤں اور چند نامناسب باتیں بھی زبان سے نکالیں سید قطب الدین غزنوی، عماد الدین طوسی، مولانا برہان الدین اور دیگر علماء سلطان المشائخ کے پاس آئے اور صورتحال

بیان کی کہ اس معاملہ میں آپ کوئی کوتاہی نہ فرمائیں سلطان جوان اور ناعاقبت اندیش ہے اور حضرت ضعیف العمر ہیں ہماری استدعا قبول فرمائیں۔ حضرت شیخ نے تامل فرمایا اور کہا انشاءاللہ تعالیٰ یہ لوگ سلطان کے پاس حاضر ہوئے اور کہا کہ ہم نے شیخ کو راضی کر لیا ہے وہ تشریف لائیں گے یہ واقعہ ۲۷ر شوال کو پیش آیا دوسرے روز آپ کے مریدین اور اقربا اور معتقدین مثل امیر خسرو وغیرہم آئے اور کہا کہ سلطان آپ کی تشریف آوری کا منتظر ہے آپ نے فرمایا کہ میں ہرگز نہ جاؤں گا ان لوگوں نے عرض کیا کہ سلطان ظالم ہے معلوم نہیں کیا کر بیٹھے حضرت نے فرمایا کہ تم لوگ خاطر جمع رہو مجھے بتایا گیا ہے کہ میں اپنے گھر کی چھت پر بیٹھا ہوں ایک سینگوں والی گائے مجھے ہلاک کرنے کی نیت سے حملہ آور ہو رہی ہے اس کے سینگوں کو پکڑ کر میں نے زمین پر دے مارا اور وہ ہلاک ہو گئی انشاءاللہ تعالیٰ سلطان مجھ پر غالب نہ ہوگا خدائے تعالیٰ کے حکم سے اسی مہینہ کی ۲۹ر تاریخ کی شب میں سلطان عمارت ہزارستون کی چھت پر بیٹھا ہوا تھا کہ رات کا کچھ حصہ گذرنے کے بعد خسرو خاں اپنی خانقاہ میں ٹہلتے ہوئے یہ شعر پڑھ رہا تھا کہ ؎

اے روبہک چرا نہ نشستی بجائے خویش ٭ با شیر پنجہ کردی و دیدی سزائے خویش

الغرض ۷۲۰ھ میں خسرو خاں کے ہاتھوں سے قتل ہو گیا اسکی مدت سلطنت چار سال چار ماہ تھی اسکے بعد خسرو خاں نے اسکی بیوہ سے عقد کر لیا اور سلطنت دہلی پر قبضہ کر لیا۔ چار ماہ کے بعد اسی سن میں غیاث الدین تغلق جو سلطان قطب الدین کی جانب سے حاکم ملتان مقرر ہوا تھا لشکر کشی کی اور خسرو خاں کو بری حالت میں ہلاک کر دیا چونکہ سلطان علاء الدین کی نسل میں کوئی باقی نہ تھا امراء اور ارکان دولت کی اتفاق رائے سے ۷۲۰ھ میں سلطان غیاث الدین تغلق تخت دہلی پر بیٹھا۔ دوسرے روز خزانوں کی حالت دیکھ کر حکم دیا کہ جن جن کو خسرو خاں نے رقم دی تھی وہ واپس کریں درویشوں سے بھی رقم واپس طلب کی سب درویشوں نے رقم واپس کر دی سب اس سے رنجیدہ خاطر ہو گئے اور حیلہ ڈھونڈنے لگے کہ کسی طرح اسکو نقصان پہونچائیں۔ علماء متاخرین نے کہا کہ مذہب امام ابوحنیفہؒ میں سماع حرام ہے۔ شیخ ہمیشہ اس میں مصروف رہتے ہیں اس بارے میں سلطان کی ایماء پر محضر پیش کیا گیا اور علماء کو جمع کیا گیا۔ حضرت شیخ کو بھی دربار میں طلب کیا گیا۔ شیخ نے حدیث نبوی سے استدلال کیا۔ علماء نے کہا کہ آپ مجتہد نہیں ہیں کہ حدیث سے استدلال کریں اور ابوحنیفہؒ کے قول کو نہ مانیں۔ سلطان المشائخ نے فرمایا کہ سبحان اللہ میں حدیث نبوی پیش کر رہا ہوں اور یہ لوگ ابوحنیفہؒ کا قول پیش کر رہے ہیں۔

اس معاملہ میں بہت تکرار ہوئی جسکی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔ انہی دنوں میں شیخ علیم الدین علامہ نبیرہ شیخ بہاءالدین ذکریا ملتانی سے دہلی آئے۔ سلطان نے استقبال کیا علیم الدین نے پہلے سلطان المشائخ سے ملاقات کی اور پھر سلطان سے ملے۔ صورتحال معلوم ہونے پر سلطان سے کہا کہ سلطان المشائخ سماع کے اہل ہیں ان سے گستاخی مناسب نہیں۔ سلطان شرمندہ ہوا لیکن اسکے دل سے نفاق نہ گیا اتفاق سے لکھنوتی میں مہم درپیش ہوئی اور سلطان اس جانب متوجہ ہو گیا۔

صاحب تاریخ نظامی لکھتے ہیں کہ اس مہم سے پلٹتے وقت کہا کہ جب شہر پہنچونگا پہلا کام یہ کرونگا کہ شیخ کو شہر بدر کروں گا یہ بات شیخ تک پہونچائی گئی۔ آپ نے فرمایا ہنوز دہلی دور است۔ جب وہ تغلق آباد پہونچا جو دہلی سے دو یا تین کوس کے فاصلہ پر ہے اور عمارت میں ٹھیرا۔ نیت یہ تھی کہ دوسرے روز شہر پہونچ کر شیخ کو شہر بدر کرونگا اسی رات کو بجلی گری اور وہ ۷۲۵ھ میں اپنے چند مصاحبین کے ساتھ ہلاک ہو گیا اس کا زمانہ سلطنت چار سال سے بھی کم رہا اسکے بعد اسکا فرزند سلطان محمد بن غیاث الدین تغلق تخت دہلی پر بیٹھا وہ بھی سلطان المشائخ کا مخلص و معتقد تھا۔ اسکی سن تخت نشینی کے آغاز میں حضرت سلطان المشائخ کا وصال ہو گیا۔ سلطان محمد نے آپکی مرقد پہ عالیشان گنبد تعمیر کروائی۔

صاحب مراۃ الاسرار فرماتے ہیں کہ سلطان المشائخ نے اپنی وفات کے تین چار مہینے قبل اپنے دس مصاحبین بزرگ کو خلافت عطا فرمائی اور خلافت نامہ دیکر میر سید حسین کرمانی کو حکم دیا کہ وہ اسکی نقل کرکے ان کو دیدیں جیسا کہ جمال الدین ہانسوی نے حضرت گنج شکر کے خلفاء کو خلافت نامہ لکھ کر دیا تھا اور منجملہ ان خلفاء کے شیخ نصیر الدین محمود کو اپنا جانشین قرار دیا اور فرمایا کہ دہلی کی خبر گیری تمہارے ذمہ رہیگی۔ اور تم حق سجادگی پوری طرح ادا کرنا۔ شیخ نصیر الدین نے کہا انشاء اللہ تعالیٰ۔

صاحب سیر العارفین لکھتے ہیں کہ جب سلطان المشائخ کی عمر ۹۴ سال آٹھ ماہ کی ہوئی تو آپ بیمار ہو گئے آپ کی بیماری چالیس روز سے زائد نہ رہی ایک دفعہ نماز جمعہ جب آپ سجدہ میں گئے تو گریہ وزاری کا غلبہ ہوا اور اسی حالت میں آپ مکان واپس ہوئے گھر آنے کے بعد یہ کیفیت رہنے لگی کہ آپ کئی دفعہ بے ہوش ہو جاتے اور پھر ہوش میں آجاتے آپ نے پوچھا کہ آج جمعہ تھا میں نے نماز پڑھی یا نہیں حاضرین نے جواب دیا کہ آپ نے نماز ادا کر دی فرمایا کہ دوبارہ پڑھوں گا اس طرح ہر نماز مکرر ادا فرماتے رہے اور اس مصرعہ کی تکرار کرتے رہے ؎ میروم میروم میروم

اور خواجہ اقبال سے جو ملازم خاص تھا فرمایا کہ گھر میں جو کچھ ہے لوگوں میں تقسیم کر دو ایک پیسہ باقی نہ رکھو

سید حسین نے آکر اطلاع دی کہ سب تقسیم کر دیا گیا لیکن فقراء کے لئے چند من اناج رہ گیا ہے آپ نے فرمایا کہ اسکو کیوں رکھا گیا ہے لہذا آپ نے انبار خانہ کی دیوار توڑ کے تمام اناج لٹا دیا گیا اور گھر کو جھاڑو دیدی گئی اسکے بعد تمام وابستگوں نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضور کے بعد مسکینوں کا کیا حال ہوگا۔ فرمایا کہ میرے بعد میرے روضہ سے اتنی آمدنی ہوگی جو انکے لئے کافی ہو جائے گی الغرض چالیس روز تک کھانا نہ کھایا اور گفتگو بھی کم کر دی چالیسویں دن بروز چہارشنبہ بتاریخ ۸ ربیع الثانی ۷۲۵ھ طلوع آفتاب کے بعد جان بحق تسلیم ہو گئے اور دہلی میں مدفون ہوئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

صاحب سیر الاولیاء رقمطراز ہیں کہ جب سلطان المشائخ کو قبر میں اتارا گیا حضرت گنج شکر کے خرقہ مبارک کو حسب وصیت آپ پر اڑھا دیا گیا اور حضرت گنجشکر کا مصلہ سر کے نیچے رکھا گیا اسلئے کہ صوفیوں کا دستور ہے کہ اپنے پیر کے خرقہ کو یا اپنے فرزند صالح کو دیتے ہیں یا پھر اپنے ساتھ قبر میں لیجاتے ہیں آپکی نماز جنازہ شیخ رکن الدین نبیرہ حضرت شیخ بہاء الدین ذکریا نے پڑھائی اور آپ کے روضہ کی خدمت کے لئے چار فرقہ مقرر کئے ایک فرقہ حضرت خواجہ محمد اور خواجہ موسیٰ بن شیخ بدر الدین اسحٰق کی اولاد کا تھا۔ دوسرا فرقہ خواجہ رفیع الدین ہارونی اور خواجہ تقی الدین نوح کے فرزندوں کا تھا جو سلطان المشائخ کے خانوادہ سے تھے۔ تیسرا فرقہ خواجہ ابوبکر کے فرزندوں کا تھا جو آپ کے مصلہ بردار اور رشتہ دار تھے چوتھا فرقہ خواجہ مبشر کی اولاد کا تھا جو حضرت سلطان المشائخ کے خدمتگار تھے خدمت تولیت خواجہ قطب الدین اور خواجہ نظام الدین کے سپرد کی کچھ عرصہ سے فرزندان گنج شکر سے متعلق ہو گئی جو دہلی میں قیام پذیر ہیں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ذکر شریف

موصوف باوصاف باہر متجلی بقدرت قادر قطب ابدال شیخ علاء الدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا سلسلۂ نسب حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہونچتا ہے آپ حضرت گنجشکر کے خلفاء سے تھے۔

صاحب اخبار الاخیار کے بموجب آپ کو حضرت سے دامادی کی نسبت بھی تھی ابتدائے سلوک میں اسقدر ریاضت اور مجاہدہ کیا کہ مصاحبین کو تاب صحبت باقی نہ رہی اور آپ کا یہ عالم تھا کہ زبان مبارک سے قہر یا لطیف و کرم کے جو کلمات بھی صادر ہوتے اسی وقت اس کے مطابق ظہور ہو جاتا آپ ملقب اسرافیل علیہ السلام

پر تھے اور ولایت موسوی کے حامل تھے ۔

بزرگان سلسلہ سے منقول ہے کہ حضرت گنج شکر نے آپ کو خلافت عطا کرنے کے بعد سلطان المشائخ کی خدمت میں دہلی روانہ کر دیا کہ وہاں ٹھہریں ۔ اور ایک قول کے مطابق حضرت گنج شکر نے آپ سے دریافت کیا کہ تم کونسا مقام چاہتے ہو شیخ علی صابر نے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو دہلی میں رہوں گا ۔ حضرت گنج شکر نے خلافت نامہ دیکر فرمایا کہ اسے پہلے شیخ جمال ہانسوی کو بتانا اسکے بعد دہلی جانا ۔ جب آپ قصبۂ ہانسی پہونچے تو شیخ جمال ہانسوی کو خلافت نامہ دکھایا اور اسی وقت دہلی روانہ ہونے کی اجازت چاہی شیخ جمال نے فرمایا کہ ایسی کیا جلدی ہے ۔ دہلی کے صاحب ولایت کے لئے بردباری لازم ہے اور تم میں ایک ساعت بھی ٹھیرنے کی طاقت نہیں ۔ کام کس طرح چلے گا ۔ شیخ علی صابر نے بکمال استغنا اور بے نیازی سے جواب دیا شیخ جمال باوجود منکسر المزاج ہونے کے عنانِ صبر ان کے ہاتھ سے جاتی رہی اور انہوں نے خلافت نامہ چاک کر دیا شیخ علی صابر نے کہا میں نے تمہارا سلسلہ کاٹ دیا تم سے سلسلہ مشیخت جاری نہ رہے گا ۔

آخر اسی طرح ہوا حضرت علی احمد صابر ہانسی سے برگشتہ ہو کر گنج شکر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صورت حال بیان کی گنج شکر نے فرمایا کہ جس کاغذ کو انہوں نے پارہ پارہ کر دیا جوڑا نہیں جا سکتا لیکن میں تمہیں اس کاغذ کی نقل دونگا چند دن کے بعد آپ نے اجازت نامہ اپنی دستخط کے ساتھ عطا فرمایا اور آپ کو جانب کلیر روانہ کیا جو پہاڑ کے دامن میں واقع ہے اور اسوقت نہایت آباد تھا جب آپ نے کلیر پہونچ کر وہاں سکونت اختیار کی بعض علماء ظاہر اور مشائخین آپ کے خلاف ہو گئے کیونکہ آپ قلندر مشرب تھے صفائی باطن کی جانب اسقدر ملتفت رہتے کہ ظاہری رسوم کی پابندی نہ کرتے تھے آپ کے اصحاب بھی نہایت بے باک رہتے تھے کیونکہ صوفی کو مقام ذوق میں ایسی صورت بھی پیش آتی ہے کہ اس کو کسی کی مدح و ذم کی پرواہ نہیں ہوتی بعض کوتاہ ہمتی سے خلق کا خیال رکھتے ہیں اور پھر اس مقام سے ترقی کرتے ہیں اسلئے حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ اگر سالک کے دل میں ایک تنکے کے برابر بھی خلق کی رعایت باقی رہے تو اس کے لئے معرفت حق کا راستہ بند ہے ۔ چنانچہ ایک عارف کہتے ہیں کہ اس بارے میں کوئی حد نہیں ہے صوفیان اہل صفا وارث انبیاء ہوتے ہیں اور انبیاء معصوم ہوتے ہیں اسلئے انکے اقوال اور افعال پیغمبروں کے اقوال و افعال کے مطابق ہوتے ہیں اپنے ارادے سے یہ دستبردار ہوتے ہیں ۔ ایسے صوفیان مستغرق بھی ہوتے ہیں ان کے کسی ظاہری و باطنی عمل سے امر الٰہی کی مخالفت ظاہر نہیں ہوتی اسلئے اولیاء کو معصیت سے محفوظ کیا جاتا ہے اسلئے ان پر اعتراض حسد اور عدم بصیرت کے باعث

ہوتا ہے۔ جب حضرت شیخ علی صابرؒ کے اقوال کی شہرت ہوئی تو لوگ آپ کے معتقد ہونے لگے جس سے علماء ظاہر اور مشائخین کے حسد میں اضافہ ہو گیا ایک روز شیخ علی صابر اپنے اصحاب کے ساتھ نماز جمعہ سے پہلے مسجد گئے اور منبر کے قریب بیٹھ گئے جہاں علماء اور مشائخ بیٹھا کرتے تھے اس کے بعد یہ جماعت آئی اور سختی سے پیش آئے اور اس جگہ سے اٹھنے اور دوسری جگہ بیٹھنے کے لئے کہا۔ شیخ علی صابر کے اصحاب نے نہایت تواضع سے کہا کہ یہ خدا کا گھر ہے ہم پہلے آئے اور اس جا بیٹھ گئے آپ اپنے مکارم اخلاق سے ہمیں معاف فرمائیے انہوں نے زیادتی شروع کی اور کہا یہ جگہ ہمارے آباء و اجداد کے زمانہ سے ہمارے لئے مختص ہے تم یہاں ہرگز نہیں بیٹھ سکتے جب بات بہت آگے بڑھی تو شیخ علی صابر نے عالم حال میں مراقبہ سے سر اٹھا کر فرمایا کہ صاحب ولایت تم سے زیادہ اس جگہ بیٹھنے کے مستحق ہیں۔ اس جماعت نے ناعاقبت اندیشی سے پوچھنا شروع کیا کہ تمہیں کیسے پتہ چلا کہ تم صاحب ولایت ہو ایسی دلیل پیش کرو۔ آپ جذبہ میں آکر مسجد سے باہر نکل گئے اور فرمایا کہ دلیل یہ ہے کہ تم سب لوگ اسی وقت ہلاک ہو جاؤگے؎ جس میں کم و بیش چار سو علماء اور مشائخین شامل تھے۔ کلیر میں صف ماتم بچھ گئی جو لوگ بچ گئے تھے وہ عاجزی سے پیش آئے آپ نے غلبۂ حال میں فرمایا کہ اب اس سے کام نہ چلے گا میں نے حق تعالیٰ سے دعا کی کہ اس قصبہ میں کوئی زندہ نہ رہے اور وہ قبول ہو گئی اور یہ قصبہ اسکے بعد ہرگز آباد نہ ہوگا۔ میرے نزدیک یہاں کی ویرانی آبادی سے بہتر ہے۔ جس طرح آپ کی زبان سے نکلا تھا اسی طرح کلیر آج تک ویران ہے ہر چند بعض سلاطین نے اس کو از سر نو آباد کرنا چاہا مگر آپ کے تصرف سے آباد نہ ہو سکا۔ اس قسم کے آپ کے کئی کرامات ہیں جنکی تفصیل موجب طوالت ہوگی۔

آپ نے آخر زمانہ حیات میں شیخ شمس الدین ترکؒ کو خرقۂ خلافت عطا فرمایا اور انہیں قصبہ پانی پت کی جانب روانہ کیا اور وہاں کا صاحب ولایت کر دیا انہوں نے عرض کیا کہ وہاں شیخ شرف الدین بو علی قلندر ہیں آپ نے کہا کہ کچھ خیال نہ کرو کہ انکا وقت اخیر قریب آپہونچا ہے۔ اسکی تفصیل احوال بو علی قلندر میں مذکور ہوگی۔

آپ کی وفات ۱۳؍ربیع الاول ۶۹۰ھ بزمانہ سلطنت جلال الدین خلجی واقع ہوئی۔ آپ سلطان المشائخ کے ہم عمر تھے ان دونوں میں باہم محبت تھی آپ نے سلطان المشائخ کی وفات سے چند سال پیشتر انتقال کیا آپ کی مزار قصبہ کلیر میں واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

؎ آپکا یہ فرمانا تھا کہ مسجد منہدم ہوگئی اور کئی ہزار لوگ دب کر ہلاک ہوگئے

ذکر شریف

فارغ از جمیع عیوب، عاشق مطلوب، شہباز وقت، خواجہ کرک مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

آپ کامل الوقت اور عقلاء مجانین سے تھے یہ بات تحقیق سے ثابت ہوئی کہ آپ شیخ اسمٰعیل قریشی سہروردی کے مرید تھے جو شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے بھائی یا بھتیجے تھے ۔ سلسلۂ ارادت و خلافت بھی خاندان سہروردیہ سے تھی ۔ صاحب احوال و مقامات عالیہ تھے آپ نے شیخ اسمٰعیل کے ارشاد کے بموجب قصبۂ الہ آباد میں سکونت اختیار کی تھی آپ کی مزار بھی وہیں واقع ہے اور آپ کی اولاد بھی وہیں آباد ہے ۔ جب شیخ اسمٰعیل الہ آباد میں سکونت پذیر ہوئے ان کے کمالات کی شہرت ہونے لگی اکثر لوگ عقیدت سے آپکے پاس آنے لگے ۔ خواجہ کرک بھی جو فضلاء وقت سے تھے آئے اور آپکے مرید ہوگئے اور تربیت پائی جس کی وجہ سے آپ کا رنگ ہی بدل گیا اور اسطرح استغراق کی حالت میں رہنے لگے کہ رعایت خلوق جو اس کام میں حائل ہوتی ہے آپ کی نظر سے مطلق باقی نہ رہی پھر شیخ اسمٰعیل نے آپ کو رخصت کیا ان کی اجازت کے بموجب قصبۂ کڑہ میں مقیم ہوئے اور غلبۂ حال میں طریق ملامتیہ اختیار کیا ہمیشہ لوگوں کے سامنے شراب پیا کرتے لیکن کون جانتا تھا کہ کیا پی رہے ہیں جب آپ سے زیادہ اور بے اختیار خوارق عادات ظاہر ہونے لگے تو لوگ ہر طرف سے آپ سے رجوع ہونے لگے آپ تمام قیود سے بے نیاز تھے کبھی کبھی متشابہ اشعار بھی کہا کرتے آپ کے ایک معتقد نے انہیں جمع کیا ہے جن میں سے چند یہ ہیں ؎

اندر طلب دوست چہ مردانہ شدم ⁂ اول قدم از وجود بیگانہ شدم
از علم ہمی شنیدم لب بر بستم ⁂ از عقل ہمی خرید دیوانہ شدم

تاریخ نظامی میں مذکور ہے کہ جب ملک علاء الدین جو سلطان جلال الدین خلجی کا بھتیجہ و داماد تھا اور کڑہ اور مانکپور کا حکمران تھا بہت فوج جمع کی اور دیوگیر پر حملہ کیا اور تمام ملک کو تباہ کر دیا ۔ بے شمار دولت ہاتھ آئی اور اسکی قوت بھی کافی بڑھ گئی ۔ سلطان جلال الدین نے اسکے ارادہ سے واقف ہو کر چاہا کہ لطائف و حیل سے اسکو دیوگیر سے دہلی طلب کرے اور اسی ارادہ سے جانب کڑہ روانہ ہوا ۔ ملک علاء الدین فکرمند ہو کر خواجہ کرک کی خدمت میں حاضر ہوا اور نہایت نیاز مندی سے امداد باطنی

کا خواستگار ہوا۔ خواجہ کرک نے استغراق سے سر اٹھا کر فرمایا ؎

ہر کسی کہ بکند با تو جنگ ٭ سرور کشتہ و تن درگلنگ

ملک علاء الدین اس بشارت سے خوش خوش لوٹا دو تین روز کے بعد ۱۷ رمضان ۶۹۵ھ کو سلطان جلال الدین اسی طرح مارا گیا جیسا کہ کتب سیر میں مذکور ہے اسکے بعد ملک علاء الدین دہلی کے تخت پر بیٹھا۔ خواجہ کرک کے کمالات اتنے زیادہ ہیں کہ حد تحریر میں نہیں آ سکتے حضرت خواجہ کرک کی مزار قصبۂ کڑہ میں زیارت گاہ خاص و عام ہے آپ سلطان المشائخ کے ہم عصر تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ

ذکر شریف

اشرف سادات نیشاپوری، کاشف اسرار صوری، عالم علوم معنوی، میر سید علاء الدین بن عزیز الدین کنتوری رحمۃ اللہ علیہ

کہتے ہیں کہ آپ نے ریاضات و مجاہدات سے مصفا ہو کر اوصاف روحانیت میں کمال حاصل کیا تھا عالم ملکوت کے حالات عالم کثرت میں بے پردہ مشاہدہ کرتے تھے۔ اصحاب عالم ارواح کی مصاحبت رہتی تھی اور دنیا میں جنت کا لطف حاصل کرتے تھے آپ کے جد بزرگوار سید شرف الدین نیشاپوری تھے جو اپنے ایک بھائی سید محمد کے ساتھ ہلاکو کی غارتگری کے زمانہ میں خراسان سے دیار ہند آئے۔ میر سید محمد بنگالہ کی طرف چلے گئے اب ان کی اولاد وہیں پر ہے اور میر سید شرف الدین قصبۂ کنتور میں قیام پذیر ہوئے۔

اسکے بعد میر سید عزیز الدین اپنے والد کے قائم مقام ہوئے اور ان سے میر سید علاء الدین قصبۂ مذکور میں متولد ہوئے سن بلوغ کو پہونچنے کے بعد آپ نے علوم ظاہری و باطنی حاصل کیا۔ علوم ہیمیا، ریمیا، سیمیا، اور کیمیا میں مہارت حاصل کی اور خود عامل تھے چنانچہ ان چاروں علوم میں بترتیب احسن ایک رسالہ تحریر کیا جسکے فوائد عمل سے ہی معلوم ہوتے ہیں خانوادہ سہروردی سے متوصل تھے۔ شیخ نصیر الدین کی بھی صحبت پائی تھی۔ جب آپ سے تصرفات کا ظہور ہونے لگا تو بعض حاسدوں نے اسکو مخالفانہ انداز سے سلطان محمد تغلق کے گوش گذار کیا جو اس وقت بادشاہ تھا اور اس طائفہ سے دشمنی رکھتا تھا۔ اس نے میر سید علاء الدین کو طلب کیا اور درخواست کی کہ بطور امداد وہ لشکر اسلام کے ساتھ رہیں میر سید علاء الدین نے قبول نہیں کیا اور فرمایا کہ میں ایک ناکارہ آدمی ہوں جس نے گوشۂ عزلت کو ترجیح دی مجھے معاف رکھیے سلطان ناراض ہوا اور کہا کہ اگر

تم بوڑھے ہو چکے ہو تو اپنے دونوں لڑکوں کو پیش کرو کیونکہ سلاطین اسلام کی متابعت لازم ہے مجبوراً اپنے دونوں صاحبزادوں عزیز الدین اور جمال الدین کو سلطان کے حوالے کیا اور خود اس قصبہ میں رہے چند روز کے بعد سلطان محمد شاہ نے کشمیر کی جانب لشکر کشی کی۔ وہاں سخت قحط پڑا یہاں تک کہ ایک پان کا کٹہ ایک اشرفی میں بکنے لگا۔ دونوں سیدزادے اپنے والد کے تصرف باطنی سے روزانہ دو سو کٹے پان کے صرف کرتے اسکی اطلاع بعض حاسدوں نے بادشاہ کو دی کہ سیدزادے کیمیا سازی کرتے ہیں۔ سلطان نے میر سید عزیز کو طلب کرکے بغیر کسی پرسش کے قتل کر دیا ان کے قتل کے بعد ایک بڑی جماعت برگشتہ ہو گئی اور سلطان نے اپنی شرمندگی مٹانے سید جمال الدین کو وطن واپس کر دیا اور چند مواضعات کو خانقاہ کے مصارف کے لئے وقف کر دیا جب وہ دہلی کے قریب پہونچے شیخ نصیر الدین محمود نے انکا استقبال کیا سید کو اپنے گھر لے گئے اور بہت مہربانی سے پیش آنے کے بعد فرمایا میرے بھائی میر سید علاء الدین ابھی ابھی عالم بقا کی جانب روانہ ہوئے ہیں فاتحہ پڑھیں گے جب تحقیق کی گئی تو اسی وقت انکا انتقال ہوا تھا ان کی مرقد بھی قصبۂ کنتور میں زیارت گاہِ خلق ہے آپ کی سنِ وفات نظر سے نہیں گذرا لیکن وہ بزمانہ سلطنت سلطان محمد تغلق بن غیاث الدین تغلق بقید حیات تھے رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر شریف

فخر المتقدمین، سالار دین، پیشوائے قوم حضرت شاہ سید سعید الدین رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

آپ کا عرف حاجی سیاح سرور رفاعی تھا آپ اکابر خاندان رفاعیہ سے تھے قاضی محمد فاضل اپنے رسالہ گنج میں لکھتے ہیں کہ آپ کے بعد آپکے خاندان کو آپ کے نام پر سروریہ کہا جانے لگا۔ کہتے ہیں کہ آپ نے بلاد عرب و عجم کے کئی شہروں کی سیاحت کی تھی چنانچہ دہلی بھی آئے اور سلطان المشائخ سے ملاقات کی تو مہینے بعد آپکی موجودگی میں سلطان المشائخ نے وفات پائی اور آپ نے اپنے ہاتھ سے تجہیز و تکفین کی کہتے ہیں کہ حاجی سیاح سرور حضرت گنج شکر کے نواسہ اور سید احمد کبیر الرفاعی کی اولاد سے تھے۔

آپ سے کئی خوارق عادات ظاہر ہوئیں۔ تصوف میں آپ نے ملفوظات تحریر کئے جو مسند عالیہ سالقات ہے اس میں خاص طور پر اہل باطن کی نماز کا ذکر کیا ہے جس کے تصور سے حالت اور کیفیت پیدا ہوتی ہے آپ کا سن وفات نظر سے نہیں گذرا آپ کی مزار قندھار میں زیارت گاہِ خلائق ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

پیشوائے اربابِ یقین مقتدائے دین میر سید امیر ماہ بن نظام الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کاملان روزگار سے تھے صاحب حال قوی تھے آپ کے والد میر سید نظام الدین بغداد کے اکابر سادات سے تھے ہلاکو کی غارتگری کے زمانہ میں ہندوستان آکر بہرائچ میں متوطن ہوئے اور اسی جگہ جوار رحمت میں جگہ پائی الغرض میر سید امیر ماہ بعد تحصیل علوم ظاہری میر سید علاء الدین کی خدمت میں پہونچے اور ان سے شرف بیعت حاصل کیا اور خانوادہ سہروردیہ کا خرقہ خلافت آپ کے دست مبارک سے پہنا۔ جو شیخ الشیوخ کے خلیفہ کامل تھے۔ میر سید امیر ماہ نے علوم صوری و معنوی کی تکمیل کے بعد بہرائچ میں مسند ارشاد پر متمکن ہوئے ایک عالم آپ کے فیض سے بہرہ مند ہوا آپ کے ایک صاحبزادہ تھے جن کا نام سید تاج ماہ تھا یہ بھی صاحب حال تھے اور دائم الخمر تھے اور مشرب ملامتیہ کے حامل تھے اپنے حال و ولایت کو اغیار کی نظروں سے پوشیدہ رکھتے تھے ایک دفعہ میر سید امیر ماہ سخت بیماری میں مبتلا ہوئے اور زندگی کی امید نہ رہی۔ سید تاج ماہ نے کمال بلند ہمتی سے خود کو اپنے پدر بزرگوار پر فدا کر دیا اور انکی بیماری خود لے لی اور جان بحق تسلیم ہو گئے سید ابو جعفر امیر ماہ کو صحت ہو گئی لیکن ان کے دل میں یہ خطرہ پیدا ہوا کہ میر سید تاج ماہ کا کیا حال ہوگا اتفاق سے جو مجاور رات کو انکی مرقد کے پاس بیٹھا تھا اسکی ہتھیلی پر ہری روشنائی سے یہ بیت لکھی ہوئی ظاہر ہوئی جب تک وہ زندہ رہا یہ بیت محو نہیں ہوئی وہ بیت یہ ہے ؎

بگوائے مرغ زیرک عمر موی ٭ کہ جانِ تاج مہ بر عرش پرورند

میر سید امیر ماہ کے کمالات انکی تصانیف سے ظاہر ہیں آپ کا سن وفات نظر سے نہیں گذرا لیکن آپ سلطان فیروز شاہ کے ہم عصر تھے جو ۷۵۲ھ میں تخت دہلی پر متمکن ہوا آپ کی مزار بہرائچ میں زیارت گاہ

خاص و عام ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

خوگرفتۂ کمال بردباری محرم اسرار باری قطب المشائخ شیخ شرف الدین یحیٰی منیری بہاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ صوفیائے کاملین سے تھے۔ صاحب شان عظیم اور بلند ہمت تھے آپ نے اپنی تصانیف میں آداب مذہب صوفیہ اسقدر بیان کئے ہیں جو دوسری کتابوں میں نظر نہ آئے آپ کے والد بزرگوار حضرت شیخ یحیٰی منیری صاحب کرامت تھے آپ کا مرقد قصبۂ منیر میں واقع ہے لیکن شیخ شرف الدین شیخ نجیب الدین کبریٰ کے مرید اور خلیفہ تھے جنکے احوال قبل ازیں تحریر کئے جا چکے ہیں کہ ان کا سلسلہ ارادت شیخ نجم الدین کبریٰ تک پہونچتا ہے۔

صاحب مناقب الاصفیاء تحریر کرتے ہیں کہ جب شیخ شرف الدین کے والد شیخ یحیٰی منیری ایک بزرگ کی خدمت میں جاتے جو قصبۂ منیر میں قیام پذیر تھے تو وہ تعظیماً کھڑے ہو جاتے۔ ایک دفعہ حسب روش قدیم اس بزرگ سے ملنے گئے تو انہوں نے تعظیم نہیں کی شیخ یحیٰی کو خیال گذرا کہ خلاف معمول تعظیم نہ کرنے کی کیا وجہ ہے۔ فی الفور اس بزرگ نے کہا کہ میں اس شخص کی تعظیم کیا کرتا تھا جو اپنی ماں کے بطن میں منتقل ہو چکا ہے جب شرف الدین پیدا ہوئے انکی والدہ ایسی صالحہ تھیں کہ بغیر وضو کے انہیں دودھ بھی نہیں پلاتی تھیں آپ سے کم سنی سے ہی علامات رشد و ہدایت ظاہر ہونے لگیں۔ جب سن بلوغ کو پہونچے تو تحصیل علوم میں سعی بلیغ کی اس کے بعد والدین کی اجازت سے مولانا شرف الدین کے ہمراہ تو اماں گئے جو ملک بنگالہ میں واقع ہے۔ مولانا مذکور صاحب تصرف تھے۔ ریمیا اور سیمیا میں کمال رکھتے تھے جس وقت مولانا کی نظر شیخ شرف الدین پر پڑی تو انہوں نے کہا یہ جوان قابل تربیت ہے اور جو بھی علم میں ان کو دخل تھا انکو سکھا دیا۔ چونکہ آپ بلند ہمت تھے اسی پر اکتفا نہیں کیا اور اپنی ماں کی خدمت میں پہونچے۔ آپ کو ایک مرض لاحق ہوا اور اطباء نے مشورہ دیا کہ کسی ایک عورت سے نکاح کرنے میں صحت کی توقع ہے اسی لئے ایک کنیز سے نکاح کر لیا جنکے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اس لڑکے

کو اپنی ماں کے حوالے کر کے دہلی کی طرف روانہ ہو گئے وہاں پر سلطان المشائخ سے ملاقات ہو گئی سلطان المشائخ نے مجلس میں آپکی جانب متوجہ ہو کر فرمایا یہ باز ہمارے جال میں نہ آئے گا۔ وہاں سے آپ پانی پت روانہ ہوئے اور وہاں شیخ شرف الدین بو علی قلندر کی خدمت اختیار کی۔ قلندر نے فرمایا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوہ حرا میں فتح باب ہوا تھا تم کو کوہ راجگیر میں ہوگا مختصر یہ کہ جب آپ راجگیر پہونچے تو شیخ نجیب الدین کے مرید ہوئے اور انہوں نے خرقہ خلافت اپنے تمام پیروں کی امانت کے ساتھ انکے حوالے کیا اور خلافت نامہ لکھ کر انھیں رخصت کیا اور کہا کہ راستہ میں کوئی خبر ملے تو واپس نہ ہونا ایک دو منزل گئے تھے کہ خواجہ کی وفات کی خبر ملی چاہا کہ واپس ہو جائیں لیکن خواجہ کی وصیت یاد آنے پر آگے بڑھ گئے پھر اپنی ماں کے پاس آئے ماں رنج و غم میں مبتلا تھیں اور ان کے آنسو تھمتے نہ تھے جس روز ماں کے پاس پہونچے آدھی رات ہو چکی تھی بارش شدت سے ہو رہی تھی ماں یہ کہہ کے رو رہی تھیں کہ اس اندھیری رات میں شرف الدین کہاں ہونگے وہ اسی وقت گھر میں داخل ہوئے اور صحن میں کھڑے ہو کر ماں کو آواز دی ماں نے کہا اندر آؤ آپ نے کہا آپ صحن میں آئیے اور مجھے دیکھئے کہ میں کس حال میں ہوں جب آپکی ماں وہاں پہونچیں تو دیکھا کہ آپ کے کپڑے خشک ہیں اور اس جگہ جہاں آپ کھڑے ہیں بارش نہیں ہو رہی ہے۔ آپ نے کہا اے ماں حق تعالیٰ میری اسقدر حفاظت کر رہا ہے آپ کیوں میری فکر کرتی ہیں۔ مجھے خدا کے حوالے کیجئے اسی وقت انکی ماں نے وداع کیا اور وہ کئی سال تک صحرائے کوہ راجگیر میں ٹھیرے رہے اور کئی کمالات حاصل کئے۔

کہتے ہیں کہ شیخ من کاکو اور احمد بہاری صاحب مقامات اور مست وحدت تھے شیخ شرف الدین منیری سے حد درجہ الفت رکھتے تھے اتفاق سے دونوں بزرگوں کا زمانہ سلطنت فیروز شاہ دہلی میں گذر ہوا غلبۂ حال میں اسرار حقائق بے پردہ کہنے لگے علمائے ظاہر نے انکے قتل کا فتویٰ دیا حالانکہ کئی بزرگ دہلی میں موجود تھے لیکن کوئی مانع نہیں ہوئے جب یہ خبر شیخ شرف الدین منیری کو پہونچی تو کہا کہ جب ایسے لوگوں کا خون بہایا جائے تو تعجب کی بات ہوگی کہ یہ شہر اسطرح آباد رہے چنانچہ ایسے ہی ہوا کہ کچھ عرصہ کے بعد امیر تیمور نے دہلی کو تاخت و تاراج کر دیا آپ کے مکتوبات مقبول ہیں اور صوفیا کا ان پر عمل درآمد ہے چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ جو درویش علماء کا محتاج ہو وہ درویش نہیں علماء جو کچھ کتاب میں پاتے ہیں وہی کہتے ہیں اور درویش کتاب نہ ملے تو لوح محفوظ دیکھ کر کہتا ہے

اگر لوح محفوظ میں نہ پائے تو حضرت رب العزت سے معلوم کر لیتے ہیں یا بیان حقائق اور تصرف میں قاضی عین القضات ہمدانی کی اقتداء کرتے تھے شیخ کے بہت سے مکتوب ہیں اور آپ نے ایک رسالہ ارشاد السالکین وحدت الوجود کے اثبات میں تحریر کیا ہے جس پر آج تک کسی کو اعتراض نہیں ہوا۔ کتاب آداب المریدین پر آپ نے شرح لکھی ہے آپ طویل العمر ہوئے سلطان المشائخ کے زمانہ سے میر اشرف جہانگیر سمنانی کے زمانہ تک بقید حیات رہے۔ چنانچہ لطایف اشرفی میں مرقوم ہے کہ حضرت شیخ شرف الدین کے آخری زمانہ حیات میں آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کے خلفاء میں کون آپکی نماز جنازہ پڑھائے فرمایا کہ ایک شخص آنے والا ہے سید، حافظ قرآن اور تارک دنیا ہے جسکا نام میر سید اشرف جہانگیر ہے وہ امامت کرے۔ کہتے ہیں کہ شیخ کی وصیت کے بموجب آپکی تجہیز و تکفین کے لئے چشم براہ تھے کہ میر سید اشرف جہانگیر اپنے اصحاب کے ساتھ ظاہر ہوئے انہیں تواضع تمام شیخ کے گھر لیجایا گیا اور شیخ کی وصیت کے مطابق انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی اسکے بعد آپکے بدن لطیف کو قبر میں اتارا گیا۔ حضرت شیخ کا دست مبارک قبر سے برآمد ہوا۔ سب لوگ متحیر ہو کر میر سید اشرف کی جانب دیکھنے لگے کہ یہ مشکل آپ کی توجہ سے رفع ہوگی آپنے روحانیت شیخ سے معلوم کیا اور کہا کہ حضرت شیخ نے مردانِ غیب سے ایک ٹوپی راجگیر میں پائی تھی اور وصیت کی تھی کہ اسکو میرے ساتھ قبر میں رکھا جائے تم لوگ بھول گئے لہذا اسی وقت وہ ٹوپی لا کر حضرت شیخ کے ہاتھ میں رکھدی گئی اسطرح ٹوپی رکھنے کے ساتھ ہی آپ نے ہاتھ اندر کھینچ لیا۔

آپ کے کمالات کا اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ آپکی وفات روز پنجشنبہ ۶ شوال سنہ ۷۸۲ھ میں بزمانہ سلطنت فیروز شاہ واقع ہوئی آپ کا روضہ بہار میں مرجع خلائق ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

مترجم کے دیگر تراجم و تصانیف

۱۔ ترجمہ لطائف اللطیف ——— تصنیف حضرت سید شاہ غلام علی قادری الموسویؒ
مشتمل بر احوال حضرت سید الابدال سید شاہ عبد اللطیف لاابالیؒ
و اولاد حضرت ممدوحؒ ہدیہ پندرہ روپیہ

۲۔ کلام عارفؒ ——— وحید العصر حضرت سید شاہ وحید القادری الموسویؒ کا کلام اور
آپکے اجداد کا تذکرہ ہدیہ دو روپیہ

۳۔ استعانت ——— ندا، توسل اور استعانت کے موضوع پر ایک جامع تصنیف
جو مفسرین، محدثین، فقہا اور اکابرین کے بے شمار ارشادات
کی روشنی میں تحریر کی گئی ہے۔ ہدیہ دس روپیہ

۴۔ ترجمہ مشکوٰۃ النبوۃ (جلد اول) ——— تصنیف حضرت سید شاہ غلام علی قادریؒ
ہدیہ بیس روپیہ

۵۔ ترجمہ مشکوٰۃ النبوۃ (جلد دوم) ——— 〃 〃 〃 〃 〃
ہدیہ بیس روپیہ

۶۔ ترجمہ مشکوٰۃ النبوۃ (جلد سوم) ——— 〃 〃 〃 〃 〃
ہدیہ پندرہ روپیہ

۷۔ فردوس ——— مترجم کا نعتیہ کلام (بزبان اردو و فارسی)
ہدیہ دس روپیہ

۸۔ کیف و سرور ——— مترجم کے غزلیات اور منتخب نظموں کا مجموعہ
ہدیہ دس روپیہ

(ملنے کے پتے)

مکان مترجم دیوڑھی حضرت مولوی محمودؒ فتح دروازہ، اعجاز پرنٹنگ پریس
اسٹوڈنٹس بک ہاؤس و دیگر تاجرین کتب